

خیرکم من تعلم القرآن وعلمه

تجوید وقراءت کا پیغام
خدامِ قرآن کے نام

ترجمانِ فن حضرت الاستاذ قاری المقری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے

بیانات کا مجموعہ

صدر القراء دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات

جلد اول

مرتب

(قاری) محمد ہارون صاحب فلاحی ڈینڈرولوی (پالن پوری)

خادم قرآن کریم جامعہ نذیریہ کاکوسی، پٹن، گجرات

ناشر

محمد عمران فلاحی ٹوکریا (پالن پوری)

خادم قرآن کریم مدرسہ الفضل، جوہاپورہ، احمد آباد

خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمه

تجوید وقراءت کا پیغام
خدامِ قرآن کے نام

ترجمانِ فن حضرت الاستاذ قاری المقری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے

بیانات کا مجموعہ

صدر القراء دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات

﴿جلد اول﴾

مرتب

(قاری) محمد ہارون صاحب فلاحی ڈینڈ رولوی (پالن پوری)

خادم قرآن کریم جامعہ نذیریہ کاکوسی، پٹن، گجرات

ناشر

محمد عمران فلاحی ٹوکریا (پالن پوری)

خادم قرآن کریم مدرسہ الفضل، جوہاپورہ، احمد آباد

نام کتاب: تجوید وقراءت کا پیغام خدام قرآن کے نام

مرتب: قاری محمد ہارون صاحب فلاحی ڈینڈر رولوی پالن پوری

اشاعت: ۲۰۱۳ء ۱۴۳۴ھ

تعداد صفحات: ۲۷۰

معاون: مولوی رضوان بن قاری محمد ہارون صاحب فلاحی، ندوی ڈینڈر رولوی

کمپوزنگ: محمد عمران فلاحی ٹوکریا، پالن پوری

تعداد: ۱۰۰۰

کتاب ملنے کا پتہ

لجنۃ القراء دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر (9879825967)

قاری محمد حسن صاحب فلاحی ٹوکریا: دارالعلوم چھاپی (9427644922)

قاری عمران فلاحی ٹوکریا: مدرسہ الفضل جوہاپورہ احمد آباد (9727246936)

اجمالی فہرست

عرض مرتب

انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے تأثر کا مادہ رکھا ہے وہ کسی بھی چیز سے متاثر ہو جاتا ہے، شکل وصورت سے، حسن وجمال سے، فضل وکمال سے، انعام واحسان سے، عادت واطوار سے، انداز وکردار سے متاثر ہوتا ہے، تو عقل مندی کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی ایسی چیزوں سے متاثر ہونے کے اسباب اختیار کرے، جن سے اس کی زندگی پر مثبت اثرات مرتب ہوں!

انسان جس ماحول میں پروان چڑھتا ہے، جس معاشرہ میں سانس لیتا ہے، جن لوگوں کے ساتھ نشست وبرخاست رکھتا ہے، ان سے متاثر ہوتا ہے، بہت مشہور بات ہے "صحبت صالح ترا صالح کند، صحبت طالح ترا طالح کند" یعنی اچھے کی صحبت تم کو اچھا بنادے گی اور برے کی صحبت تم کو برا بنادے گی، صحبت اور معیت کو آدمی کے بناؤ اور بگاڑ میں بڑا دخل ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جس مشغلہ کو، یا جس کام کو اختیار کرتا ہے اس کے اثرات اس پر ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کچھ عوامل ایسے ہیں جن کا انسان کی سیرت وکردار کی تشکیل میں بڑا اہم رول رہتا ہے جن میں قابل لحاظ عامل صحبت ہے، جس میں ذرا سی بے توجہی اور غفلت انسان کو انسانیت کے درجہ سے اتار کر جانور بلکہ جانور سے بھی اسفل اور ارذل درجہ تک پہونچا دیتی ہے، اسی بنیاد پر کتاب وسنت میں صحبت ومعیت کے تعلق سے بار بار ارشاد فرمایا گیا ہے "یاایها الذین امنوا ... کونوا مع الصادقین" اسی طرح مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں "المرء علی دین خلیله، فلینظر احدکم من یخالط" اسی طرح انسان کی سیرت وکردار کی تشکیل میں نہایت ہی ضروری اور اہم عامل، کتابیں ہوتی ہیں جن کا

مطالعہ انسان اپنی نشو ونما کے زمانے میں کرتا ہے، بعض مرتبہ کتابوں کے مطالعہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی صحبت جیسے اثرات رکھے ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ بڑی شخصیتوں کی کتابیں ان کی طرف سے ایک حد تک نعم البدل بن جاتی ہے.... **خیر جلیس فی الزمان کتاب ـ**

جب مطلق کتابوں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ کا کیا حال ہوگا کہ وہ تو مالک الملک وذوالجلال والاکرام کی کتاب وفرمان ہے اس کی صحبت ومعیت اور جانشینی کا حال ہی کچھ اور ہے، اس لئے جہاں یہ کتاب رشد وہدایت ہے وہیں یہ کتاب اپنے اندر علوم و معارف کے خزانے کو سموئے ہوئے ہے جو روز اول سے مسلمانوں کی توجہ اور ان کی محنت وکاوش کا مرکز ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سارے اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ قرآن پاک ہی ہے۔

قرآن کریم الفاظ ومعانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، زمانہ نبوت سے تاحال علماء امت نے جس طرح قرآن کے معانی ومطالب کو اپنی محنت کا میدان بنایا، اسی طرح الفاظ قرآن، طرز اداء اور وقف وسکون کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا جس کو ہم فن تجوید وقراءات سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس طرح الفاظ قرآن منزل من اللہ ہیں اسی طرح الفاظ قرآن کا طرز اداء بھی منزل من اللہ ہے، صرف منزل ہی نہیں بلکہ اس درجہ کا منزل کہ جس طرح الفاظ قرآن کا انکار کفر ہے اسی طرح طرز اداء کا منکر بھی کافر ہے، یہی وہ انکار بلکہ جہالت اور قرآن کی صحت کا فکر تھا جس نے علمائے امت کو مہمیز کیا اور ان کے درد وکڑھن میں اور اضافہ کر دیا جس کے نتیجہ میں علم تجوید قراءات اور علم رسم الخط وغیرہ علوم پر ایک مستقل کتب خانہ تیار ہوگیا اور یہ اتفاقی نہیں بلکہ " **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** " کے

حفاظتی مشن کے تحت ہوا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں امت کے بعض افراد کو منتخب فرماتے ہیں جن میں ایک شخصیت حضرت الاستاذ قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہیں جن کے درد و کڑھن اور جدو جہد کے پیچھے یہی فکر کارفرما ہے کہ صحت الفاظ قرآنیہ اور معرفت قراءات کی نشأۃ ثانیہ ہو جائے اور یہ دولت عظمیٰ امت کو پھر دوبارہ میسر ہو جائے اور امت لحنِ قرآنی سے بچ جائیں جس کے لئے آپ۔۔مختلف اور گوناگوں علمی وفنی مشغولیوں اور مصروفیتوں کے باوجود۔۔ مختلف مدارس میں، جلسوں میں اور مسابقات کے موقع پر تشریف لا کر عوام اور خصوصاً خواص کو اس طرف توجہ اور ترغیب دلاتے رہتے ہیں جس کی ایک کڑی آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس میں حضرت الاستاذ نے فن کے پیچیدہ مسائل کا حل، مصاحف عثمانیہ کے بارے میں امت کا نظریہ اور اس کے تشفی بخش اور قابل اطمینان جوابات، مدارس کو رجال کار کی فراہمی کے لئے نئے طرز عمل اور نئے جدو جہد کی طرف توجہ، فن کے اصول و فروش پر مشتمل کتب کی طرف رجوع کی ضرورت، اسی طرح مساجد کے لئے ائمہ وخطباء و مؤذنین تیار کرنے کی طرف ترغیب دلائی ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ فن اور صحت (جو فن کے لئے بہت ہی ضروری ہے) کے لئے مضر اور منافی اشیاء سے اجتناب اور فن کے لئے مفید اور نافع چیزوں کے اختیار کی طرف متوجہ فرمایا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ آپ نے امت میں فن کے بارے میں موجود کمزوریوں اور بیماریوں کی تشخیص اور اس کے علاج کو بھی تجویز فرمادیا ہے جو شائقینِ فن کے لئے تسکین کا باعث ہونے کے ساتھ فن میں ترقی کے خواہاں لوگوں کے لئے راہ نما اور سنگ میل کا کام دیتا ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہاں قرآنی علوم وفنون کو اجاگر کرنا اور ان کو تدوینی شکل

دینا اپنی جگہ بے انتہا عظیم اور بابرکت ہے وہاں اہل قرآن اور حاملینِ قرآن کی خدمات اور ان کے علمی وفنی ملفوظات وارشادات کو منظر عام پر لانا بھی کچھ کم باعث اجر وثواب نہیں ہے، اس لئے کہ حاملین قرآن کے متعلق فرمان نبوی ﷺ ہے "اشراف امتی حملة القرآن" (میری امت کے معزز لوگ خدام قرآن ہے) اور یہ حقیقت ہے کہ اصحاب عزت وشرف کا ذکر بھی باعث عز وشرف ہوا کرتا ہے اسی حقیقت کے پیش نظر۔۔ بندۂ ناچیز کے دل میں یہ نیک جذبہ اور داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت الاستاذ کے بیانات۔۔ جو علمی وفنی ہونے کے ساتھ ساتھ فن کے ایسے مسائل کو لئے ہوئے ہیں جس کی حقیقت تک اکثر حضرات کی رسائی تک نہ ہو سکی لیکن حضرت الاستاذ کی وسیع مطالعہ، اخاذ ذہن شخصیت نے ان مسائل کا حل ایسی شستہ زبان اور افہام وتفہیم کے ایسے البیلے انداز میں پیش فرمایا ہے کہ سامعین جھوم کررہ جائیں، اس پرطرہ یہ کہ وہ بھی ایسی معیاری زبان میں کہ کہیں ادبیت کا دامن چھوٹنے نہیں پایا، گویا یہ بیانات علمی وفنی شہ پارے ہیں جن میں حضرت الاستاذ نے اپنی زندگی کے مطالعہ کا لب لباب اور کتب خانہ تجوید قراءات کے گلدستوں کا عطر کشید کر رکھ دیا ہے جس کو قارئین ہی دوران مطالعہ محسوس کر سکتے ہیں۔۔ جن کو کتابی شکل دے کر شائع کیا جائے تاکہ شائقین فن اور اساتذہ ان قیمتی شہ پاروں سے مستفید ہو سکیں، اور ضیاع نعمت سے قبل ہی نعمت کی قدردانی ہو جائے اس لئے کہ حدیث پاک میں حاملین قرآن کی قدردانی اور ان کے اعزاز و اکرام کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی علامت بتایا ہے، ارشاد ہے اکرموا حملة القرآن فان من اکرمه اکرمنی ...او کما قال علیه الصلوٰة والسلام، اسی طرح ایک دوسری روایت میں مذکور ہے، اغد عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولا تکن الخامسة فتھلک.. حدیث پاک میں علم دین اور

عالم دین کی قدر دانی کا کم سے کم درجہ عالم دین سے محبت کا بتایا ہے اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو وہ ہلاک و برباد ہے اور عالم دین سے محبت میں ان کے علمی و دینی کاموں میں نصرت وتعاون اور ان کی نشر و اشاعت بھی شامل ہے نیز (ان بیانات کی ترتیب واشاعت کا مقصد) کسی کو بھی حضرت الاستاذ کا خلا اور دوری محسوس نہ ہوں، بلکہ وہ ان شہ پاروں کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے دل میں حضرت والا کی صحبت کا لطف محسوس کرے اور آپ کے صحبت یافتہ لوگوں میں شامل کر دے۔

نوٹ:۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس بات کو ملحوظ نظر رکھیں کہ یہ بیانات کیسیٹوں سے کتابی شکل میں منتقل ہوئے ہیں لہٰذا اس کا انداز قلمی اور تحریری نگارشات کے بجائے خطابت کا ہوگا، حالانکہ حتی الامکان اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ خطابت کے بجائے تحریری اور قلمی انداز محسوس ہوں، لیکن بشر ہے اور بشریت کا تقاضہ بھی ہے کہ کوئی نہ کوئی کسر باقی رہ ہی جاتی ہے، نیز مکررات کو حذف کرکے اختصار سے کام لیا گیا ہے اور ہر بیان میں مرکزی اور ذیلی عناوین سے اس کو مزین کیا گیا ہے جس کو حقیر زادہ جناب مولوی رضوان سلمہ ڈینڈرولوی ،فلاحی ،ندوی نے انجام دیا ہے، جنہوں نے حضرت الاستاذ قاری محمد صدیق صاحب کی صحبت بابرکت میں رہ کر قراءت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی نیز اس کے بعد اپنے اساتذہ کرام کے مشوروں سے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں دو سال رہ کر فن ادب کی تکمیل کی، انہوں نے بڑی محنت شاقہ سے بار بار از اول تا اخیر اس کتاب کو دیکھا اور کتاب کی تصحیح کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں خوب برکتیں عطا فرمائیں اور انہیں خدمت دین کے لئے قبول فرمائیں۔

تشکر و امتنان: اس موقع پر میں اپنے جملہ اساتذۂ کرام خصوصاً حضرت رئیس الجامعہ مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کا شکر گزار ہوں جن کی آغوش میں

تربیت پاکر میں نے اس فن کو حاصل کیا اور میرے مشفق والدین کا بھی شکر گزار ہوں جن کی دعائے نیم شبی کی بدولت میں اس قابل بنا اور مجھے حضرت الاستاذ کی محنتوں، کاوشوں اور مساعی جمیلہ کی نشر واشاعت کی توفیق ایزدی ملی، نیز بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس موقع سے عزیز گرامی مفتی مولوی آدم صاحب دیواوی [گویا] (حال مقیم کنیڈا) کا ذکر خیر نہ کریں، اللہ نے ان کو صلاح وصلاحیت کی نعمت سے خوب نوازا ہے، موصوف سے راقم کی شناسائی و تعلق زمانہ طالب علم ہی سے ہے، موصوف نے خوب طالب بن کر اپنے اساتذہ سے اخذ واستفادہ کیا نیز اساتذہ کی قدر اور ان کا اکرام واعجاز ان کی فطرت میں داخل تھا یہی وجہ ہیں کہ فراغت کے بعد بھی اساتذہ سے اسی طرح کا تعلق باقی رہا گویا موصوف (ع) پیوستہ رہ شجر سے امید یں بہار رکھ، کے مصداق بنے ہوئے ہیں اسی تعلق ہی کی بنیاد پر موصوف نے حضرت الاستاذ کے بیانات کی اشاعت میں خوب جی لگا کر حصہ لیا اور خطیر رقم عنایت فرما کر اساتذہ سے محبت و تعلق پر مہر تصدیق ثبت فرمادی، اللہ ان کو خوب جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے اس نیک جذبہ کی قدر دانی نصیب فرمائیں (آمین)۔

اسی طرح ہم ان حضرات کا بھی ذکر ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے شروع سے اخیر تک کے سارے مراحل میں تعاون فرمایا بالخصوص قاری محمد عمران صاحب فلاحی ٹوکریا (جو کہ اس کے ناشر ہیں) کا جنہوں نے بذات خود تدریسی مشغلہ کے ساتھ رات و دن کی انتھک محنت وکوشش سے ان بیانات کو کمپوز کیا جو بڑا دقیق کام ہیں جن حضرات کو اس کام سے واسطہ پڑا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کام کس قدر سنجیدگی اور یکسوئی چاہتا ہے اسی قدر یکسوئی وتنہائی کے بعد یہ کام انجام تک پہونچا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے بھی انجام کو اچھا اور بہتر بنائیں، اسی طرح محبوب القراء جناب قاری عبدالعزیز صاحب فلاحی،

دیولوی اور جناب قاری محمد حسن صاحب فلاحی ،ٹو کریا کہ بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے ہر طرح سے ہمارے کام میں ہاتھ بٹایا فجزاہم اللہ احسن الجزاء، اللہ رب العزت میری طرف سے اور جمیع امت کی طرف سے اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطاء فرمائیں۔

اخیر میں اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس کو ہمارے لئے ذریعہ نجات اور قارئین کے حق میں نافع بنائیں۔

(قاری) محمد ہارون (صاحب) فلاحی، ڈینڈ رولوی
خادم قرآن کریم مدرسہ جامعہ نذیریہ کاکوسی

تقریظ از

مفکر ملت، فخر گجرات، مرجع العلماء، خورد نوازی میں امتیازی شان کے حامل، فخر الاماثل حضرت اقدس رئیس الجامعہ مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیۃ بالعافیۃ

عزیزم قاری محمد ہارون صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! عرض آنکہ عرصہ ہوا آپ کا ارسال کردہ ''فن تجوید وقراءت کا پیغام خدام قرآن کے نام'' مسودہ موصول ہوا تھا، بندہ سفر میں تھا واپسی میں مصروفیات کے سبب اس پر نظر نہ کر سکا تھا، اب تھوڑی فرصت ملی تو مسودہ پر نظر کی اور کئی مقامات سے پڑھا الحمد للہ بہت مفید پایا۔

حضرت قاری محمد صدیق صاحب زید فضلہ الحمد للہ اس فن پر گہری نظر رکھتے ہیں اور فن کی اہم کتابوں کا مطالعہ فرماتے رہتے ہیں اس لئے موصوف نے طلبہ کے لئے فن کے متعلق جو باتیں پیش فرمائی ہیں وہ بہت قیمتی اور لائق توجہ ہیں۔

علوم قرآن میں فن تجوید وقراءت کا مقام بہت بلند ہے اور فن قراءت اساتذہ سے محنت شاقہ اور توجہ کاملہ کے بعد ہی صحیح طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے، اساتذہ کے ساتھ طویل صحبت اور ان کی رہنمائی کے مطابق مشق وتمرین ہی فن میں پختگی پیدا کر سکتی ہے۔

پھر یہ فن بہت باریک ہے ایک ماہر فن ہی اس کی مشکلات کو حل کر سکتا ہے الحمد للہ محترم قاری محمد صدیق صاحب زید مجدہ کو طویل عرصہ سے اس فن کے پڑھنے پڑھانے

کی سعادت حاصل رہی ہے اس لئے وہ ہمیشہ طلبہ کو آسان اسلوب میں مختلف مسائل کی تفہیم فرماتے ہیں فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ایک ماہر فن کے پیغام کو مرتب فرما کر طلبہ کے لئے قیمتی تحفہ تیار کر دیا ہے، دعا ہے کہ اللہ آپ کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور فن تجوید وقراءت کے شائقین کے لئے اس کتاب کو مفید بنائے۔

ھذا ما عندی والصواب عند اللہ، والیہ المرجع والمآب، وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وصلی اللہ وسلم تسلیما.

احقر عبداللہ غفرلہ کاپودروی

۲۷ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

۷/ جون ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائیہ کلمات از

برکۃ العصر، بقیۃ السلف، محبوب العوام والخواص حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم، خلیفۂ اجل حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ وشیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل (سورت)

قرآن مجید کو تجوید اور صحت کے ساتھ پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے المقدمۃ الجزریۃ میں اس کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ارشاد ہے

والاخذ بالتجوید حتم لازم من لم یجود القرآن اثم

ہمارے مدارس عربیہ اسلامیہ میں چند سال قبل ایک دور ایسا بھی گذرا ہے کہ اس فن کی طرف جیسی توجہ اور اعتناء برتنا چاہیے، نہیں برتا گیا، بحمد اللہ تعالیٰ پچھلے چند سالوں سے اس فن کی طرف توجہ اور اعتناء کا سلسلہ شروع ہوا اور اس مبارک سلسلہ کو شروع کرنے میں جن حضرات قراء کی خصوصی توجہ اور محنت شامل حال رہی ان میں ایک اہم اور قابل ذکر شخصیت حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب مدت فیوضہم (صدر شعبۂ تجوید وقراءت فلاح دارین ترکیسر) کی ہے، توجہ اور اعتناء کے اس سلسلہ کو فروغ دینے کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا اس میں مسابقہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، عموماً ایسے مسابقات ماہرین فن کی زیر نگرانی وسرپستی کیے جاتے ہیں، حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب مدت فیوضہم کی زیر نگرانی وسرپرستی اس طرح کے مسابقات منعقد کیے جاتے ہے، ان میں قاری صاحب موصوف نے فن تجوید وقراءت کی نسبت سے جو قیمتی اور اہم باتیں اپنے صدارتی بیانات میں ارشاد فرمائیں ان کو ان ہی کے ایک شاگرد

مولانا قاری محمد ہارون صاحب زید مجدہم (استاذ تجوید و قراءت جامعہ نذیریہ کاکوسی) نے کتابی شکل میں ترتیب دے کر اہل علم کی خدمت میں پیش کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان افاضات و افادات سے علماء وطلباء کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا کر مرتب کے حق میں بھی اس مجموعہ کو صدقۂ جاریہ بنائے اور حسن قبول عطا فرمائے۔

آمین: فقط

العبد احمد خانپوری

۱۴/ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ

تقریظ از

صلاحیت اور صالحیت کے حامل حضرت قاری عبدالستار صاحب اسلامپوری دامت برکاتہم استاذ تجوید وقراءت واستاذ حدیث جامعہ امداد العلوم وڈالی

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امابعد

حضرات! ملک ہندوستان میں دیگر صوبوں کی طرح صوبہ گجرات میں اشرف العلوم فن تجوید وقراءت کی اشاعت وترویج کے لئے بے شمار نفوس قدسیہ نے اپنی زندگیاں وقف کردی ہیں۔

پچھلے چالیس سال سے جنوبی وشمالی گجرات میں جن عبقری شخصیات نے اس فن کی اشاعت وترویج کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے ان میں حضرت قاری محمد انیس احمد فیض آبادیؒ، حضرت قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری دامت برکاتہم، اور محدث کبیر حضرت مولانا قاری زین العابدین صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

حضرت قاری محمد انیس احمد صاحبؒ نے فلاح دارین ترکیسر میں رہ کر مکمل یکسوئی کے ساتھ اس فن تجوید وقراءت کی اہم خدمت انجام دی، حضرت قاری صاحبؒ کی وفات کے بعد جس عبقری شخصیت نے اس فن کے ارتقاء کے لئے شب وروز ایک کردیا اور فلاح دارین میں رہ کر صرف فلاح دارین ہی نہیں بلکہ پورے گجرات کو محنت کا میدان بنایا وہ حضرت قاری صاحبؒ کے ارشد تلمیذ حضرت قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی مدظلہ العالی کی ذات گرامی ہے، آپ الشاب سنا والشیخ علما وفنا کے مصداق ہیں، فن تجوید وقراءت میں ماہر اور معتمد ہونے کے ساتھ مرجع القراء ہیں، فن تجوید وقراءت میں بیش بہا تصانیف کے مؤلف ہیں، قراءت عشرہ بطریق طیبہ کے اجراء کو ضبط وتحریر میں لانا ایک مشکل کام تھا، ہندوستان کے ماہر فن بھی اس کے لئے

ہمت نہیں کر رہے تھے حضرت قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ہمت کی اور محنت شاقہ کے بعد ایک عمدہ کتاب المیسرۃ تالیف فرمائی فن قراءت کے بعض اہم مسائل پر حضرت قاری صاحب نے جو تحقیقی کلام کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ محترم نے متقدمین اور متاخرین ماہرین کی تصانیف سے بھرپور استفادہ کیا ہے، آپ نے فن قراءت کے متعلمین کے لئے صرف نہیں بلکہ معلمین کے لئے سہولت کردی ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ گجرات میں اہل مدارس نے جب سے اس فن تجوید و قراءت کو داخل درس کیا اور دیگر علوم وفنون کے ساتھ اس پر بھی خصوصی توجہ دی تو طلبہ کو اس فن کی طرف راغب کرنے کے لئے نیز ذوق وشوق بڑھانے کے لئے انجمنیں قائم کیں، الگ الگ مقامات پر مظاہرۂ قراءت کے نام پر جلسے منعقد کئے اور کر رہے ہیں، نیز سال کے اخیر میں مسابقات کا انعقاد بھی شروع کردیا، اور ماہرین فن کو مدعو کیا جانے لگا الحمد للہ اس سے مشقی ذوق وشوق میں غیر معمولی اضافہ ہوا، ان مسابقات میں سب سے زیادہ جس شخصیت عظمیٰ سے استفادہ کا موقع حاصل ہوا اور گرانقدر علمی وفنی وقیع وپرتاثیر بیانات سے خادمان قرآن وطالبان علوم نبوت کو جو فائدہ ہوا وہ بھی رفیق محترم حضرت قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم ہی کی ذات گرامی ہے، جنوبی گجرات کے ساتھ شمالی گجرات کے اکثر مدارس عربیہ میں مسابقہ کی مجلس میں آپ بحیثیت صدر مدعو ہوتے ہیں اور اختتام مسابقہ پر آپ کا پر مغز اور پرخلوص بیان ہوتا ہے، اکثر مقامات میں احقر کی بھی شرکت رہتی ہے، استفادہ کا خوب موقع حاصل ہوتا ہے، اس بات کی ضرورت تھی کہ افادۂ عام کی غرض سے ان بیانات کو شائع کیا جائے، لائق صد مبارک باد ہیں ہمارے محترم جناب قاری محمد ہارون صاحب ڈینڈ رولوی زید مجدہ (فاضل فلاح

وارین ترکیسر مدرس جامعہ نذیریہ کاکوسی) جو حضرت قاری محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی کے اولین تلامذہ میں ہیں اور ایک عرصہ سے جامعہ نذیریہ کاکوسی میں شعبۂ تجوید و قراءت میں بہت عمدہ خدمت انجام دے رہے ہیں، اسی طرح قابل قدر ہیں ہمارے عزیزم قاری محمد عمران صاحب ٹوکریہ سلمہ (فاضل فلاح دارین ترکیسر مدرس جامعہ الفضل احمد آباد) آپ نے حضرت قاری محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی اور محترم قاری محمد ہارون صاحب ڈینڈر رولوی دونوں سے علم تجوید و قراءت حاصل کیا اور تقریباً ۱۳ر سال سے جامعہ الفضل میں روایت حفص کے ساتھ قراءت سبعہ و عشرہ کا شعبہ آپ کے ذمہ ہے، آپ دونوں کی ہمیشہ یہ فکر رہتی ہے کہ اس فن کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو، اس سے قبل قراء شمالی گجرات کے مقالوں کو کتابی شکل دے کر شائع کر چکے ہیں اور شائقین فن کی طرف سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں اب اپنی علمی خدمات کو آگے بڑھاتے ہوئے عزم کر چکے ہیں کہ حضرت قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کے مسابقات پر ہونے والے بیانات کو "فن تجوید و قراءت کا پیغام خدام قرآن کے نام" سے شائع کریں، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو قبول فرمائیں، اب دونوں احباب نے ان بیانات کو بڑی محنت کے بعد مختلف کیسٹوں سے اخذ کیا ہے اور کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لی، جو حضرات اس طرح کے محنت طلب کاموں میں مصروف رہتے ہیں وہی اس کام کی دشواریوں کو جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی نصیب فرمائیں اور اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازیں اور دونوں احباب کو مزید علمی خدمات کے لئے قبول فرمائیں۔

اس کار خیر میں حصہ لینے والے محترم جناب قاری محمد ہارون صاحب مدظلہ العالی کے بڑے صاحب زادے مولوی رضوان فلاحی، ندوی سلمہ کو بھی مبارک باد دیتے ہے

کہ آپ نے شب و روز کی عرق ریزی اور لگن سے کتاب کی تصحیح کی، بالخصوص عمدہ عناوین سے اس کو مزین کیا جو ایک محنت طلب کام ہے، کم سنی میں اللہ نے قلم کا اچھا ذوق دیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مزید ترقیات سے نوازیں۔

فقط والسلام

عبدالستار اسلام پوری

جامعہ امداد العلوم وڈالی

۲۸ ربیع الآخر

تائیدی کلمات از

عالی ہمت، صاحب عزم واستقلال حضرت مولانا یٰسین صاحب مظاہری دامت برکاتہم مہتمم جامعہ نذیریہ کاکوسی (شمالی گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی ازلی وابدی کتاب ہے، اس کی حفاظت کا وعدہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے، انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (سورۃ حجر) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں (بیان القرآن)

حفاظت قرآن کا یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی جہاں مدارس عربیہ، مکاتب قرآنیہ اور مراکز دینیہ کی شکل میں پورا ہوتا نظر آرہا ہے، وہیں علماءِ ربانیین کا ایک بڑا طبقہ اس کی خدمت میں مصروف نظر آرہا ہے، کیونکہ قرآن کے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ اس کا رسم الخط، طرز اداء اور معانی بھی قرن اول سے آج تک برابر محفوظ چلے آرہے ہیں۔

باری تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے رجال فن پیدا فرمائے ہیں، جنہوں نے قرآن مجید کی خدمت کے لئے ہر طرح کے آرام وراحت کو تج کرکے اور صعوبتیں برداشت کرکے صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی کو درست نہیں کیا، بلکہ لب ولہجہ کو بھی سنوارا، اور من وعن قرآن مجید کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا، بقول مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ یہ قرآن من فم الی فم من صدر الی صدر من قرن الی قرن ہم تک پہونچا ہے۔

ان باتوفیق وباسعادت رجال فن میں محترم القاری المقری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم ہیں، آپ اپنے میدان فن تجوید وقراءت کے شہسوار ہیں، جہاں مشق میں

آپ کو یدطولیٰ حاصل ہے، وہاں کتابی دنیا میں بھی اپنی نظیر آپ ہیں، فن کی باریک باتوں کی تلاش میں مہینوں تک اپنے آپ کو مشغول رکھنا پھر تحقیق دستیاب ہونے پر غیر معمولی مسرت محسوس کرنا، اسی طرح اپنے شاگردوں کو محنت کا خوگر بنانا اور اس فن جلیل سے والہانہ وابستگی پیدا کرنا، آپ کا نمایاں وصف ہے، اپنے شاگردوں کے لئے حسب صلاحیت مدارس کا انتخاب کر کے تدریسی خدمات پر مامور کرنا اور موقع بموقع نگرانی و رہبری کرنا، اور مردم سازی کا کام آپ کی فطرت ثانیہ ہے، آپ کے تلامذہ گجرات، ہندو بیرون ہند مختلف ممالک میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان تمام سے گہرا ربط رکھنا اور فنی رہبری و ہدایات سے نوازتے رہنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔

مختلف مدارس عربیہ میں فن تجوید پر ہونے والی آپ کی تقاریر اسی فکر و محنت کی ایک کڑی ہے، ان تقاریر کا مجموعہ رفیق محترم قاری محمد ہارون صاحب فلاحی ڈینڈرولوی نے بندہ کو پیش کیا، خوب استفادہ کا موقع ملا، اور اس سے فن تجوید کی اہمیت سامنے آئی، بندہ تہہ دل سے رفیق محترم کا شکر گزار ہے کہ غیر معمولی سعی سے ان گوہر پاروں کو آپ نے ایک لڑی میں پیرو دیا، تقاریر کا یہ مجموعہ فن تجوید قراءت کی خدمت انجام دینے والے احباب کے لئے گراں قدر انمول سرمایہ ہے، بندہ دعا گو ہے کہ مجودین حضرات ان تقاریر سے فیضیاب ہو کر اپنے فن کو ترقی دیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کے مستحق بنیں گے۔

محمد یٰسین غفرلہ

خادم جامعہ نذیریہ کاکوسی

بیان (۱)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت تلاوت

جامعہ نذیریہ کاکوسی ﴿پالن پور﴾

تفصیلی فہرست

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يضلل الله فلا هادی له أشهد ان لا اله الا الله واشهد أن محمداً عبده ورسوله صلی الله علیه وعلیٰ اٰله وأصحابه أجمعين: أما بعد عن انس رضی الله عنه أنه قال سئل عن قرأة رسول صلی الله علیه وسلم فقال كانت قرأته مداً ثم قرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم بمد الله وبمد الرحمٰن وبمد الرحيم (رواه البخاری)

اساطین علم وفضل، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز مہمانو! ہمیں رب کریم کا سراپا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اتنی ساری کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس ذات نے کیسی پاکیزہ اور مقدس نسبتوں سے ہمیں اور آپ کو نوازا ہے، کتنی ہی نیک ساعت تھی کہ ہمارے یہ مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خداداد صلاحیتوں کو منظر عام پر پیش کر رہے تھے، بہت مبارک ہو، بارگاہِ خداوندی میں ان طلبۂ عزیز کو بطورِ خاص نذرانۂ شکر پیش کرنا چاہیے، اللہ کا شکر ادا کیجیے بہت بڑا انعام ہے جو آپ کے حصہ میں آیا ہے، سعادتیں اپنی جگہ ہیں، خوش آوازی، گلے کی عمدگی، آواز کی کشش، صوتی سوز یہ ایک بہت بڑا انعام ہے، یہ سب منعم حقیقی اپنی حکمت کے تحت اپنے مخصوص بندوں کو عنایت فرمایا کرتے ہیں، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اس میں سے کچھ حصہ ہمیں اور آپ کو ملا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی خوش الحانی کے باب میں

میرے بچو! ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حکمتوں کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے، کہ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بندگانِ خدا، رب کریم کے اس انعام کے ذریعہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو رحمتِ خداوندی کا مورد بناتے، رحمتِ خداوندی ان کے حصہ

میں آتی، ان کی طرف متوجہ ہوتی، ان کی نسبتیں ترقی کرتیں، قربِ خداوندی کے مراحل اور منازل طے کرتے، غضبِ خداوندی اور لعنتِ خداوندی کا اپنے آپ کو مورد بنا رہے تھے، بہت سی وہ عورتیں جن کے حصہ میں خوش گلوئی کا انعام آیا ہوا تھا، بجائے اس کے کہ وہ اس انعام کو رضائے الٰہی کے لئے مصرف کے طور پر قرار دیتیں، وہ کسی متمول کے یہاں چند کوڑیوں کے لئے مغنیہ کی حیثیت سے ملازمت کرتی تھیں، تو بہت سے بندگانِ خدا وہ تھے جو شراب کی عشقیہ محفلوں کو اپنی ان خوش آوازی کے ذریعہ گرمایا کرتے تھے، کچھ وہ لوگ تھے جن کا پیشہ ہی مصنوعی حزن وملال تھا، کتنی مدت کے بعد، کئی دنوں کے بعد نوحہ اور اس پر مشتمل اشعار اپنے خداداد انعام کے ذریعہ وہ پڑھتیں اور بلا وجہ مصنوعی حزن لوگوں میں بھرنے کی کوشش کرتیں، یہ وہ چیزیں تھیں جن سے قلوب میں ظلمت پیدا ہوتی تھیں، ایک بندہ اپنے آپ کو رحمت خداوندی سے کوسوں دور کر لیتا تھا، لیکن قربان جائیں سرکار دو عالم ﷺ پر کہ آپ نے اس امت پر ترس کھایا اور ایسے بندوں کو خوش گلوئی کے انعام کا صحیح مصرف عنایت فرمایا، اور مختلف انداز میں، کبھی ترغیبی انداز میں، کبھی ترہیبی انداز میں کبھی اپنی استعداد کے ذریعہ، کبھی بذات خود حسن قراءت میں تلاوت فرما کر، ان بندوں کو یہ پیغام دیا کہ یہ وہ انعام ہے جو صرف اور صرف اللہ کے کلام کے لئے صرف ہونے والا ہے، اللہ کے محبوب ﷺ نے امت کے دھارے کو بدلا، نافرمانیوں میں، غضب الٰہی میں جو آوازیں صرف ہو رہی تھیں اس کے دھارے کو بدل کر بندوں کو اللہ سے قریب کیا، بندوں کو اللہ سے جلدی قرب کے اسباب عنایت فرما دیے کہ اللہ کا ایک بندہ جب اللہ کے کلام کو خوش آوازی سے تلاوت کرتا ہے، تو وہ ذات اتنی شوق سے اس کی تلاوت کو سنتی ہے کہ اتنے شوق سے کسی بھی چیز کو نہیں سنتی۔

ہر کام میں ابتداء سے اخلاص ضروری

میرے بھائیو! کتنی بڑی بات ہے، دیکھیں اخلاص وللہیت آنے میں دیر لگتی ہے اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے، شروع میں ریا کاری ہوتی ہے لیکن ابتداء ہی سے اخلاص کی کوشش ضروری ہے، ہمیں اور آپ کو مشق کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا ہے کہ ہم اور آپ صرف اور صرف اللہ کی رضاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں، ایک مشاق طالب علم جب اس نظریہ کے ساتھ، اس ذہن کے ساتھ اللہ کے کلام کو عمدہ آواز میں تلاوت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ ضرور خوش ہو کر اس نعمت میں اضافہ کرے گے۔

نعمت پر شکر کا اصل طریقہ اور اس کا صحیح مصرف

میرے بھائیو! ہم کتنے خوش قسمت ہیں، کل ہی ہم کچھ بچوں سے پوچھ رہے تھے کہ اس انعام کو پانے کے لئے ہم نے، آپ نے کچھ پاپڑ بیلا ہے؟ ہم نے، آپ نے بارگاہِ خداوندی میں آنسوں بہائے ہیں؟ کچھ نہیں ہوا، صرف اس نے اپنی کرم فرمائی کی بنیاد پر بعض بندوں کو اس انعام سے نوازا ہے، شکر ادا کیجیے اور شکر کا اصل جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کا صحیح مصرف اپنائیں، اس میں اپنے آپ کو لگائیں، ابھی دوپہر میں مذاکرہ ہو رہا تھا ہم یہ چاہ رہے تھے کہ ہمارے ان بچوں کے پاس ایسے قراء کے کیسٹ ہوں، جن کے پڑھنے میں ایک خاص قسم کا سوز ہو، جن کی تلاوت سے دل کی دنیا بدل جائے، کیف بھر جاتا ہو، ایسے قراء کے کیسٹ آپ کے ہاتھوں میں ہونے چاہیے، آپ رات کو بستر پر سونے جائیں یا تو تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہو، یا کسی ایسے پرسوز قاری کی تلاوت آپ کے کانوں میں ہو۔

شیخ محمد صدیق المنشاویؒ کی تلاوت میں دردوسوز

لڑکو! مجھ سے پوچھا گیا کہ کس کا کیسٹ ہونا چاہیے، ہم آپ بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کریں گے کہ ہماری معلومات میں جن قراء کے کیسٹ ہیں وہ شیخ محمد صدیق المنشاوی کا کیسٹ اپنے ساتھ ہو، ان کے پڑھنے میں جو درد اور سوز ہے وہ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے، اور جب ہمارے بھائیوں نے ان کے حالات ہمارے نام بھیجیں، شیخ محمد صدیق المنشاوی کے مختصر حالات ابھی چھپے ہیں، جب میں نے اس کو پڑھا تو عش عش کر گیا، کیا لوگ تھے ایک مدت سے ہمیں اس کا خیال تھا کہ ان کے پڑھنے میں اس قدر سوز کیسے پیدا ہوا؟ لیکن ان حالات کو پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے کلام خداوندی کے لئے اپنے آپ کو بالکلیہ فارغ کر دیا اور مشق میں فنائیت کا مقام حاصل کر لیا، دنیا کے سارے اسباب کو اور ساری آسائشوں کو انہوں نے لات مار دیا، ٹھوکر مار دیا، لکھا ہے کہ بہت کم عمر پائی ۴۹ رسال کی عمر تھی، جب مصر میں ان کے مشق کی طوطی بولنے لگی، اور جب ان کا چرچا ہوا اور مصر کے صف اولی کے مشاقوں میں ان کا نام آنے لگا تو وہاں کے جو اشاعت کے ادارے ہیں جہاں سے لوگوں کی قراءتیں (rely) شائع ہوتی ہیں اشاعت کے ادارے والوں نے ان سے درخواست کی کہ آپ ہمارے اسٹوڈیو میں آیئے اور اپنا کلام پاک ٹیپ کیجیے ہم پوری دنیا میں اس کی اشاعت کریں گے، ان کا جواب سنیے کہ یہ شہرت کی چیزیں ہیں؟ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، عجیب بات ہے اللہ کا بندہ صرف اپنے گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے، لکھا ہے کہ یہ مصر کا واحد قاری ہے کہ اشاعت کے لوگ سارا سامانِ اشاعت لے کر ان کے گھر پہنچتے ہیں، اور شیخ اپنے گھر میں بیٹھ کر تلاوت کرتے

ہے کوئی مجمع نہیں، اگر کسی کو سننے کا شوق ہے شیخ کا مکان مسجد کے بغل میں ہے، لوگ مسجد میں جمع ہو کر سنتے ہیں، شیخ مسجد میں تنہا تلاوت کرتے ہیں ایک بندہ تنہائی میں بیٹھ کر جب اللہ کے کلام کو تلاوت کرتا ہے تو ممکن نہیں کہ اسے کیف میسر نہ ہو، اس واقعہ کو پڑھ کر ان کی عظمت ہمارے دلوں میں اور بڑھ گئی، اس میں اضافہ ہوا۔

جمال عبدالناصر اور شیخ المنشاوی کا استغناء

ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ان کے یہاں جمال عبدالناصر جو مصر کا بادشاہ تھا، وہ شیخ منشاوی کے علاقہ میں کسی بڑے مجمع سے خطاب کرنے والے تھے تو شاہ کے لوگوں نے اپنا ایک پیغامبر ان کے یہاں بھیجا اور کہا کہ شاہِ مصر فلاں جگہ آنے والے ہیں آپ کے لئے سعادت کی بات ہے کہ شاہِ مصر کی مجلس آپ کی تلاوت سے شروع ہو، آپ کے لئے کتنے بڑے شرف کی بات ہے، آپ دنیا بھر میں یہ کہہ پائیں گے کہ میں نے شاہ کی مجلس میں قراءت پڑھی لوگ اس کو اپنے لئے فخر خیال کرتے ہیں آپ کے لئے فخر کا موقع ہے، کیسا استغناء سے بھرپور جواب دیا بھائی! یہ کیسے کہہ رہے ہو کہ مجھے شاہ کی مجلس میں قراءت کی سعادت حاصل ہونے والی ہے، تمہیں تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ شاہ کو میری قراءت سننے کی سعادت حاصل ہونے والی ہے، شاہ نے غلط آدمی کا انتخاب کیا ہے پیغامبر کی حیثیت سے، ہم ایسے مجمعوں میں تلاوت نہیں کرتے، یہ جواب ایسے ہی شخص کا ہو سکتا ہے جس کو اللہ نے غناءِ قلب سے نوازا ہو، ہم اپنے بچوں کو اسی لئے اس کا مشورہ دیتے ہیں کہ ایسے بندگانِ خدا کی کیسٹ سنیں، شیخ حذیفی کا قرآن سنیں جو ابتدائی دور میں شائع ہوا تھا۔

اللہ آپ کو مزید ترقیات سے نوازے

میرے بھائیو! مشق کی بہت بڑی دنیا ہے اور ابھی یوں کہیے کہ ہم مشق کا پہلا زینہ بھی نہیں چڑھے ہیں، ابھی تو آواز کیا ہے، اس کو بھی ہم نے نہیں سمجھا ہے، خیر کوشش شروع کیجیے اللہ مبارک فرمائیں، صبح سے ہم بچوں کو سن رہے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان بچوں کے رکوعات کی ایک ایک آیت کو بہت ناپ تول کر، سن کر مشق کرایا گیا ہے، ان بچوں کی قراءت کی جو عمدہ لڑی ہے اس کے ہر دانہ کو سجایا گیا ہے، بہت مبارک ہو، ۳۰ ر سال پہلے کون سوچ سکتا تھا کہ پالن پور کے علاقہ کا کوئی جوان وہ کہیں مشاق ہو سکتا ہے؟ ایسا ممکن نہیں تھا، اللہ تعالیٰ ارباب ادارہ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں مخلص اساتذہ کرام اور جو ہمدردی اور جذبات سے مملو لوگ آپ کے مستقبل کو سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں، احترام کی نگاہوں سے دیکھیں ان کو اپنا محسن خیال کیجیے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی مشق میں خوب ترقی ہو۔

مشق کے ساتھ کتب بینی کا ذوق بھی چاہیے

اس کے ساتھ ساتھ چونکہ قراءت کے دو میدان ہیں، ایک میدان تو مشق کا ہوتا ہے، اور ایک میدان کتبِ قراءت کا، مدارس یہ مراکز تحقیق ہیں یہی وہ جگہیں ہیں جہاں سے مسائل کی، احکامِ دینیہ کی تحقیق ہوا کرتی ہے، یہیں قیل وقال ہوتی ہے، جب آپ یہ چہار دیواری کے ماحول کو چھوڑ جائیں گے ساری چیزوں سے محروم ہو جائیں گے، کبھی زندگی بھر میں پچاس سال میں بھی ایک مرتبہ ایک مسئلہ پر بحث کی نوبت نہیں آتی، اللہ کا شکر ادا کیجیے، کتنے اچھے مواقع میں اللہ نے آپ کو بھیجا ہے، بہت اچھے مواقع آپ کو میسر ہوئے ہیں یہاں۔ مسائل کی چھان بین ہوتی ہے، مخالف دلائل

بھی دیکھے جاتے ہیں، موافق دلائل بھی دیکھے جاتے ہیں اور اصحاب رائے ان دلائل کا موازنہ کر کے مسئلہ کے راجح پہلو کو اجاگر فرماتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کتب بینی کا ذوق بھی پیدا فرمائیں، اللہ کا شکر ہے کہ یہ دور اشاعت الکتب کا دور ہے، ہمارے اکابر کو، ہمارے بزرگوں کو، ہمارے اسلاف کو اس فن کی تحقیق کے لئے اتنے سارے اسباب ووسائل کبھی فراہم نہیں ہوئے، اتنی کتابیں کبھی ان کے پاس نہیں آئیں جو اس وقت ہمیں اور آپ کو آسانی کے ساتھ مل جایا کرتی ہیں، آپ جب کتب بینی کا ذوق پیدا کریں گے اور فن کی کتابوں میں آپ تھوڑا سا جھانکنا شروع کریں گے آپ کو یہ محسوس ہوگا کہ برسوں کے وہ مسائل جو ایک عقدہ بنے ہوئے تھے اس کی پیچیدگی ایک مدت تک پیچیدگی کی حیثیت سے رہی، لوگ اس کو حل نہیں کر پائے، بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ پانچ پانچ یا چھ سال کے بعد کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے۔

حضرت رئیس الجامعہ اور آپ کی عادت شریفہ

ایک مرتبہ حضرت الاستاذ (حضرت قاری انیس احمد صاحبؒ) بیمار تھے اور رئیس الجامعہ (حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم) تشریف لائے آپ کی ایک عادت تھی کہ جب گھنٹی خالی ہوتی تو طلبہ کو خود بلا لیتے یا درس گاہ میں خود تشریف لے آتے اور سبق سنتے تو پوچھا کہ والسمآء ذات البروج جو سورت ہے قرآن کریم میں اس کے حاشیہ پر آیۃ جِـمَـصِيَّة لکھا ہوا ہے اس کا کیا معنی؟ بچوں سے پوچھا، بہر حال کسی سے جواب نہیں بن پڑا، بچے ہمارے یہاں آئے مجھ سے پوچھا کہ آج رئیس محترم نے سوال کیا، ہمیں خود بھی نہیں معلوم تھا، تقریباً تین یا چار سال اسے ہی تلاش کرتے رہے، ناامیدی رہی سوال کا جواب نہیں ملا، بالآخر نصرت

خداوندی کے تحت ایک شاگرد پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب لائے ''کاشف العسر'' عدالآی بھی ایک فن ہے، علامہ شاطبیؒ کا ایک منظوم قصیدہ ہے، اس کی یہ شرح ہے'' کاشف العسر'' اس میں اس سوال کا جواب مل گیا، آپ یقین جانیں جب مجھے وہ جواب ملا ہے واقعۃً میرے لئے وہ عید کا دن تھا، اتنی خوشی یعنی خوشی بایں معنی تھی کہ یہ جواب کسی کو معلوم نہیں تھا صرف ہمیں ہی معلوم تھا، اخلاص تو مشکل تھا بہر حال اتنی خوشی ہوئی، کئی بار ایسا ہوا کہ تین تین، چار چار سال ہو جانے کے بعد کسی سوال کا جواب ملتا ہے لیکن جواب ملنے پر جو خوشی ہوتی ہے اس کا احساس ابھی آپ نہیں کر سکتے، جب آپ اس مرحلہ سے گزریں گے، تین چار سال کسی مسئلہ کے حل پر آپ مضطرب ہوں گے، پریشان ہوں گے، بہر حال اس کا احساس تو اسی شخص کو ہوتا ہے جو اس دور سے گزرا ہو۔

شیخ محمد المتولیؒ کی ایک عمدہ تحقیق

ہمارے اساتذۂ کرام بلکہ سارے طلبہ جو فوائد مکیہ پڑھنے والے ہیں وہ اس مسئلہ سے واقف ہیں کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد لام اور راء میں سے کوئی حرف آتا ہے تو طریق شاطبیؒ سے ادغام بلا غنہ ہے لیکن طریق جزریؒ سے ادغام مع الغنہ بھی ہے، فوائد مکیہ پڑھنے والے طلبہ اس سے واقف ہیں ویسے یہ مسئلہ تو عشرۂ کبیر سے متعلق ہے، لیکن عشرۂ کبیر یہاں نہیں ہے، فوائد مکیہ سے بھی اس کا تعلق ہے، اساتذہ یہاں یہ تقریر فرماتے ہیں کہ طریق جزریؒ میں بروایت حفص ادغام مع الغنہ بھی ہے، لیکن اس کے لئے ایک شرط اور بیان کرتے ہیں بشرطیکہ نون مرسوم یعنی نون لکھا ہوا ہو، دیکھئے قرآن کریم میں **ان لا**، **الّا** دو طرح مرسوم ہے، دو طرح لکھا گیا ہے ایک **الّا**

بلا نون کے مطابق تلفظ کے، اور ایک ان لا مطابق اصل کے نون کے ساتھ لکھا گیا ہے، فوائد مکیہ کی اس عبارت سے مسئلہ یہ صاف ہے کہ جس الا میں نون مرسوم نہیں ہے، وہاں ادغام مع الغنہ کرنا جائز نہیں، ابھی جب میرے یہاں ایک کتاب آئی شیخ محمد المتولیؒ کی ہم اس کا مطالعہ کر رہے تھے، جب میں اس مقام پر پہنچا تو میری طبیعت مچل گئی اتنی خوشی ہوئی انہوں نے علامہ جزریؒ کا اس جگہ تعاقب فرمایا، دیکھئے فوق کل ذی علم علیم علم کسی کی جائداد نہیں ہے اللہ جس کو چاہے نوازتے ہے اور ویسے بھی زمرۂ قراء میں یہ بات مشہور ہے اور ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ محمد المتولیؒ کے زمانہ تک پوری دنیا علامہ جزریؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتی تھی اور واقعۃً علامہ جزریؒ نے وجوہات اور مسائل کی جو چھان بین اور تحقیق فرمائی ہے جیسا کہ بعد کے لوگوں نے تأثر لکھا ہے کہ اس سے زیادہ تحقیق ممکن ہی نہیں، وہ اپنی جگہ بالکل بجا ہے لیکن اس کے باوجود علامہ جزریؒ ایک اصول کو بیان فرما کر اپنا رجحان بیان فرما رہے تھے کہ متقدمین کی عبارات میں تو مسئلہ مطلق ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد لام اور راء میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام بلا غنہ اور ادغام مع الغنہ بھی ہے خواہ نون لکھا ہوا ہو یا نہ لکھا ہو، لیکن جزریؒ فرماتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو نون مرسوم کے ساتھ مقید کر دینا چاہیے یعنی ادغام مع الغنہ کے جواز کو نون مرسوم کے ساتھ مقید کر دینا چاہیے یعنی نون اگر مرسوم ہے تب ہی جیسے من لدنہ میں نون مرسوم ہے تو وہاں ادغام مع الغنہ کر سکتے ہے لیکن لــــئلا جیسے مواقع میں چونکہ نون مرسوم نہیں ہے لہذا وہاں ادغام مع الغنہ جزریؒ کی رائے میں جائز نہیں ہے، تو جزریؒ یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو مقید کر دینا چاہیے اور جزریؒ سے پہلے یہ رائے علامہ دانیؒ کی تھی، علامہ دانیؒ یہ فرما رہے ہیں کہ نون کے مرسوم نہ ہونے کی شکل میں اگر غنہ کیا جائے تو یہ

غنہ رسم کے خلاف ہے، رسم کے خلاف یہ ہے کہ غنہ دراصل صفت ہے نون کی، اور نون رسم میں موجود ہی نہیں، اب غنہ کرنا گویا بلا موصوف کے صفت کو ادا کرنا ہے لہٰذا غنہ کرنا یہ رسم کے خلاف ہوا، رسم اس کی تائید نہیں کرتا، یہ علامہ جزریؒ کی رائے ہے اور ان سے پہلے علامہ دانیؒ کی بھی یہ رائے ہے لیکن شیخ محمد المتولیؒ جو نابینا ہیں، اللہ کی ذات بے نیاز ہے جس سے چاہے اپنے دین متین کی خدمت کروالیتا ہے، ایک نابینا شخص، لیکن اللہ ان کو وہ مقام عنایت فرماتے ہیں کہ جزریؒ کے بعد اگر اس وقت کوئی محقق ہے جن کی تحقیق پر اعتماد ہے وہ ہے شیخ محمد المتولیؒ وہ اس مسئلہ پر جزریؒ کا تعاقب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فیہ نظر کہ جزریؒ کی یہ رائے محل غور ہے۔

قراءت کی صحت کا مدار رسم پر

شیخ محمد المتولی تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ جزریؒ خود ''النشر'' میں قراءت کی صحت کے لئے جو تین ارکان بیان فرما رہے ہیں اس میں سے ایک رکن یہ ہے کہ کوئی بھی قراءت اسی وقت صحیح کہلا سکتی ہے، قابلِ قبول ہوتی ہے کہ رسم اس کا محتمل ہو، رسم میں اس کا احتمال ہو مَلِکِ یوم الدین، مٰلِکِ یوم الدین دو قراءتیں ہیں لیکن تمام مصاحف عثمانیہ میں بالاتفاق یہ کلمہ بلا الف کے مرسوم ہے الف کہیں بھی نہیں لکھا ہے، اب ظاہر بات ہے کہ جو مَـــلِک کی قراءت ہے رسم اس کا تو احتمال رکھتا ہے لیکن قراءتِ مٰـــلک کا احتمال رسم میں نہیں ہے، بچو! بات سمجھ رہے ہو! مٰـــلک پڑھتے ہیں الف کے ساتھ، لیکن لکھا الف کے ساتھ نہیں گیا، الف کو تو حذف کر دیا گیا، سوال یہ ہے کہ جزریؒ ادھر تو یہ فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی قراءت اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ رسم میں اس کی گنجائش ہو اور یہاں ہم پڑھ رہے ہیں مٰـــلک اور رسم ہے مَـــلک

لہٰذا رسم اس کی گنجائش نہیں رکھتا یعنی قراءت الف خلاف رسم ہے، تو جزریؒ کے اصول کے بموجب یہ قراءت غیر صحیح ہونی چاہیے؟، حالانکہ صحیح ہے، صحیح کیسے ہوگئی؟ فرمایا رسم کا احتمال دو حیثیت رکھتا ہے ایک احتمال حقیقی ہوتا ہے اور ایک تقدیری ہوتا ہے یعنی ظاہر میں جیسے مَلِک لکھا ہے بلا الف کے مَلِک اس کے ظاہر سے نکل رہی ہے، لہٰذا احتمال رسم میں ظاہراً ہے، قراءتِ مٰلک بالالف کا احتمال تقدیراً ہے تقدیراً بایں معنی ہے کہ ملک کا الف تخفیفاً بغرض اختصار لکھنے سے حذف کردیا اور جس کو بغرض اختصار لکھنے سے حذف کردیا ہو، وہ مرسوم کے حکم میں ہوا کرتا ہے، لہٰذا کہنا چاہیے کہ یہاں الف لکھا ہوا ہے، گویا ظاہر میں نہیں ہے لیکن تقدیراً اس کو خیال کریں گے، اور جب تقدیراً لکھا خیال کردیا، تو اب مٰلک کی قراءت رسم کے موافق ہوگئی، شیخ محمد المتولیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ رسم کا احتمال جو قراءت کی صحت کے لئے شرط ہے وہ چاہے حقیقتاً ہو یا تقدیراً، مِن لَّدُنه میں جو نون مرسوم ہے ادغام مع الغنہ وہاں بھی جائز ہے، اس لئے کے نون ظاہر میں حقیقتاً مرسوم ہے اور ظاہر میں مرسوم نہ ہونا جیسے معتبر ہے اسی طرح تقدیراً مرسوم ہونا بھی معتبر ہے یعنی اس کو بھی مرسوم کا حکم حاصل ہوگا، اور لئلا یکون، الا یکون، الا تعبدوا، الا تطغو فیه ان سب میں نون مرسوم نہیں ہے لیکن رعایت تلفظ میں اس کو حذف کردیا ہے وہ مرسوم کے حکم میں ہے، تقدیراً یہ مرسوم سمجھا جائیگا، جب یہ بات ہے تو کہنا چاہیے کہ جزریؒ کی رائے میں نون غیر مرسوم کی شکل میں ادغام مع الغنہ کا جو جواز نہیں تھا وہ اس لئے نہیں تھا کہ نون جب مرسوم نہیں ہے تو صفت کس کی ادا کی جارہی ہے لیکن یہاں نون کو جب ہم نے تقدیراً قرار دیا جیسا کہ مَلِک میں ہم نے الف کو تقدیراً خیال کیا، شیخ لکھتے ہیں الا تطغوا وہ مضارع کا جمع حاضر کا صیغہ ہے اس کے اخیر میں جو نون ہے وہ اس کی حالت رفعی کا ہے لیکن الا کے

أن نے آ کر اس کے نون کو حالت نصبی کے تحت حذف کر دیا دیکھے اس أن کے نون کا جو عمل موجود ہے اس نے تطغوا کے نون کو حذف کر دیا، عمل کا موجود ہونا عامل کے وجود کی دلیل ہے اب جب عامل موجود ہے اور وہ ان ہے تو اب کیسے کہا جا رہا ہے کہ نون نہیں ہے، لئلا یکون للناس میں لئلا کے نون کو کس نے منصوب کیا؟ اس پر نصب کون لایا؟ ظاہر بات ہے أن لایا، اب شیخ متولیؒ فرماتے ہیں کہ ملک میں الف کو تقدیراً موجود و معتبر قرار دیا حالانکہ اس کے وجود پر کوئی علامت و دلالت موجود نہیں جبکہ یہاں تو وجود ان، نون پر دلالت موجود ہے تو اب اس کو بدرجہٗ اولی تقدیراً موجود و مرسوم کہنا چاہئے اور جب یہ موجود ہے تو اب غنہ کرنا صحیح ہے، میرے بچو! یہ گفتگو صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ کتابوں کی دنیا بہت بڑی ہے جہاں مشق کی دنیا بہت بڑی ہے کتابوں کا جہاں بھی بہت بڑا ہے، اللہ سے دعاء کیجیے ہمیں اور آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

رجال فن کے لئے عمدہ مشق کے ساتھ کتب بینی کا اچھا ذوق بھی ضروری

بچو! فن دراصل اسی کا نام ہے آدمی کی مشق بھی عمدہ ہو، اور اس کی کتاب بھی عمدہ ہو، دیکھو! رجال فن آسمان سے برستے نہیں ہیں، انہیں چٹائیوں پر بیٹھنے والوں میں سے اللہ کچھ بندوں کا انتخاب فرماتا ہے، دعاء کیجیے اللہ اپنے کلام کی خدمت کے لئے ہمیں اور آپ کو قبول فرمالے، اس کا ذوق پیدا کیجیے، محنت کیجیے آپ جب محنت کا سفر شروع کریں گے، آپ دیکھیں گے کہ کتنا مزے دار سفر ہے، کبھی تو آپ مشق کے ذریعہ قرب خداوندی کے مراحل طے کر رہے ہوں گے، تو کبھی منازل تحقیقِ کتب بینی سے طے کرتے ہوں گے، دیکھیے فن آج بھی کتابوں میں موجود ہے لیکن کتابوں کو

دیکھنے والے موجود نہیں ہیں اس فن پر کیسی کیسی کتابیں اس وقت دنیا میں آرہی ہیں، عشرۂ کبیر جب آپ پڑھیں گے ہم دعاء کرتے ہیں کہ اس جامعہ میں قراءت سبعہ وثلاثہ کی تکمیل ہورہی ہے عشرۂ کبیر بھی شروع ہوجائے، عشرۂ کبیر بہت مفصل فن ہے ایسی عجیب عجیب تقریرات اور تنبیہات لوگ اس وقت لا رہے ہیں ان کو دیکھنے سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی ہم ان ماہرین کے سامنے طفل مکتب ہیں، ایک کتاب ابھی پڑھ رہا تھا اس کے مقدمہ میں ہم نے دیکھا اس شخص نے لکھا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کے لیے ۱۲ ہزار اوراق سے زیادہ میں نے خراب کیے ہے اللہ نے ان کو کیسی توفیق سے نوازا ہے، ہمارا اور آپ کا شب وروز یہی ہونا چاہیے بلکہ ہماری جو ساعات، جو گھڑیاں دوستوں کی محفل میں گزر جاتی ہیں، ضائع ہو جاتی ہیں توبہ کیجیے اللہ ہماری حفاظت فرمائیں اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اس کا اہتمام کیجیے کہ اللہ ضائع ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے، اللہ ہمیں اور آپ کو نیک توفیق سے نوازے، بہت مبارک ہو واقعۃً ہمارا دل خوش ہوا، ہم ان جوانوں کو اور سارے ہی اساتذہ کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کریں گے، اور اس کی بارگاہ میں خوب دعا کریں گے، اللہ ہم سب کو اپنے دین متین کی خدمت کے لیے قبول فرمائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین﴾

بحمد اللہ

بیان (۲)

حصول علم میں تنافس کا جذبہ

مدرسہ الفضل جوہاپورہ ﴿احمد آباد﴾

تفصیلی فہرست

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم :
أما بعد فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.
وفی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون . صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

گرامی قدر حضرات علماء کرام، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! ہم رب کریم کے شکر گزار ہیں کہ اس ذات نے ہمیں اور آپ کو ایسی بابرکت مجلس میں شرکت کا موقع عنایت فرمایا، اللہ ایسی نیک نسبتوں سے ہمیں وابستگی نصیب فرمائے، ہمارا آج کا جو مسابقہ ہے یوں سمجھئے کہ تأثرات سے متعلق عالمانہ اور فاضلانہ گفتگو ہم ابھی ہمارے رفیق محترم بلکہ صدیق محترم جناب حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب سے سن رہے تھے، بلا تصنع یہ عرض کریں گے طبیعت چاہ رہی تھی، کہ آپ کی تأثر بیانی جاری رہتی اور استفادہ کا موقع ملتا۔

مدارس اسلامیہ کی فن قراءات کی طرف توجہ اور اس کے ثمرات

میرے بھائیو! ہماری آج کی مجلس کے دو اہم عناصر ہیں ایک تو مسابقہ، دوم چند عزیزوں نے قراءت سبعہ وثلثہ کی تکمیل فرمائی گویا ہماری یہ مجلس دعائیہ اور مسابقہ کی مجلس ہے، جہاں تک مسابقہ کا تعلق ہے جن عزیزوں نے، اور ہمارے جن بچوں نے مسابقہ میں شرکت کیں ان کی تلاوت کو سن کر ہمیں خوشی ہوئیں، خوشی بایں معنیٰ کہ ہم اپنا سبق چھوڑ کر آئے ہیں واقعی سبق کے چھوڑنے کا قلق ضرور ہے، سبق چھوڑنے کے بعد جب ہم یہاں پہنچیں آپ کو سنا، رات کی مجلس سنی تو اس تکلیف کا احساس تقریبا ختم سا ہو گیا اور وہ یوں ختم ہو گیا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب مدارس اسلامیہ نے اس فن کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائی ہے اور اساتذہ کرام اور طلبہ عزیز کے لئے

ارباب انتظام نے جو مواقع فراہم فرمائے الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ ساری محنتیں اس وقت بارآور ہو رہی ہیں مبارک ہو! آپ عزیزوں نے قرآن کریم کو جس انداز سے پیش کیا ہے، یہ بڑی خوشی کا موقع ہے ہم آپ کو آپ کے ارباب انتظام کو اور آپ کے پیچھے جان کھپائی کرنے والے آپ کے اساتذۂ کرام کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے

بچو! جب آپ کچھ پانا چاہتے ہیں تو قربانی پیش کرنی پڑے گی، محنت کرنی پڑے گی، بلا محنت کے دنیا میں کسی نے ترقی نہیں کی ہے ہمارے جو عزیز مسابقہ میں مسابقین کی حیثیت سے اپنا پروگرام پیش کر رہے تھے، ان میں سے بعض اپنی عمر کے تناسب سے زیادہ اچھا پڑھ رہے تھے، بچو! یہ انجمن، یہ مسابقہ اور یہ چھوٹی چھوٹی جو تنظیمیں ہیں اور اس طرح کی جو مجالس ہیں اس کی شکلیں اور صورتیں بہت مختصر، اور چھوٹی نظر آرہی ہیں لیکن اس کی افادیت بہت بڑی ہے اور افادیت کا احساس آپ کو اس چہار دیواری سے نکلنے کے بعد ہوگا، اللہ تعالیٰ امت کے ذریعہ آپ کا کیسا استقبال کروائیں گے، کس عزت سے آپ کو دنیا میں نوازا جائے گا، اس کا احساس اس طالب علمی کے زمانے میں کبھی نہیں ہو سکتا، کچھ بچے وہ تھے جو بڑے اعتماد سے اپنا پروگرام پیش کر رہے تھے، تو کچھ بچے وہ تھے جن میں جھجک تھی ہمت کی کمی تھی۔

آپ کے پاس قیمتی جوہر ہے

میرے عزیزو! آپ کے پاس کتنا اچھا کمال ہے، کتنی نکھری ہوئی قراءتیں ہیں، اسے پیش کرنے میں جھجک کس بات کی، ہمت سے بیٹھیے، مائک کا صحیح استعمال کیجیے، آپ کے اساتذہ نے مسلسل جدوجہد کے بعد جو کمال یا جو جوہر آپ کو دیا ہے اس کو پیش

کر کے اپنے اساتذہ کی دعائیں حاصل کریں، یہ چیزیں آپ کی اس طرح کی تربیت کے لئے ہوا کرتی ہیں، ہم چونکہ ایک مدرس ہیں مسابقہ میں شرکت کرنے والے ہو یا سبعہ اور ثلاثہ کی تکمیل کرنے والے بچے ہو، ان کی محنت کا مجھے اندازہ ہے، چونکہ ہم بھی آپ کی طرح ایک مدرسہ میں مدرس ہیں اور ہمارے سامنے بھی آپ کی طرح طلبہ بیٹھتے ہیں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسے خاردار راستوں سے یہ طلبہ گزرے ہوں گے، کتنے صبر آزما مواقع آپ کو آئے ہوں گے بالخصوص اگر میرے جیسا تلخ مزاج مدرس ہو، تو استفادہ کتنا مشکل ہوتا ہے، کتنی محنت کے بعد ایک طالب علم منظر عام پر آسکتا ہے ہمیں اس کا احساس ہے، لہجہ کیسے بنتا ہے، ایک آیت کے بعض کلمات میں لہجوں کی لچک کے لئے آدمی کو ایک ٹیپ کتنی مرتبہ سننا پڑتا ہے، پھر کتنی مرتبہ چیخنا پڑتا ہے۔

قاری کی مثال کاتب کی طرح

ایک کاتب اس بات کو سمجھ سکتا ہے یا قاری سمجھے گا، کاتب، خوش خط، جب وہ خوش خطی کے لئے کوشش کرتا ہے آپ دیکھے جہاں خوش خطی کی کوششیں ہو رہی ہیں وہاں دریاں کتنی خراب ہوتی ہیں، کاغذ کتنے خراب ہوتے ہیں، قلم کتنے خراب ہوتے ہیں تب جا کے مشکل سے چمن میں ایک دیدہ ور پیدا ہوتا ہے اس کا ہمیں احساس ہے، لہجے ایسے کھیلتے کودتے نہیں بن جاتے، آپ کے کتنے آرام کے اوقات آپ نے اس کے پیچھے لگائے ہوں گے، آپ کا کتنا سینہ اس کے پیچھے کھپا ہوگا، کتنا دماغ کھپا ہوگا، کتنا وقت آپ نے فارغ کیا ہوگا، جب آپ کے بہت سے بھائی کھانے جاتے ہوں گے، تب آپ اپنے اساتذہ کے قید و بند میں ہوتے ہوں گے، مبارک ہو ایسے قید و بند۔

کسی کی محنت ضائع نہیں ہوتی

بچو! محنت کیجیے اللہ تعالیٰ کہیں کسی کی محنت کو ضائع فرماتے ہیں کبھی کسی کی محنتیں ضائع نہیں ہوئی، ہاں ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا پھل جلدی آتا ہے، تو کبھی پھل آنے میں دیر لگتی ہے اور بالفرض اگر پھل نظر نہیں بھی آیا تو عند اللہ اس کا اجر وثواب ضرور ملے گا، محنت کیجیے، لگے رہیں، مجھے تو اس مجلس میں بیٹھ کر یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ بچے اپنے پروگرام کی تیاری میں بہت تلخیوں سے گزرے ہوں گے، وہیں ایک تلخی سے گزر اس مجمع میں بھی ہوا ہے، وہ یہ کہ یہ بچے کئی مہینوں کی محنت ہمارے سامنے پیش کر رہے تھے، لیکن یا تو مجمع میں سامعین کی حیثیت سے بیٹھے لوگ ان سے زیادہ اچھا پڑھ سکتے ہوں گے یا یہ کہ وہ بخل سے کام لے رہے تھے، اور ہمارے یہ بچے ایسے مجمع کے سامنے اپنے کمال کو پیش کر رہے تھے، کہ کسی کی زبان سے وسعت ظرفی سے نہ ماشاء اللہ سنا گیا، اور نہ الحمد اللہ، نہ بارک اللہ سنا گیا، ہوسکتا ہے دل میں ہی آپ لوگوں نے دعائیں دی ہو، لیکن تھوڑی وسعت سے کام لے کر ہمارے ان بچوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

غلط صحبت انسان کے لئے سم قاتل ہے

بچو! اچھائی کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا کوئی منتہا نہیں ہوتا، پڑھتے رہیے، اپنی آواز کو سنواریں، آواز کا مطالعہ کریں ہم نے بعض بچوں کے بارے میں یہ محسوس کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کتنی بہترین آواز دی ہے، سب سے پہلے ہم آپ کی خدمت میں عاجزانہ اور ہمدردانہ یہ عرض کریں گے کہ آواز بڑی نازک چیز ہے، اگر ہم اس کی حفاظت چاہتے ہیں تو اس کی حفاظت کی راہیں اختیار کیجیے، غلط صحبت سے اپنے آپ کو بچائیں، سب سے پہلا کام اپنے آپ کو غلط صحبت سے کوسوں دور رکھیں، گناہوں سے

دور رکھیں، غلط قسم کی مجالس کو اپنے لیے زہر خیال کیجیے، آواز کا برابر مطالعہ رکھیے، جہاں آپ کی آواز میں تھوڑا سا بدلاؤ آیا آپ کا چین ختم ہو جانا چاہیے، آپ مضطرب ہو جانے چاہیے، آپ پریشان ہو جانے چاہیے، آواز کی حفاظت اس طرح ہوتی ہے، اگر آپ نے اس طرح تیقظ سے کام لیا، بیدار مغزی سے کام لیا تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ مشق اور مشق کی دولت ایک لمبے عرصے تک آپ کے ساتھ رہے گی، کچھ بچے وہ تھے جو مشق سے پہلے اپنے سینے کا مطالعہ کئے ہوئے نہیں تھے۔

مشاق قاری کے لئے ایک بنیادی بات

ایک مشاق قاری کے لئے جو بنیادی بات ہے وہ یہ ہے کہ مشق کرنے سے پہلے اپنے گلے کی صفائی اور اپنے سینے کی سطح کا مطالعہ کریں، آپ کے سینے میں کتنی جان ہے، آپ کے سینے میں کتنی قوت ہے، آپ کا سینہ آواز کی رفعت کا کتنا متحمل ہے، آپ آواز کو کتنا اوپر لے جا سکتے ہیں، کسی مشاق کے لئے اوّل وہلے میں اسے سمجھ لینا ضروری ہے اگر کسی کے لہجہ، اور اس کی آواز کی رفعت اور اس کے سینہ میں مطابقت نہیں ہے تو یہ معائبِ مشق میں کا بہت بڑا عیب ہے، کچھ بچوں کے باب میں ہمیں یہ احساس ہوا، آپ ابھی بچے ہیں بچوں کی فہم کم ہوتی ہے، ہوسکتا ہے کبھی آپ نے اس طرف توجہ نہ کی ہو، ہم آپ کے ایک بڑے بھائی ہیں، ہم اس کا مشورہ دیتے ہیں آپ ہمیشہ اپنے سینے کی سطح کا اندازہ رکھیں اور اس اندازے کے بعد سینے اور آواز میں مطابقت پیدا کیجیے، انشاء اللہ آپ کی مشق نکھرے گی پھر آپ اس انداز سے اللہ کے کلام کو پیش کریں گے، کہ یہ ممکن نہیں کہ آپ کلام کو بہترین انداز میں پیش کریں اور مجمع کے قلوب کو کیف حاصل نہ ہو، کبھی نہیں ہو سکتا، ایک بچے کے باب میں ہماری اپنی یہ

رائے بن رہی تھی، کہ انہوں نے تدویر میں ولتنظر نفس ماقدمت لغد میں ما قدمت پر وقف کیا، اس کے بعد انہوں نے ماقدمت سے اعادہ کیا، بچو! اعادہ اور ابتداء کو بھی اپنے اساتذہ سے سیکھو اگر اعادہ کرنا ہے تو ولتنظر سے کریں اور اگر اعادہ کے باب میں آپ کو یہ خطرہ ہے کہ سانس کی تنگی کا سامنا ہوگا، تو اعادہ مت کیجیے اب بجائے ولتنظر کے ماقدمت سے اعادہ کر کے لغد پر جا کر وقف کریں، ان کے باب میں ہمارا تأثر یہ تھا کہ ان کو بجائے تدویر کے ترتیل میں مشق کرنا چاہیے۔

اداء میں کمال کے لئے ترتیل ایک کامیاب نسخہ

میرے بچو! ترتیل مشق کیجیے، ترتیل سے آواز نکھرتی ہے، ادیگی میں کمال پیدا ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے مشائخ کے یہاں تدریس کا جو اسلوب تھا وہ یہی رہا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی شاگرد کو سب سے پہلے ترتیل پڑھاتے تھے ایک طالب علم جب ترتیل میں مضبوط ہو جاتا تھا اس کے بعد استاذ تدویر پڑھاتے تھے، تدویر میں جب استاذ کو اعتماد ہو جاتا، تو حدر کی اجازت ملتی تھی، ہمارے یہاں شاید تعداد کی کثرت اور وقت کی قلت کی بنا پر روز اول سے اساتذہ تدویر شروع کرواتے ہیں ورنہ اصل جو مشق ہوتی ہے وہ ترتیل میں ہے۔

امام سوسیؒ کے لئے ادغام کبیر میں بجائے طول کے توسط بہتر

میرے عزیزو! ہمارے جو بھائی روایت سوسی میں تدویراً قرآن پیش کر رہے تھے انہوں نے ادغام کبیر کے موقع پر بجائے مد عارض میں قصر، توسط کے، طول کیا، ہم نے قاری صاحب سے بھی عرض کیا کہ ہم یہ چاہ رہے تھے کہ یہ بجائے طول کے، توسط کرتے تو اچھا تھا، بچو! اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ہمارے مدارس میں عامۃً امام سوسیؒ

کے لئے جہاں ادغام کبیر کرتے ہیں اور وہ مد عارض کا موقع ہوتا ہے، عامۃً طول کا ماحول ہوتا ہے، ہمارا معمول بہا طول، ایسا ہوگیا ہے کہ قصر اور توسط کے جواز ہی سے ہم نابلد اور ناواقف ہیں وہ ہم سے اوجھل ہوگیا ہے، ہمیں یہی معلوم نہیں، کہ یہاں قصر اور توسط کی بھی اجازت ہے، طول پر ہماری ایسی مواظبت ہے، دوسری اس کی وجہ یہ بھی سمجھ میں آرہی تھی کہ آپ تدویراً تلاوت کرتے ہیں اور تدویراً تلاوت کرنا رفتار تلاوت کے اعتبار سے وہ متوسط درجہ رکھتا ہے، یعنی حدر اور ترتیل کے درمیان کا درجہ تدویر ہے، تو اس کے مقتضائے حال کے مطابق قصر اور طول کے درمیان کا درجہ توسط کا ہوتا ہے، لہذا ایسے مواقع میں ہمیشہ توسط کرنا چاہیے، یہ چند چیزیں ہمارے ذہن میں مسابقہ سے متعلق تھیں اور سوچا تھا کہ آپ بھائیوں کی خدمت میں عرض کریں گے۔

خدمت قرآن سرخ روئی آخرت کا باعث

بچو! واقعۃً ہمارا دل بہت خوش ہوا ہے، اور یہ امید بنی کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ ایک عرصے سے جو یہ سمجھا جارہا تھا، کہ اس فن کی طرف اعتناء کم ہوگیا ہے، اور رجال فن دھیرے دھیرے ختم ہونے لگے ہیں، اللہ نے چاہا، اللہ کی نصرت شامل حال رہی، اور ہم لگے رہیں تو انشاء اللہ العزیز یہ جو خالی میدان ہے وہ بھرنے لگے گا، لگے رہیے، محنت کیجیے، حاملین قرآن کی فہرست میں میرا آپ کا نام لکھ دیا جائے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوسکتی ہے، خدام قرآن میں میرا آپ کا نام لکھ دیا جائے، کتنی بڑی سعادت ہے، روز قیامت اس کی سرخ روئی کا اندازہ ہوگا۔

طلبہ سبعہ ثلاثہ سے ایک درخواست

محترم سامعین! دوسری بات جو مجھے عرض کرنی تھی وہ ہمارے ان سبعہ اور ثلاثہ

کی تکمیل کرنے والے بچوں سے، ان بچوں سے ہم درخواست کریں گے، کہ وہ اس کا احساس رکھیں کہ یہ سبعہ اور ثلاثہ کا ابھی بیج پڑا ہے، ابھی تو اس بیج کو پودا بننا ہے، پودے سے پیڑ بننا ہے اور پیڑ سے پھر پھل آنا ہے، ابھی بہت کام باقی ہے، اول آپ نے اپنے اساتذہ کا ساتھ نبھایا مجھے آپ کے استاذ محترم نے یہ بتایا تو میرا دل بھر آیا کہ ہمارے ان بچوں نے ایسا ساتھ نبھایا کہ جمعہ کا روز چھٹی کا روز ہوتا ہے، بچے کھیلتے کودتے ہیں، یہ بچے اجراء کے لئے آتے تھے، انہوں نے فجر کی اذان سے پہلے تہجد میں بھی اس کا سبق پڑھا، مبارک ہو!۔

امام ابو جعفرؒ کی طرف سے خوش خبری اور ایک پیغام

بچو! اپنی قسمت پر آپ جتنا ناز کریں، اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے، کتنی بابرکت ساعت ہوتی ہے تہجد کی، مجھے واقعہ یاد آیا کہ اگر فجر کی اذان سے پہلے تہجد میں امام ابو جعفرؒ کی قراءت کو پڑھا ہے تو امام ابو جعفرؒ کا پیغام سن لیجیے، امام ابو جعفرؒ جو ائمۂ ثلاثہ میں کے پہلے امام ہیں ان کی وفات کے بعد انہیں سلیمان بن سلیمان عمری نے خواب میں دیکھا، ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو فرمایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور اس کے بعد اس ذات نے میرے ساتھ یہ احسان فرمایا کہ ہم نے تو زندگی بھر یہ دعاء کی تھی کہ اے اللہ! تو میری قراءت پڑھنے والوں کی مغفرت فرما، تو اللہ نے ان کی مغفرت کا اعلان فرمادیا، میری قراءت پڑھنے والوں کو یہ مژدہ سنادیجیے، یہ خوش خبری سنادیجیے کہ اللہ نے ان کی مغفرت فرمادی، بچو! تہجد کے وقت اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، اس کے خزانے کھل جاتے ہیں، اس کی ذات صدائیں دیتی ہے ھل من مستغفر ؟ ہے کوئی محتاج بندہ جو اپنی ضرورتوں کو اللہ کے

یہاں پیش کرے، کتنا بابرکت وقت ہوتا ہے، اللہ نے اگر آپ کو امام ابو جعفرؒ کی قراءت پڑھنے کا موقع دیا ہے، اس کا شکر ادا کیجیے اور اس وقت میں اٹھ کر اللہ کے سامنے آنسوں بہانے کی عادت بنالیجیے، امت میری اور آپ کی دعاؤں کی محتاج ہے، کیسی کیسی آفات اور بلاؤں میں ہے، صرف سبق مت پڑھیے سبق پڑھنے سے پہلے یا بعد دو رکعت نماز پڑھ لیجیے اور اللہ کے سامنے گڑگڑا کر اپنی اور امت کی ضرورتوں کو اس کی بارگاہ میں پیش کیجیے، نیز امام ابو جعفرؒ نے آپ کو یہ خوش خبری سنادی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پیغام بھی دیا ہے کہ میری قراءت پڑھنے والوں کو رات کے اخیری حصے میں اٹھ کر دو، چار رکعت نماز پڑھنا چاہیے۔

تہجد قرب الٰہی کا بڑا ذریعہ

بچو! ہمارے بزرگوں نے ان اوقات کی قدر جانی ہیں، بلکہ صوفیاء نے لکھا ہے کہ جنہوں نے اللہ کا اتنا زبردست قرب حاصل کیا ہے، یہ دراصل تہجد کے وقت کی برکات ہیں، انہوں نے تہجد کے وقت کا اہتمام کیا ہے، جب ہم نے آپ کے استاذ محترم سے سنا تو واقعی میرا دل بھر آیا، بس مدارس کو ایسے ماحول کی ضرورت ہے، اپنے اساتذہ کرام کی قدر جانیں، اپنی درس گاہوں کی قدر جانیں، عظمت کی نگاہوں سے دیکھیں، عزت کیجیے۔

کتابوں کی عظمت پر علامہ سخاویؒ کی مغفرت

یاد کیجیے علامہ سخاویؒ نے فتح المغیث میں جو واقعہ لکھا ہے کہ شیخ احمد اصفہانیؒ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، ان سے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی، بچو! مغفرت کا اعلان یہ پروانہ جس

کو مل جاتا ہے، اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کامیاب ہے، کسی کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ کس کے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے، ہم ابھی اپنے ساتھیوں سے یہ عرض کر رہے تھے، کاش کہ دنیا سے جانے والے لوگ اپنی قبروں سے خطوط کے ذریعے ہم پر یہ لکھتے کہ ان پر کیا گزر رہی ہے، بچو! اس دنیا میں کسی کو رہنا نہیں ہے ایک محدود وقت ہے جو اس دنیا میں لے کر آدمی آتا ہے، فتح المغیث میں جو واقعہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ان سے یہ پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا کہ مغفرت ہوگئی، مغفرت کا کیا سبب ہے؟ وہ فرماتے ہے کہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میرے ہاتھ میں بہت ساری کتابیں تھیں میں ایک بیابان، ویرانے میں تھا، بہت تیز بارش شروع ہوئی، اب مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کتابوں کو چھپانے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، کوئی جگہ نہیں ہے یہ کتابیں بھیگ جائیں گی، کتابوں کی عظمت نے مجھے اجازت نہیں دی کہ میں اس کو بھیگ نے دوں، کوئی سبیل مجھے نظر نہیں آئی، میں نے کتابوں کو زمین پر رکھا اور اس پر الٹا لیٹ گیا پوری رات اسی طرح لیٹا رہا، رات بھر بارش ہوئی، پھر صبح جب بارش رک گئی پھر میں اٹھا اور دیکھا کہ اللہ نے مجھ کو ذریعہ بنایا کہ کتابیں محفوظ ہوگئیں کتابوں کی عزت کا جو معاملہ مجھ سے ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس عظمت کے صلہ میں میری مغفرت فرمادی۔

اساتذہ اور کتابوں کی عزت سے علم میں برکت

بچو! اساتذہ، اپنی درس گاہ، اپنا جامعہ اور اپنی کتابوں کی قدر کریں اس سے علم میں برکات اور نورانیت حاصل ہوتی ہے بعض جوانوں سے ایسی اجتہادی غلطی ہوجاتی ہے کہ ان کا سورج نکلتا ہے تو بڑا تابناک نظر آتا ہے، ایسا لگتا ہے، کہ آج کا سورج کچھ عجیب ہی روشنی رکھتا ہے لیکن ابھی وہ سورج شباب کو پہونچا بھی نہیں ہوتا کہ

وہ ڈوب جاتا ہے، ایسا ہوتا ہے یاد رکھیں، آپ کی ابتداء بہت اچھی ہے، مبارک ہو، آپ نے اپنے تلفظ کو نکھارا، آپ کا گلا نکھرا، آپ نے لہجے بنانے شروع کیے، آپ نے مشق کی نزاکتوں کو سمجھنا شروع کیا ہے، سبعہ، عشرہ میں بھی آپ نے قدم رکھا، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، اس کی قدر جانیں، لگے رہیے۔

جمع ثانی کا اولین مقصد قراءتوں کی اشاعت وحفاظت

بچو! بڑی محنتوں کے بعد یہ امانت ہمارے آپ کے حوالے ہوئی ہے، لیکن ان قراءتوں کی حفاظت قرنِ اول میں کیسے ہوئی؟ مجھے طویل گفتگو نہیں کرنی ہے لیکن حفاظت کے باب میں یہ مژدہ ضرور سنائیں گے کہ صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں قرآن کریم جمع ہو چکا تھا اس کے بعد دوسری جمع کی ضرورت نہیں تھی، دوسری جمع کا اولین مقصد اور بنیادی جو غرض تھی وہ صرف یہ تھی کہ قراءت کے باب میں باہم ایک دوسرے کا جو انکار ہو رہا تھا، انکار کو ختم کر کے ان قراءتوں کو باقی رکھنا یہ اس کی اشاعت کا مقصد تھا، مطالعہ کیجیے کتابوں کا، ہمارے علمی زمرے میں لوگ آسانی کے ساتھ یہ کہہ جاتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں علیٰ اختلاف الاقوال جو آٹھ یا پانچ مصاحف تیار کروائے گئے تھے، دراصل ایک ہی نسخہ تھا باقی ساری اس کی نقول تھیں آج نقول نام استعمال کرنے کے بجائے لوگ اس کو زیروکس کاپی کہتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا ہے، یہ علم رسم سے ناواقفیت کی علامت ہے۔

امام ابن عامر شامی علم رسم کے پہلے مصنف

اس دنیا میں علم رسم کی سب سے پہلی کتاب امام ابن عامر شامیؒ کی ہے، اس کتاب کا موضوع ہی یہی ہے، اس کتاب کا مضمون ہی ہے مصاحف عثمانیہ کے مابین

کا اختلاف، مصحف مدنی اور مصحف شامی کے درمیان کتنے مواقع میں اختلاف تھا، کسی مصحف میں ایک کلمہ کچھ لکھا ہوا ہے تو کسی مصحف میں کچھ لکھا ہوا ہے، ہمارے جو طلبہ عزیز ''رائیہ'' پڑھتے ہیں بلکہ جنہوں نے اپنی قراءت کی تکمیل کیں ان کو مشورہ دیں گے وہ ''شاطبیہ'' پر اکتفا نہ کریں وہ اپنے اساتذہ کے یہاں جا کر درس میں رائیہ ضرور پڑھیں اور سمجھیں، رائیہ میں علامہ شاطبیؒ نے وضاحت کی ہے، کتنے ایسے مواقع ہیں جن میں مصاحف کے مابین اختلاف ہے، جمع عثمانی کی اولین جو غرض تھی وہ ان قراءتوں کی حفاظت تھی، اس کو باقاعدہ محفوظ رکھنے کے لئے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا گیا اس کے بعد ایک ایسا دور آیا کہ قراءتوں کی حفاظت کے باب میں خطرہ لاحق ہوا۔

امام ابوبکر بن مجاہدؒ کا فنی کارنامہ

ابوبکر بن مجاہدؒ جو چوتھی صدی کے شخص ہے، بہت پریشان ہوئے، ان کے حالات پڑھیے، ان کی ''کتاب السبعہ'' آپ کے کتب خانہ میں ہوگی ''کتاب السبعہ'' کے شروع میں ڈاکٹر شوقی ضیف کا مقدمہ ہے، اس کے مطالعہ کا ہم اپنے عربی داں طلبۂ عزیز کو ضرور مشورہ دیں گے، وہ چھٹیوں میں ضرور اپنے ساتھ لے جائیں، دراصل امام ابوبکر بن مجاہدؒ پر بڑے اعتراضات ہوئے ہیں، کہ انہوں نے سات قراءتوں پر لوگوں کو جمع کیا، جبکہ قراءتیں تو بہت تھیں اگر ان کو اختصار ہی مقصود تھا یا تحقیق مطلوب تھی، تو وہ چھ ائمہ کی قراءتوں کو جمع کرتے، یا آٹھ ائمہ کی کرتے، ایک لمبی بحث ہے ڈاکٹر شوقی ضیف نے ان کی طرف سے دفاع کیا، اور منظر کشی فرمائی کہ امام ابوبکر بن مجاہدؒ کو کیا ضرورت پیش آئی، ڈاکٹر شوقی ضیف کا یہ مقدمہ ایسا معلومات افزاں ہے، قراءت پڑھنے والے طلبہ کو ڈاکٹر شوقی ضیف کا یہ مقدمہ ضرور مطالعہ میں رکھنا چاہیے، امام ابوبکر بن مجاہدؒ کا

کارنامہ اپنی جگہ پر، لیکن سبعہ پڑھنے والے طلبۂ عزیز سنیں کہ اتنا بڑا مجاہد شخص اور مفسر قرآن، محدث ہے، عربیت میں ان کا کیسا مقام ہے اللہ تعالیٰ نے حافظے کی بہت بڑی دولت سے آپ کو نوازا تھا، جو چیز پڑھی وہ پتھر کی لکیر ہو جاتی تھی، اس کے باوجود آپ نے صرف امام نافعؒ کی قراءت کا اپنے شیخ کے یہاں جا کر بیس مرتبہ ختم کیا، اور اسی طرح ان مختلف قراءات کو ۱۰۰ ارمشائخ سے پڑھا، ہم تو ایک استاذ کے یہاں ایک مرتبہ ختم کر لینے کے بعد یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سبعہ قاری ہیں۔

ایک بڑے مغالطہ کا ازالہ

بچو! ابھی سبعہ کا بیج پڑا ہے ابھی اور کوشش کیجیے، مجھے ایک بات اس وقت یاد آرہی ہے، اس کو علمی زمرے میں سنانا ضروری خیال کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ بعض کتب فقہ میں یہ عبارات موجود ہیں کہ یہ جو ائمہ سبعہ کی قراءات ہیں وہ واحداً عن واحدٍ ہے یعنی ایک امام اپنے ایک شیخ سے نقل کرتا ہے دوسرا اپنے شیخ سے نقل کرتا ہے، لہٰذا یہ قراءات کیسے متواتر ہوئیں بعض کتب فقہ کی یہ عبارات ہیں، اس وقت ہم آپ کو نام نہیں بتاتے، کتنا بڑا مغالطہ ہے، امام ابن مجاہدؒ نے چالیس مشائخ سے ان ائمہ کی قراءات کو پڑھا، کس نے کہا؟ کہ واحداً عن واحدٍ ہے، ابن مجاہدؒ نے اپنی کتاب ''کتاب السبعہ'' میں امام ابو عمرو بصریؒ کی قراءت کی جو اسناد بیان کی ہے، دیکھیں اس کا مطالعہ کیجیے، علامہ ابو عمرو عثمان الدانیؒ نے اپنی کتاب ''التیسیر'' کے مقدمہ میں جہاں وہ مشائخ اور ائمہ قراءت کی اسناد بیان کرتے ہے، شروع میں آپ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ اختصار کی وجہ سے ہم یہاں ساری اسانید کا احصاء نہیں کرتیں، کیسے ہو سکتا ہے واحداً عن واحدٍ؟ امام ابو بکر بن مجاہدؒ کے یہاں قراءت پڑھنے والوں کی تعداد اتنی بڑی

ہوا کرتی تھی کہ وہ تنہا اس کو نہیں سنبھال پاتے تھے تو ان کے یہاں ۸۴؍ خلیفہ ہوتے تھے، ایک خلیفہ ایک حلقے کو سنبھالے ہوئے ہے اس حلقے کے شخص کو قراءت کے باب میں کوئی اشکال پیش آتا تھا، تو وہ اپنے خلیفہ سے رجوع کرتا، اگر اس سے اس کی علمی تشنگی ختم ہوتی تو فبھا، نہیں تو وہ امام کے یہاں پہونچتا، ۸۴؍ حلقے تھے، ایک ایک حلقے میں کتنی تعداد تھی، کس نے کہا واحداً عن واحدٍ؟ امام کسائیؒ کے حالات پڑھیے ان کے سامنے اتنی بڑی تعداد بیٹھتی تھی کہ امام کا چہرہ چھپ جاتا تھا، تو امام کو منبر پر بیٹھ کر قراءت پڑھانی پڑتی، یہ آپ کو اس لئے سنا رہے ہیں کہ سبعہ عشرہ صرف پڑھ نہیں لیتے، اللہ تعالٰی نے توفیق دی ہے وہ ذات مزید توفیق سے آپ کو نوازے بصیرت حاصل کیجیے۔

تقلیل ایک بڑی نفیس اداء

سب سے پہلے اپنی ادائیگیوں کو ٹھیک کیجیے، تقلیل ایک بڑی نفیس ادا ہے، میں اپنے ساتھیوں کو سنا رہا تھا، کہ میرا دبئی کا سفر ہوا، میں نے وہاں دیکھا کہ ایک بچہ ہے جب وہ آیا، بہت ماہرین حکم کے سامنے اپنی تلاوت کو پیش کر رہا تھا اس کی تقلیل جب میں نے سنی، مچل گیا اور بلا تکلف، بلا کسی مبالغہ کے، بلا تصنع کے آپ بھائیوں کو ہم سناتے ہیں کہ اس پندرہ سالہ بچے کی تقلیل ہمارے بہت سے اساتذہ کرام کی تقلیل سے کہیں عمدہ تھی، وہ بہت بہتر، نفیس، تقلیل ادا کرتا، تقلیل مختلف وجوہات ادا میں کی نفیس اداء ہے۔

مدود کے باب میں تیقظ کی ضرورت

بچو! محنت کیجیے، مدود کے باب میں بڑے تیقظ سے کام لیجیے اگر آپ توسط کر رہے ہیں، توسط ختم ہوا، لہجہ بنا، نہ بنا، اس سے کوئی بحث نہیں، توسط ختم ہوا، اس

کے دائرے سے آگے نہ جائیں ایسا کبھی نہیں ہوگا آپ کسی مطولین ائمہ میں سے کسی کی قراءت پڑھ رہے ہیں، سوچ رہے ہیں طول، اور مقدار آپ لے کر چل رہے ہیں توسط کی، کبھی طول ادا نہیں ہوگا، تکمیلِ روایت نہیں ہوگی، یہ قراءت تصوری نہیں ہے بلکہ اس قراءت کا تعلق ادائیگی سے ہے، طول کرنا ہے طول تک آپ کو مد کرنا ہوگا، ضرورت اس بات کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق سے نوازا ہے، قدر جانیں شکر ادا کیجیے اور اپنے آپ کو کھپائیں، پڑھنے کے لئے صرف ۲۰ رسال کی عمر محدود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جب تک توفیق دیوے، اس فن میں آگے بڑھتے رہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو فنی بصیرت سے نوازے اور بصیرت کے بعد اس کی اشاعت اور خدمت کے لئے تادم حیات ہمیں اور آپ کو قبول فرمائیں، دلی مبارک بادی کے ساتھ اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔

﴿واٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين﴾

بیان (۳)

قرآن کریم کا نزول اور اس کی حفاظت

مدرسہ سلم العلوم کالیڑا ﴿پالن پور﴾

تفصیلی فہرست

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: أما بعد فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. صدق اللہ مولانا العظیم.

اساطین علم وفضل، اور سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! ہمیں بے حد مسرت وخوشی ہے کہ اللہ رب العزت نے بہت ہی پاکیزہ اور بابرکت مجلس میں مجھے اور آپ کو شرکت کا موقع عنایت فرمایا۔

ہر مسلمان رضائے الٰہی کا متلاشی

میرے بھائیو! ہم اس قابل نہیں ہے کہ ان اساطینِ علم وفضل کو خطاب کرسکیں، میرے اصل مخاطب میرے یہ چھوٹے بھائی ہیں جن کی خدمت میں اپنے دلی جذبات پیش کرنے جارہا ہوں، یہ حقیقت ہے کہ دنیا کا ہر فرد رضائے الٰہی کا متلاشی ہے جس کو بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی رضاء حاصل ہو جائے وہ اس کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے مختلف ذرائع اور مختلف اسباب اختیار کرتا ہے، کہ کسی بھی سبب سے اللہ خوش ہو جائیں۔

تکمیل قرآن باعث نزول رحمت

بھائیو! کیسی مبارک مجلس ہے، جس میں ہمارے ان چھوٹے بھائیوں نے قراءت سبعہ کی تکمیل کی، تکمیل قرآن کریم کی مجلس ہے، کتنی بابرکت ہوتی ہے اس کو علمی زمرہ میں کہنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، سارے ہی لوگ اس سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، اللہ کی رحمتوں کے نزول کا یہ باعث ہے، ہم اللہ سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ ذات ہمیں اور آپ کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک ایسی نیک نسبتوں سے واسطہ

رکھیں، اور اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے کبھی اس سے محروم نہ فرمائیں، ذراسی نسبت ہے اور اس ذراسی نسبت ہی کے تحت اللہ کی رحمتوں کا جہاں نزول ہوتا ہے، وہاں ہمیں شرکت حاصل ہوتی ہیں، اللہ اس کو ہمارے اور آپ کے لئے ذریعۂ نجات ثابت فرمائے (آمین)۔

تکمیل قراءت سبعہ فن کا پہلا زینہ

میرے بھائیو! جیسا کہ حضرت قاری عبدالستار صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ قراءت سبعہ کی جن بچوں نے تکمیل کی ہے، بڑی محنتوں کے بعد یہ کشتی کنارے لگتی ہے، اور اس کے لئے کتنی تلخیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں، کتنا پسینہ بہتا ہے، کتنا گلا کھپتا ہے اور کتنے آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے، علمی زمرہ کے لوگ اس سے واقف ہوا کرتے ہیں، ان کے اساتذہ کرام نے بھی کتنی دل سوزی سے کام لیا ہوگا، چونکہ ہم بھی آپ کی طرح ایک درس گاہ میں کام کرنے والے ہیں، ہم اس کا احساس رکھتے ہیں، آپ کی خدمت میں دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، بہت مبارک ہو، بہت بڑی نعمت ہے جو آپ کے حصہ میں آئی ہے، بس صرف یہ ہے کہ ہم اس کا یقین کریں کہ ابھی اس نعمت کے آنے کی ابتداء ہوئی ہے، اس فن میں گویا ہم نے پہلا قدم رکھا ہے۔

سب سے پہلا دارالقراء مدینہ طیبہ میں

بھائیو! بڑی محنتوں کے بعد یہ فن میرے، آپ تک پہونچا ہے، ابھی کچھ روز ہوئے علامہ زاہد کوثری مصری، مصر کے کبارِ ائمہ یا کبارِ علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کے مقالات میں قراءت کے عنوان پر اور مصاحفِ عثمانیہ پر جو مقالات شائع ہوئے ہیں، اس کو ہم دیکھ رہے تھے، لکھا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوران

قرآن کریم کا نزول شروع ہو گیا تھا، حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ بھیجا، اور آپ کو ایک دار القراء قائم کرنے کا مشورہ عنایت فرمایا، چنانچہ حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ تشریف لائے، ایک تو صُفّہ وہ ایک الگ ادارہ ہے، اور دار القراء یہ ایک مستقل ادارہ ہے، جو حضرت مصعب بن عمیرؓ کا قائم کردہ ہے، اور آپ ﷺ کے ایماء اور ارشاد پر قائم ہوا ہے، مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے یہاں قرآن کے لئے وفود آیا کرتے تھے، اور قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا اس کو وہاں سے حاصل کرتے، اس کے بعد لکھا ہے کہ پھر جب جناب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو پھر اسی ادارہ سے لوگوں نے علم قراءت کو حاصل کرنا شروع کیا، اور مدینہ منورہ کے ارباب قراءت حضرت مصعب بن عمیرؓ سے کسب فیض فرماتے، استفادہ کرتے، ہم جو بات آپ کو سنانے جارہے ہیں، وہ یہ کہ بڑی محنتوں سے یہ فن ہمارے آپ تک پہونچا ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے ہی سب سے پہلے اس کا اہتمام فرمایا، کہ ایسا ادارہ قائم فرمایا کہ جہاں جا کر لوگ علم قراءت میں استفادہ کریں، علم قراءت کو حاصل کریں اور حضرت مصعب بن عمیرؓ مرجع القراء ہیں، وہاں سے گویا اس فن کی ابتداء ہو رہی ہے، اس کے بعد صحابۂ کرامؓ کی جو عرق ریزیاں ہیں مجھے اس وقت سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا مصاحف عثمانیہ میں باہم اختلاف تھا؟

دور عثمانی میں جب دوسری مرتبہ قرآن کریم کو جمع کیا گیا جس میں علی اختلاف الاقوال سات مصاحف تیار کروائے گئے اور ان میں کا ہر مصحف دوسرے مصحف سے بعض مواقع میں اختلاف رکھتا تھا، یہ نہیں تھا کہ ایک مصحف تیار کروایا ہو، اور باقی

ساری اس کی نقول اور زیروکس کاپیاں ہوں، ان مصاحف میں باہم اختلاف تھا، چنانچہ علامہ دانیؒ نے علم رسم پر اپنی ایک تصنیف "المقنع" میں ایک سوال قائم فرمایا، کہ قرآن کریم ایک بار جمع ہو چکا تھا دورِ صدیقی میں، پھر دوسری بار جمع کرنے کی جو نوبت آئی ہے وہ تو صرف اور صرف اس لئے کہ آذر بائیجان اور آرمینیہ کی جنگ میں جو مجاہدین شریک ہوئے تھے، ظاہر بات ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی جہاد میں صرف فرمائی تھیں، انہوں نے اس راہ سے رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش کی تھیں، وہ قراءت کے ماہرین نہیں تھے، انہوں نے قراءت کے باب کا جو اختلاف تھا اس کو کسی سے حاصل نہیں کیا تھا، اسی وجہ سے جب وہ باہم تلاوت کے لئے بیٹھتے، اور دیکھتے کہ ایک قراءت دوسری قراءت سے جدا گانہ ہے، تو ان میں باہم اختلاف ہوا، اور اختلاف اس شدت کو پہونچا کہ ایک نے دوسرے کی قراءت کا انکار کر دیا، اور اس کو حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے محسوس فرمایا، انہیں یہ فکر لاحق ہوا کہ قرآن کریم ہے، اور اس میں اس طرح لوگوں کا ایسا اختلاف کہ ایک دوسرے کی قراءت کے منکر ہیں، جبکہ قرآن کریم کا انکار تو کفر ہے، چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے اپنے ایک فتوی میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ایک مضمون نقل فرمایا ہے، کہ جس نے قرآن کریم کی یہ مختلف وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کا انکار کیا، گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کیا، یہ آج بھی ان کے فتوی میں موجود ہے، وہاں تو مجاہدین باہم ایک دوسرے سے اختلاف کر کے ایک دوسرے کے منکر ہو رہے تھے، بہر حال سب نے مل جل کر بعد مشورہ سے یہ طے کیا کہ مصاحف پھر تیار کروائے جائیں، اور اسلامی جو مملکتیں ہیں، جو بلادِ اسلامیہ ہیں، جہاں امت مسلمہ کی بڑی تعداد آباد ہے، وہاں کے لئے ایک ایک نسخہ حکومتی سطح سے تیار کیا جائے، چنانچہ سات نسخے تیار ہوئیں اور ان نسخوں میں اس

کا لحاظ کیا گیا کہ اگر ایک کلمہ مختلف انداز سے تلاوت کیا جا رہا ہے، مگر ایک ہی انداز پر لکھنے پر ساری قراءتیں اس میں سما سکتی ہیں، تو سارے مصاحف کو ایک ہی انداز سے لکھا جائے، اور اگر قراءتیں ایسی ہیں کہ وہ ایک رسم میں سما نہیں سکتی ہیں، تو جس ملک کے لئے، جس مملکت کے لئے، یہ نسخہ تیار ہو رہا ہے، وہاں کے طرزِ تلفظ کو، وہاں کے لب ولہجہ، وہاں کے انداز کو ملحوظ رکھ کر قرآن کریم تیار کیا جائے، چنانچہ اس طرح سات مصاحف تیار ہوئے، اور ساتوں مصاحف میں جگہ جگہ باہم اختلاف ہے، جو لوگ علم رسم پڑھتے ہیں، اربابِ رسم کا موضوع ہی یہی ہے، مجھے یہ بات پوری کھل کر اس لئے کہنی پڑتی ہے کہ علمی زمرہ اس سے نابلد ہے، کہ مصاحف عثمانیہ میں بھی باہم اختلاف تھا؟ اس مغالطہ میں ہے کہ وہ تو ایک ہی مصحف تھا، اور اسی کی سات نقول تھیں، جیسے ایک کتاب ہو اس کو زیروکس کر کے اس کے سات نسخے بنا دیے گئے ہو، حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔

ساری قراءتیں منزل من اللہ ہیں

علامہ دانیؒ نے اپنی کتاب ''المقنع'' میں ایک سوال قائم کیا ہے اور سوالیہ انداز میں فرماتے ہیں کہ جب جمع عثمانی کا منشا صرف اور صرف امت میں قراءت کے باب میں پائے جانے والے اختلاف کو ختم کرنا تھا، تو اس منشا کا مقتضیٰ صرف یہ ہونا چاہیے کہ سارے مصاحف ایک انداز میں ہوں، اس کے باوجود حضرت عثمان غنیؓ نے ایسے مصاحف تیار کروائے، جن میں باہم اختلاف تھا، اس سے تو اختلاف اور بڑھ جاتا، پھر آپ ہی اس کا جواب دے رہے ہیں کہ دراصل یہ وہ قراءات ہیں جو منزل من اللہ ہیں، سرکار دو عالم ﷺ سے بطریق تواتر بعد والوں تک پہنچی ہیں حضرت عثمان غنیؓ کو یہ

بات معلوم تھی، لہٰذا آپ اس کو منسوخ تو فرمانہیں سکتے تھے، یہ تو ممکن تھا کہ ایک نسخہ میں ایسی ساری قراءات مثلاً منھا منقلبا، منھما منقلبا دونوں کو ایک نسخہ میں لکھ دیا جائے، ظاہر بات ہے اس نسخہ کی تلاوت کرنے والا پیچیدگی کے بھنور میں آ جائے گا، اس کو پریشانی لاحق ہو جائے گی، کہ اب ہم منھا پڑھیں گے، یا منھما پڑھیں گے، تو امت کو ایسی پریشانی سے نجات دلانے کے لئے تقریباً بارہ ہزار صحابہ کرامؓ اس مجمع میں موجود تھے، جس مجمع کو حضرت عثمان غنیؓ نے اس پریشانی کے حل کے طور پر بلایا تھا، اور ان سے خلیفۃ المسلمین ہونے کے انداز میں خطاب فرمایا تھا، اور ان سے مشورہ کیا تھا اور سب نے بیک زبان ان کی تائید فرمائی تھی، اور یوں فرمایا تھا کہ آپ اس طرح سارے مصاحف تیار کروائیں، سارے صحابہ کرامؓ کا یہ متفق علیہ فیصلہ تھا، کہ سارے مصاحف تیار ہونے چاہیے، ہم تو یہ عرض کر رہے تھے کہ بڑی محنتوں کے بعد ہمارے آپ تک یہ قراءتیں پہنچی ہیں، ان مقدس نفوس کے لئے بارگاہِ خداوندی میں آپ دعاء فرمائیں، ان کو اپنا محسن خیال کریں، جنہوں نے اپنی پوری زندگیاں وقف کر کے ساری پریشانیوں کو اٹھا کر، اپنے آپ کو قربان کر کے، ساری آسائشوں کو ختم کر کے، جنہوں نے صرف اور صرف علم کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، وہ ہمارے محسن ہیں، ان کو اپنا محسن خیال کیجیے، ان کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دعاء کیجیے، اگر یہ نیک نفوس اور مضبوط کڑیاں نہ ہوتیں، تو یہ بابرکت سنن ہمارے آپ تک نہ پہنچ سکتیں، ہم آپ سنت نبوی ﷺ کو حاصل کر کے جتنی مسرت محسوس کر رہے ہیں، اس کو اپنے لئے سعادت خیال کرتے ہیں، اور ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ان سنن کے حصول کے نتیجہ میں ہمیں توجہ نبوی ﷺ حاصل ہوگی، یہ کس کا صلہ ہے؟ ان نفوس قدسیہ کا صلہ ہے۔

خیر القرون میں علم قراءت کی طرف اعتناء

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے باب میں ہے کہ کوفہ میں قراءت حاصل کرنے والے کبارِ تابعین ۴ ہزار تھے، علامہ زاہد کوثری لکھتے ہے ۴ ہزار کبارِ تابعین نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قراءت کو حاصل کیا، بہت بڑا حلقہ تھا، بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے ان کے یہاں بھی علم قراءت کے حصول کے لئے بہت بڑا مجمع ہوا کرتا تھا، دمشق شام میں حضرت ابوالدرداءؓ مرجع القراء تھے اور ایک ایک کے یہاں اتنی تعداد ہوتی تھی کہ وہ اس کو نہیں سنبھال پاتے تو اس کو حلقوں میں تقسیم کردیتے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرنِ اول، قرنِ ثانی، ثالث اور قرنِ رابع میں علم قراءت پر کتنی زبردست محنتیں ہوئی ہیں، لکھا ہے کہ امام ابن مجاھدؒ کے یہاں اتنی بڑی تعداد میں لوگ علم قراءات کے لئے آتے تھے، کہ آپ نے ان تعداد کو ۸۴ حلقوں میں تقسیم کردیا تھا، اور ہر حلقہ میں ایک نگراں مقرر کیا تھا، ایسا نگراں جس پر علم قراءت کے باب میں امام ابن مجاھدؒ کو اعتماد تھا، اور وہ مُشرِف اور نگراں ان کی رہبری کرتا تھا، جب کسی موقع پر نگراں کے بس کے اوپر کی کوئی بات ہوتی، اس کی سطح سے اوپر کی بات ہوتی، تو یہ نگراں پھر رجوع کرتا امام ابن مجاھدؒ سے، ہم آپ سے یہ عرض کر رہے تھے کہ کتنی محنت کے بعد کیسے کیسے نفوس نے اپنی زندگیوں کو صرف اور صرف اس کے لئے وقف کردیا تھا، اگر ہم نے دو چار گھنٹے اس کے لئے کھپائے ہیں، اللہ کا شکر ہے اس کی توفیق کی بات ہے لیکن ہمارے اگلوں نے جو نمونے پیش کئے ہیں، شاید تاریخ کبھی اس کی مثال پیش نہیں کرپائے گی۔

چوتھی صدی میں ایک نئے طریقہ قراءت کا ایجاد

اس کے بعد ایک دور ایسا آیا کہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ چاہے آتے رہیں، لیکن پھر بھی ہمارے بزرگوں نے، ائمہ امت نے جب اس کا احساس فرمایا کہ ہمتیں اب آنے والے لوگوں کی تھوڑی پست ہو رہی ہیں، ان کے ذوق میں کمی آرہی ہے، طبائع میں وہ قوت نہیں ہے، اور ہو سکتا ہے اس فن کو ایسے مشکل ترین انداز میں پڑھایا جاتا رہا، تو ان کی تعداد میں کمی آنے لگے گی، ہر دن تعداد کم ہوتی چلی جائے گی، تو انہوں نے نیا طریقہ ایجاد فرمایا چنانچہ چوتھی صدی کے اخیر تک یہ ساری قراءتیں افراداً پڑھائی جاتی تھیں، افراداً کا معنیٰ ایک قاری ہوتا ہے سات قراءتیں ہوتی ہیں، ہر امام کی قراءت اس وقت دو حصوں میں تقسیم ہے، ہر امام کے دو راوی ہوتے ہیں، پھر راوی کی روایت بھی دو اور چار حصوں میں تقسیم ہوتی ہے ان کو طرق کہا جاتا ہے، اگلے لوگ ایک ایک طرق میں پورا پورا قرآن شریف شروع سے اخیر تک اپنے استاذ محترم کے یہاں ختم فرماتیں، اور اس طرح ساری قراءتوں کے لئے چودہ اور اٹھائیس قرآن ختم کرتے تھے، کتنا وقت لگتا ہوگا لیکن چوتھی صدی کے اخیر میں ہمارے بزرگوں نے یہ محسوس فرمایا کہ یہ طرز بہت مشکل پڑ رہا ہے، تو پھر جمع کا طریقہ ایجاد کیا پھر قراءتوں کو جمع کر دیا گیا اور ایک ہی ختم میں ساری قراءتیں جمع کر کے پڑھائی جاتیں، شروع میں بڑی اس کی مخالفتیں ہوئیں جب بھی کوئی نئی چیز وجود میں آتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، بعض موافق ہوتے ہیں تو بعض مخالف، اسباب مختلف ہوتے ہیں، بہر حال یہ نیا طریقہ وجود میں آیا۔

تنبیہات اور تقریرات

چھٹی صدی میں پھر وہی طریقہ رائج ہوا، پھر ساتویں صدی میں لوگوں نے اس کو اپنانا شروع کیا لیکن جب جمع کیا جانے لگا تو بہت سی ایسی وجوہات باہم خلط ہونے لگیں کہ جو وجوہات اگلے لوگوں سے من حیث الروایات منقول نہیں تھیں جیسا کہ ہمارے سبعہ پڑھنے والے بچے سمجھتے ہیں کہ امام ورشؒ ذوات الیاء میں مثلاً فتلقیٰ ادم میں امالہ بھی کرتے ہے اور ترک امالہ بھی جس کو اصطلاح میں فتحہ کہتے ہے، اسی طرح ادم جیسے مواقع، جہاں ہمزہ کے اوپر کھڑا زبر الف ہوا کرتا ہے، ایسے مواقع میں وہ قصر، توسط، طول کرتے ہے اور ایسے اجتماع میں فتحہ کے ساتھ تین وجہ اور تقلیل کے ساتھ تین وجہ مجموعی چھ وجہ ہو جاتی ہیں لیکن ہمارے بچے جانتے ہیں کہ ایسے مواقع میں صرف چار وجہیں پڑھی پڑھائی جاتی ہے، علامہ شاطبیؒ نے بطور اختصار وجوہ اربعہ کو کہیں بیان نہیں فرمایا، لیکن بعد کے لوگوں نے جب دیکھا کہ جمع میں اس طرح کا خلط ہوتا ہے اس کے تنبیہات اور تقریرات کے عنوان سے رسائل شائع کئیں، چنانچہ لکھا ہے کہ تقریرات کے عنوان سے سب سے پہلی تصنیف علامہ جزریؒ کی ہے، یہ جو تربیع والا مسئلہ ہے اس کو تو علامہ صفاقسیؒ نے لکھا ہے کہ ان میں سے دو وجہ نہیں پڑھ سکتے ہیں، وہ ساقط ہیں، ہم تو اپنے جوان بھائیوں سے جو قراءت میں اللہ کی توفیق سے اس وقت مصروف ہیں، یہ کہتے ہیں کہ یہ دو وجہ کیوں نہیں پڑھی جاتی ہے، اس کو معلوم کرنے کی ضرورت ہے ایک اجمالی وجہ جو سارے لوگ بیان کرتے ہیں کہ توسط کے ساتھ فتحہ اور فتحہ کے ساتھ توسط اور قصر کے ساتھ تقلیل اور تقلیل کے ساتھ قصر یہ مروی نہیں ہے۔

تحقیق کے جذبہ کی ضرورت

لیکن میرے بھائیو! ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے، ہم آپ کے سامنے یہ باتیں اس لئے عرض کرتے ہیں، ہمیں آپ کو ایک میدان دینا ہے، ہم آپ کو اس راہ پر لے جانا چاہتے ہیں، ہم نے اپنی گفتگو کے شروع میں یہ عرض کیا، ابھی قراءت کے میدان میں آپ کا یہ پہلا قدم ہے، دیکھئے کتنی مدت سے ہمارے ان جامعات میں یہ قراءتیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، اللہ کا احسان ہے، لیکن مد بدل اور الفات ذوات الیاء کے اجتماع کے مواقع میں تربیع کا ہونا یہ ایک مشہور و معروف مسئلہ ہے اسی طرح بقیہ دو وجہوں کا غیر مقروء ہونا بھی اتنا ہی مشہور ہے لیکن ہماری ناقص فہم کے بموجب اب بھی یہ مسئلہ تحقیق کا حامل ہے کہ یہ دو وجہ کیوں نہیں پڑھی جاتیں، اس لئے کہ مروی نہیں ہے، کیا معنی مروی نہیں ہے؟ ناقلینِ فتحہ کون ہیں، ناقلینِ توسط کون ہیں، کیا وہ الگ الگ ہیں ابھی اس کی تحقیق کی ضرورت ہے، اگر ہم غور کریں گے اور تھوڑا سا طرق میں قدم رکھیں گے، طیبہ پڑھنے والے، عشرۂ کبیر پڑھنے والے جانتے ہیں، وہاں تربیع نہیں ہے تخمیس ہے، پانچ وجوہ ہے، وہاں فتحہ کے ساتھ توسط پڑھا جاتا ہے، شیخ محمد المتولیؒ، مصطفی الازمیریؒ جیسے بڑے بڑے لوگ وہ شخصیات دنیا میں آئیں ہمارے ان طلبہ عزیز کو معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ جزریؒ کے بعد دنیا اس وقت جن کی تحقیقات پر اعتماد کرتی ہے، یہ دو بزرگ شخصیت ہیں، شیخ محمد المتولیؒ مصر کے بہت بڑے عالم ہیں، نابینا ہیں، پچاس سے زائد ان کی تصانیف ہیں، علم قراءت کے سارے مشکل مسائل کو انہوں نے اشعار میں بیان فرمایا، لیکن ہم اور آپ اپنی علم قراءت سے وابستگی کا تھوڑا اندازہ لگائیں، کہ ایسے زبردست امام کی ایک بھی کتاب میرے آپ

کے پاس نہیں ہے، یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ یہ جو متون عشرہ ہے، اس میں دُرّہ کے نیچے حاشیہ کے طور پر "الوجوہ المسفرہ" چھپ گئی ہے، اگر یہ نہ ہوتی تو ہمارے پاس امام محمد المتولیؒ کی کوئی کتاب نہ ہوتی، وہ اتنا بڑا محقق کہلاتا ہے، جزریؒ کے بعد دنیا ان کی تحقیق پر اعتماد کرتی ہے، ان کی ایک تصنیف ہمارے یہاں نہیں ہے، اور پھر ہم اپنے آپ کو قاری خیال کرتے ہیں، ابھی اسی وجہ سے ہم طالب علم سے کہہ رہے تھے کہ بیٹا مشق کی جہاں اور بھی آگے ہے ہم یہ چاہ رہے تھے کہ دونوں موضوع پر تھوڑی گفتگو طلبہ کے سامنے کریں گے، ہم آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، اللہ نے توفیق دی ہے لگے رہیے، جب اللہ کا کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ، دل سوزی کے ساتھ، دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ، کسی فن میں لگا رہتا ہے تو اس ذات کو کبھی نہ کبھی ترس آتا ہے، وہ ذات آپ کو نوازتی ہے، ضرورت ہے محنت کرنے کی، ہمت سے کام لیجیے، دنیا میں جو اتنی بڑی بڑی مقتدر شخصیات پیدا ہوئیں، وہ بھی تو انسان ہیں، آپ کو اللہ نے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، ابھی جو بچے یہاں مشق پیش کر رہے تھے، ہم نے اپنے چھوٹے موٹے تأثرات ان کے باب میں لکھے ہیں، ان کے اساتذۂ کرام اگر مناسب خیال فرمائیں تو وہ ان کو بتلائیں گے۔

اللہ کا شکر ادا کیجیے

بچو! گلا آپ کے پاس ہے، مجھے وہ پچھلا دور یاد آتا ہے میری تو چونکہ پالن پوری برادری سے پرانی دوستی رہی ہے، میرے دوست یہاں کے ہوا کرتے ہیں ۳۰ / ۳۵ / سال پہلے شاید کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا، کہ اس پالن پور کے علاقہ میں اتنے خوش الحان بچے ہوا کریں گے، اتنا صاف ستھرا گلا، لہجوں کی ایسی صلاحیت ہمارے بعض بچوں کے

پاس ہیں، بچو! آپ کے پاس لہجوں کی عمدہ صلاحیت ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، گہرائی پیدا کیجیے، جام چھلکنا نہیں چاہیے، اگر کوئی آپ کی ہمت افزائی کے لئے دو جملے اچھے کہہ دیتا ہے اس کو اللہ کا شکر ادا کیجیے، ورنہ میرے بھائیو! وہ ذات غیور ہے، جب کبھی کوئی کسی غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے، اور وہ بات رب کریم کو پسند نہیں آتی، تو وہ محروم فرما دیتے ہیں، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، تواضع کے ساتھ ان اساتذہ کے قدموں میں بچھ جائیں۔

بے غرض اساتذہ

آپ ذرا دنیا میں نکلیں اور دیکھیں کھیل کا ایک مربی ہوتا ہے اس کو کوچ کہتے ہے، وہ کوچینگ کرتا ہے، ایک ایک گھنٹے کے کتنے کتنے روپئے لیتے ہیں، لوگوں سے پوچھیں، ابھی ہمارا ایک سفر ہوا، ہماری کمر میں تکلیف ہے، ہمارے ایک شاگرد ہے جو ورزش وغیرہ جانتے ہے، وہ روزانہ ہمارے پاس آتے تھے، ان سے کسی نے پوچھا، ہم آپ کے یہاں ورزش سیکھنا چاہتے ہیں ہم آپ کی ماتحتی میں ورزش کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک گھنٹہ کے ۱۰۰ ر ڈالر ہم لیں گے، ایک گھنٹہ کے ۱۰۰ ر ڈالر ۵۰۰۰ ر روپے، میرے بچو! میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں جو اساتذہ آپ کی مشق کی تربیت فرما رہے ہیں جو آپ کو صرف ونحو میں لے کر چل رہے ہیں جو آپ کو فقہ جیسی بہترین دولت سے نواز رہے ہیں آپ اس کی قیمت کا اندازہ لگائیں، وہ کتنے مخلص اور بے غرض ہیں، وہ تنگیاں برداشت کر کے، وہ غربت برداشت کر کے آپ کے پیچھے کیسی ہمدردی اور عرق ریزی سے کام کرتے ہیں، ان کا شکر ادا کیجیے، ان کو اپنا محسن خیال کیجیے، تواضع کے ساتھ ان کے قدموں میں بچھ جائیں، انشاء اللہ ثم انشا اللہ بہت روشن مستقبل آپ دیکھیں گے۔

اب تک ہم نے عشق کو نہیں سمجھا

عشق کیا ہے؟ ابھی ہم لوگوں نے نہ عشق کو اپنایا ہے اور نہ عشق کو سمجھا ہے، جن لوگوں نے عشق کو اپنا میدان بنایا ہے ان کی خدمت میں ذرا سا بیٹھیں، ایک مصری جوان جب کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور وہ تلاوت شروع کرتا ہے، تلاوت کی ابتداء ہی سے وہ مجمع میں پاگل پنا گھول دیتا ہے، لوگ پاگل ہو جاتے ہیں، ہم نے دیکھا ہے پانچ پانچ گھنٹہ کی طویل مجلس، بڑی بڑی مساجد ہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں لیکن مصری جوان جب گھنٹہ سوا گھنٹہ تک تلاوت کرتا ہے، اللہ کے بندے ایسا کیف محسوس کرتے ہیں، میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو معانی سے بالکل نابلد ہیں، لیکن ان کے قلوب کیف سے لبریز ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسوں بہتے ہیں، ابھی ہم نے عشق کو سمجھا نہیں ہے، بچو! عشق کو سمجھنے کے لئے پہلے آواز کو سمجھنا پڑتا ہے، پھر لہجوں کو سمجھنا پڑتا ہے، پھر کشش کو سمجھنا پڑتا ہے، ان تینوں کے بعد ایک مرحلہ سوز کا آتا ہے، اس کو سمجھنا پڑتا ہے ان ساری چیزوں کے مجموعے سے عشق تیار ہوتی ہے، ایسے عشق نہیں ہو جاتی اللہ کا شکر ادا کیجیے، جن بچوں کے گلے اچھے ہیں، جنہوں نے ابھی پروگرام پیش کیا، ہم ان کو گلے لگاتے ہیں، مبارک باد پیش کرتے ہیں، واقعۃً دل میں آپ کے لئے جگہ ہوگئی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ سنن نبوی ﷺ سے ہیں، سنن صحابہؓ میں سے ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا حضرت علقمہؒ کے بارے میں مسرت کا اظہار

علامہ زاہد کوثریؒ کے مقالہ میں ہم نے دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کبارِ صحابہ میں سے ہیں، جب حضرت علقمہؒ کو سنا تو فرمایا کاش! تم اس دور میں ہوتے، اگر جناب نبی کریم ﷺ تمہاری اس بہترین آواز میں قرآن کو سنتے تو کتنی مسرت کا

اظہار فرماتے، اور تم کو کتنی دعائیں دیتے۔ یہ ان کے مقالہ میں لکھا ہے، معلوم ہوا کہ آواز بہت بڑی دولت ہے جس سے نبی کریم ﷺ خوش ہو جائے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت سالمؓ کی تلاوت پر آپ ﷺ کا فخر

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تلاوت پر آپ نے کیا فرمایا؟ حضرت سالمؓ کی تلاوت پر آپ نے کیا فرمایا؟ الحمد لله الذی جعل فی امتی مثل هذا کہ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اللہ نے میری امت میں اتنے بہترین آواز میں قرآن پڑھنے والوں کو پیدا فرمایا، یہ میرے لئے اس وقت قابل فخر ہے صرف اور صرف اس بنیاد پر کہ ان کا گلا بہترین ہے، یہ پرسوز انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو گلے لگانا تو سنن نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ایک جملہ سے شرابی کی زندگی میں انقلاب

مرقاۃ المصابیح میں ملا علی قاریؒ نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ''غنیۃ الطالبین'' سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک مرتبہ کوفہ کی گلیوں سے گزر ہو رہا تھا، دیکھا کہ ایک حلقہ لگا ہوا ہے، اور شراب پی جارہی ہے لوگ شراب میں مست ہے اور ایک شخص ہے جو حلقے کے درمیان کھڑا ہے، اس کے پاس عود نامی باجا ہے، اس کا بہترین گلا ہے، پرسوز آواز، اور پرکشش آواز میں عشقیہ اشعار کے ذریعہ مجمع میں گرمی پیدا کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وہاں سے گزر ہوا، ان کو رشک آیا کتنی عمدہ آواز ہے، کیا یہ اللہ کا بندہ ہے، کہ اتنی بڑی نعمت کو گندی چیزوں میں صرف کر رہا ہے اس کی آواز سے محظوظ ہوئے، اور وہاں سے جب تشریف لے جانے لگے، تو جاتے جاتے فرما گئے ما احسن هذا الصوت لو كان بقرأة القرآن كان احسن کتنی عمدہ

آواز ہے، آواز تو عطیہ خداوندی ہے اللہ تعالیٰ ان انعامات کو مختلف انداز سے تقسیم فرماتے ہیں، اللہ نے جس کے حصے میں یہ نعمت لکھی ہے، وہ کتنا ہی قابل فخر ہے، اس کو تو اللہ کے کلام کے لئے صرف کرنا چاہیے تھا، اس کا تو اولین مصرف ہی وہ ہوا کرتا ہے، اس کا ذھن کیوں خطا کرتا ہے کہ وہ اللہ کے اس انعام کو ایسی گندی چیزوں میں صرف کرتا ہے، اس گویا نے دیکھا کہ وہ کھڑے رہے پھر جاتے جاتے کچھ کہہ گئے، مجلس سے وہ باہر آکر اس نے کسی سے پوچھا من کان وما قال کون تھے؟ اور کیا کہہ گئے؟ تو ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد نقل کیا، کیا پوچھنا، کسی کی ھدایت کا وقت آتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کو ھدایت دینا چاہتا ہے، اور پھر ایسا تاثر کہنے والا کون؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فقیہ الامت کی زبان و دل سے نکلے ہوئے جملے تھے، کیسے ممکن تھا کہ وہ اثر نہ کرتے، بس ما احسن ھذا الصوت لو کان بقراۃ القرآن کان احسن یہ کوئی لمبی عبارت نہیں ہے چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن یہ جملہ دل کی گہرائی سے نکلا تھا، اس شخص کے دل پر ایسا اثر کر گیا کہ اس نے شراب کی مجلس سے توبہ کی اور اپنا جو باجا تھا، اس کو زمین پر مارا اور توڑ دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے چل دیا، جب وہاں پہنچے ملاقات ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے گلے لگا لیا اور زاروقطار رونے لگے، اور کہا، بھائی تمہارے لئے وہ چیز ہم کیوں پسند نہ کریں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے پسند فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ تو بہترین آواز میں پڑھے جانے والے قرآن کو جتنا شوق سے سنتے ہے، کسی چیز کو اتنا شوق سے نہیں سنتے، تم اپنی آواز کو قرآن کریم میں صرف کرو، اس شخص نے توبہ کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دامن تھام لیا، اور زندگی ان کے قدموں میں نچھاور کردی، نتیجہ یہ ہوا کہ شراب اور کباب کی مجلس کو گرمانے والا شخص، اللہ نے اس کی کایا ایسی پلٹی، اس کی زندگی میں ایسا انقلاب

آیا، کہ آپ آج ترمذی شریف اور مسلم شریف میں ان کا نام دیکھتے ہے، ان کا نام زاذان ہے۔

وقت تلاوت اجابت کی گھڑی

ہم آپ سے یہی کہنے جارہے تھے، کہ مشق بہت عمدہ نعمت ہے، کبھی جب آپ تنہائی میں اللہ کے کلام کو پرسوز انداز میں تلاوت کریں گے، آپ بھی دیکھیں گے، آپ کا دل بھر آئے گا اور ایسے وقت میں جب دل بھر آتا ہے، تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کریجیے، یہ وہ مواقع ہوا کرتے ہیں، یہ وہ اوقاتِ عزیز ہوا کرتے ہیں جس میں آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرتا ہے، ہم آپ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب کا نبی اکرم ﷺ سے قرآن کو تحقیقاً حاصل کرنا

بچو! بہت مبارک ہو، لیکن مشق کی دنیا آگے اور ہے، ابھی آپ نے دیکھا، ہمارے قاری صاحب تلاوت کررہے تھے، کتنا ناپ تول کر لہجہ بن رہا تھا، ترتیل ایسے نہیں بن جاتی علم قراءت میں بھی ایک تعداد ان لوگوں کی ہے، کہ آج بھی ان کے بس میں ترتیل نہیں ہے اگر ترتیل آپ سے بن رہی ہے اللہ کا شکر ادا کیجیے، بلکہ مجھے یاد پڑرہا ہے علامہ جزریؒ نے نشر کبیر میں ایک روایت متواترہ نقل فرمائی ہے لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاذ سے، انہوں نے اپنے استاذ سے، اس طرح اخیر میں حضرت ابی بن کعبؓ تک یہ سلسلہ پہونچتا ہے، لکھا ہے کہ ہر ایک نے اپنے شیخ سے اس فن کو تحقیق سے حاصل کیا، تحقیق ایک درجہ ہے آپ جانتے ہیں، تلاوت میں درجاتِ مختلفہ ہیں، ان میں سے تحقیق ہے، اصل تو اس کو نقل کیا ہے علامہ دانیؒ نے، پھر نشر کبیر میں علامہ

جزریؒ نے اپنا تسلسل اور تواتر بیان کیا ہے، کہ ہم نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے اور شاید علامہ شوکانیؒ لکھ رہے ہیں کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے جناب نبی کریم ﷺ سے قرآن کو تحقیقاً حاصل کیا ہے، جو بچے ابھی ترتیل میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے، بہت مبارک ہو! اسی سے آپ کا تلفظ نکھرے گا، اسی سے آپ کا گلا بنے گا، اسی سے آپ کی آواز میں مضبوطی پیدا ہوگی، اسی سے آپ کی سانس لمبی ہوگی، آپ کی مشق سنورے گی، لیکن ہاں اس کا خیال رہے کہ فی زمانا ترتیل میں کئی چیزیں ہیں جن کو چور دروازے سے داخل کیا جارہا ہے، لہجوں کے حسین عنوان سے، اداء وفن کے اعتبار سے کئی گندگیوں کو فن میں داخل کیا جارہا ہے اس کا خیال رکھیں۔

ترتیل میں آداب واصول کی رعایت

ہم جب ترتیل پڑھیں بہت صاف ستھری ہو، گندگیوں سے بالکل پاک ہونی چاہیے، جس میں مسائل تجوید کی رعایت ہو، بے جا مد نہ ہونے پائے، مد کی حدود ہے، پانچ الف، چار الف، تین الف، یہ دائرہ ہے، یہ حدود مقرر فرمائے ہیں اس سے نکلنا نہیں چاہیے، اصول تجوید کی پوری رعایت، آداب تلاوت کی رعایت کے ساتھ ترتیل کو مشق کریں، وہ لوگ مغالطہ میں ہیں جن کو ابھی ترتیل پر اطمینان نہیں ہے، افسوس ہے کہ کئی سال تجوید وقراءت میں گزارنے کے بعد بھی ابھی ان کو ترتیل پر اطمینان نہیں ہے، ان کی قسمت کی بات ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ مکۃ المکرمۃ سے جو بزرگانِ دین ایماء نبوی ﷺ پر یہاں تشریف لائے، حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکیؒ جب تشریف لائے اور ان حضرات نے یہاں ان لہجوں کو شائع فرمایا، مدرسہ صولتیہ

سے شیخ ابراہیم سعد مصری سے حضرت قاری عبد المالک نے کسب فیض فرمایا اور مختلف لہجے و مشق کی مہارت کے ساتھ یہاں تشریف لائے، اور ان لہجوں کی اشاعت فرمائیں حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ، حضرت قاری محمد صدیق میمن سنگھیؒ، حضرت قاری عبد الوحیدؒ یہ وہ حضرات ہیں جو کئی لہجوں کو لے کر ہندوستان تشریف لائے، آپ پڑھیں، حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانویؒ کی سوانح میں حجازی لہجہ کا تواتر موجود ہے، لیکن ہاں مشق میں جن لوگوں نے آزادی اختیار کر رکھی ہیں، ان کی بھولے سے بھی تائید نہیں کرنی چاہیے، اور کبھی ان کی نقل بھی نہ اتارنا، اللہ حفاظت فرمائے۔

تلاوت توجہ ربانی کے حصول کا بہترین ذریعہ

ہم کو صرف اس لئے مشق کرنا ہے، اپنی مشق کو اس لئے جمانا ہے کہ وہ ذات بہترین آواز میں پڑھے جانے والے قرآن کریم کو بہت شوق سے سنتی ہے، کیا ہم آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اللہ کے بہت بندے ہیں جو نماز کے بعد، اسی طرح تلاوت اور روزوں کے بعد اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر درخواست کرتے ہیں اے اللہ! تیری ذراسی توجہ کی ضرورت ہے، تیری ذراسی توجہ ہمیں حاصل ہو جائے گی، ہمارا کام بن جائے گا، بچو! تمہارے پاس توجہ ربانی کو حاصل کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے، تنہائی میں بیٹھ کر کلام اللہ کی تلاوت عمدہ آواز میں کیجیے اور تلاوت کے ختم ہونے پر اللہ کے سامنے کچھ مانگ لیجیے، ہاتھ پھیلا دیجیے، اپنے لئے اور امت کے لئے مانگیں، اللہ مبارک فرمائے، مجھے خوشی ہو رہی ہے، میں میرے ان بھائیوں سے پچھلے کئی سالوں سے کہہ رہا تھا کہ میں جب پالن پور کے علاقہ کا سفر کرتا ہوا اور مجھے اس وقت پالن پور کے علاقہ کی علم تجوید وقراءت میں جو اشد ضرورت ہے وہ محسوس ہو رہی ہے کہ وہاں کا تلفظ

بنانے کی ضرورت ہے، حرفوں کو بنانے کی ضرورت ہے اللہ کا شکر ہے کہ ان بھائیوں نے اپنے علاقے کے ان بزرگوں کی رہبری میں اس طرف توجہ فرمائی اور الحمد للہ وہ کمی جو کئی سالوں سے محسوس ہو رہی تھی اب وہ پوری ہو رہی ہے اللہ مبارک فرمائے، لگے رہیے، ہم اربابِ انتظام کو بھی دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ ادارے کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے، خوب ترقیات سے نوازے، اور ادارے کی ساری ضروریات کو غیب سے پورا فرمائے۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۴)

کتاب اللہ کے وارثین

جامعہ فیضان القرآن ﴿احمد آباد﴾

تفصیلی فہرست

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا. صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

قرآنی مجالس میں شرکت رب کریم کی کرم فرمائی

حضرات علماء کرام، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! اور ان مہمانانِ رسول ﷺ کی عزت افزائی، ان کے شوق کو بڑھانے اور ان کی ہمتوں کو تقویت پہونچانے کے لئے آئے ہوئے شہر کے روشن، مسلمانو! اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ایسے وقت جبکہ اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہوں گے جو مختلف قسم کے معاصی اور مختلف قسم کے گناہوں میں رہ کر اس وقت اپنے آپ کو رحمتِ خداوندی سے کوسوں دور کر رہے ہوں گے، ایسے وقت میں اس منعمِ حقیقی نے ہمارے، آپ پر یہ کرم فرمایا، کہ اس نے محض اپنے کلام پاک کی نسبت پر یہاں جمع ہونے کا موقع عنایت فرمایا اور ایک اچھی طویل مجلس میں بیٹھ کر، حاضرہ کران مہمانانِ رسول ﷺ کی پرکشش اور عمدہ تلاوتوں کو سننے کی توفیق سے ہمیں اور آپ کو نوازا۔

خوش آوازی ایک عظیم نعمت

میرے بھائیو! یہ بچے جو بھی کچھ ترتیل میں اللہ کے کلام کو تلاوت کر رہے تھے، تو کچھ تدویر میں کلام ربانی کو سنا رہے تھے، دراصل سرکار دو عالم ﷺ کی عظیم فراست اور طویل عرصہ کی کاوشوں کا یہ ثمرہ ہے، غور فرمائیں، یہ دنیا جانتی ہے کہ جب انسانیت خالقِ حقیقی اور اپنے مالک کو بھول جاتی ہے، تو اللہ رب العزت کی ہمیشہ یہ سنت رہی ہے، عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ اس نے ایسے وقت میں اپنے نبی کو مبعوث فرمایا جو

انسانیت کے بھولے بھٹکوں کو صحیح راہ دکھلاتے، جہالت اور ناواقفیت کی ظلمتوں میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کو نورِ ہدایت سے نوازتے، کچھ یہی صورتِ حال سرکار دو عالم ﷺ کی آمد باہرکت سے پہلے تھی، کہ امت کے بہت سے افراد کو اللہ رب العزت نے جنت کی نعمتوں میں کی ایک عظیم یعنی بہترین پرسوز، پرکشش عمدہ آواز، عطاء فرمائی تھی، آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ رب العزت نے حضرت داؤدؑ کو معجزہ کے طور پر جو چیز عطاء فرمائی تھی، ان کی قوم میں کوئی فرد ایسا نہ تھا جو داؤدؑ کی خوش گلوئی کی نظیر پیش کر سکے؟ ان کے پاس بطور معجزہ کے یہ نعمت تھی اسی طرح اللہ رب العزت نے اس امت محمد ﷺ کے بہت سے بندوں کو جنت کی نعمتوں میں کی ایک عظیم نعمت یعنی بہترین پرسوز و پرکشش، عمدہ آواز سے نوازا تھا یا یوں کہیے معجزہ کے طور پر دی جانے والی ایک عظیم نعمت ان کے حصہ میں آئی تھی، لیکن اتنی عظیم نعمت کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو غربت کا مارا خیال کیا، وہ یہ سمجھتے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، ہم بے دست و پا ہیں، چنانچہ ایسے بہت سے خوش گلو لوگ، خوش الحان اللہ کے بندے، اتنی زبردست دولت اور اتنا بڑا سرمایہ رکھنے والے لوگ، متمول، مالدار لوگوں کے یہاں غلامی کرتے تھے، اور فسق و فجور کی مجلسوں کو گرما کر چند ٹکے حاصل کرتے اور اس طرح کوڑیوں کے عوض اس عظیم دولت کو بیچتے اور غلامی کی زندگی گزارتے، چونکہ گانے و گنگنانے اور بجانے کا دلدادہ تھے تو عرب کے بڑے بڑے مالدار لوگ اپنے مال سے ایسے خوش گلو لوگوں کو اپنے یہاں گلوکار کی حیثیت سے رکھتے انہیں اس کی اجرت و تنخواہ دیتے اور اس طرح یہ جنتی نعمت رکھنے والے بندگانِ خدا ان کے یہاں نوکری کرتے تھے، اور وہ مالدار شخص، اس غلام کا مالک جب چاہتا تھا، اس کی طبیعت میں جب اچھی آواز میں فسق و فجور پر مشتمل اشعار سننے کا داعیہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اپنے غلام سے کہتا تھا گانا شروع کرو، چنانچہ وہ آقا کے

اس فرمان کو بجالاتا اور ان کے جذبات کی تسکین کرتا، اس بچارے کو نہیں معلوم تھا کہ اس کے پاس کتنی بڑی دولت ہے، اور وہ اس دولت سے کیا کچھ خرید سکتا ہے، آواز تو ایسی عجیب وغریب دولت ہے، کہ بندہ اس اچھی آواز کے ذریعہ اللہ رب العزت کی رضا اور اس کے قرب کو بہت آسانی سے پاسکتا ہے، لیکن اسے آواز کا یہ مصرف، آواز کہاں خرچ ہوتی ہے؟ آواز کس چیز میں استعمال کی جاتی ہے؟ وہ اسے معلوم نہیں تھا۔

نقالی انسان کی فطرت

میرے بچو! ہم اس وقت جہاں رہتے ہیں، ہمارا مکان بالکل عام گزرگاہ سے متصل ہے، ہم دیکھتے ہیں دو چار جوان ہیں ہم روزانہ ان کو سنتے ہیں، جو ایک خاص قسم کا گانا گاتے ہیں جس میں عشق ومحبت ہے اور کچھ نہیں ہے، نہ ان کے پاس ایسی کوئی آواز ہے، نہ لہجہ کی کوئی صلاحیت ہے، اور آواز ولہجوں کی معرفت، وہ تو دن بھر مزدوری کرتے ہیں انہیں کیا معلوم کے اس گویا نے کب کس لہجہ میں کیا گایا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ روزانہ یہ جوان جب اس راستہ سے گزرتے ہیں تو کچھ نہ کچھ گاتے گنگناتے جاتے ہیں، ہمارا یہ اندازہ ہے کہ شاید انہیں مفہوم بھی معلوم نہیں کہ ایک باحیا غیرت کا حامل شخص، کبھی ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس کو سننا گوارا نہیں کرے گا، چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل ودماغ پر ایسی گندی چیزیں کندہ ہو رہی ہیں ان کو کچھ معلوم نہیں ہے، سماج اور معاشرے پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟ ایک بچہ جب بچپن ہی سے ایسی چیزوں کو یاد رکھتا ہے، سینکڑوں بار اس کی زبان سے اس کو گایا جاتا ہے کہ ظاہر بات ہے کہ اس کے دل ودماغ سے اس کی قباحت ختم ہوجاتی ہے، بہر حال ہم تو یہ کہہ رہے تھے کہ یہ تو انسانی فطرت ہے، اس جوان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نہ میرے پاس وہ آواز

ہے اور نہ ہی وہ لہجہ جس انداز میں اس گلوکار نے اس کو گا کر زینت بخشی ہے، لیکن چونکہ انسانی فطرت ہے انسان کی طبیعت ہی ایسی ہے، اللہ پاک نے انسان کی طبیعت میں یہ بات ودیعت فرمائی ہے کہ جب اچھی آواز میں کوئی چیز گائی یا پڑھی جاتی ہے، طبیعت نہ چاہنے کے بعد بھی اس کی طرف مائل ہوتی ہے، کان ادھر ہی چلا جاتا ہے، یہ انسان کی فطرت ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ انسانیت کے سب سے بڑے فطرت شناس

چونکہ سرکار دو عالم ﷺ انسان کی اس فطرت سے واقف ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ میری امت کے اتنے سارے افراد ہیں، ان کے پاس اتنی شاندار اور جاندار آوازیں ہیں بجائے اس کے کہ وہ اس شاندار اور جاندار آواز کو ضائع کریں اللہ کے کلام میں خرچ کر کے اس کا قرب حاصل کریں، ان کی نسبتیں ترقی کریں، ان کا تعلق مع اللہ مضبوط ہو، اللہ رب العزت اس کی طرف متوجہ ہوں، کیونکہ اس بیچارہ کو تو کچھ معلوم نہیں ہے، کہ اس کے پاس کتنی بڑی دولت ہے، یہ تو اس کو الٹی سیدھی چیزوں میں خرچ کر کے اپنے آپ کو رحمتِ خداوندی سے دور کر رہا ہے، چونکہ سرکار دو عالم ﷺ رحمۃ للعلمین ہے، امت کا اتنا بڑا خسارہ اور نقصان آپ کو کیسے برداشت ہو سکتا تھا؟ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے امت کا اور انسانیت کا مزاج پڑھا اور پھر ان کی اس غلط فہمی کو دور فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا زینو القرآن باصواتکم کہ اللہ کے بندو! تمہارے پاس بہت عمدہ آواز ہے تم اپنی عمدہ آواز سے فسق وفجور کے ناپاک اشعار کو جس کو کوئی غیرت مند شخص ایک منٹ کے لئے سننا گوارا نہیں کر سکتا تم اس کی زینت بنے ہوئے ہو؟ تم انہیں زینت بخشتے ہو؟ تم اس میں حسن بھرتے ہو؟ کہاں گئی تمہاری

غیرت؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کی غیرت کو چیلنج فرمایا اور فرمایا کہ یہ آواز اللہ رب العزت نے اس لئے دی ہے کہ اس آواز میں اللہ کا کلام تلاوت کرو، دیکھیں ابھی تلاوت شروع ہوئی نہیں کہ اس ذات کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہمت افزا کلمات

چنانچہ شمع رسالت کے پروانو! ایک حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے، جنہیں اللہ رب العزت نے بہترین آواز سے نوازا تھا، جب ان کو بہترین انداز میں قرآن پڑھتے سنا، چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا منشا تھا کہ قوم اپنا دھارا بدلے، قوم اس کو سمجھے، وہ خسارے سے نکلے، چنانچہ آپ نے ادھر تو فرمایا کہ جس سے بن پڑے قرآن کو عمدہ آواز سے پڑھو، ادھر امت کے جو افراد عمدہ آواز میں تلاوت کر رہے تھے ان کی ہمت افزائی فرمائی، ان کو دادِ تحسین دی، لوگوں کے سامنے ان کی تعریف فرمائی، کتنی عمدہ آواز ہے، کتنا شاندار قرآن کریم تلاوت کرتے ہیں، اس طرح لوگوں میں شوق بڑھانا شروع فرمایا، پھر اپنے صحابی کو بہت اچھے انداز میں قرآن کریم پڑھتے سنا تو فرمایا کہ میرے لئے فخر کی بات ہے، کہ اللہ نے میری امت میں اتنے اچھے قرآن پڑھنے والوں کو پیدا فرمایا، منشا کیا تھا؟ یہ ساری کوششوں کا منشا صرف اور صرف یہ تھا کہ اگر میری امت کو یہ مصرف نہیں ملے گا تو امت بجائے اس کے کہ اس آواز سے اللہ کے قرب کو حاصل کرے، اس کے تعلق میں مظبوطی آئے، وہ اللہ کے رحمتوں کے نزول کا باعث بنے، غضبِ خداوندی کو دعوت دے گی، اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے بڑی فراست سے ایک طویل عرصہ کی محنت سے امت میں شوق بھر دیا، چنانچہ اس کے بعد

لوگوں نے جب یہ محسوس کر لیا کہ سرکار کا منشا یہی ہے تو پھر آج ان فرامین کو چودہ سو برس ہو گئے لیکن آپ دیکھتے ہیں جس اللہ کے بندے کو اچھی آواز ملتی ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ اللہ کے کلام کو عمدہ سے عمدہ آواز میں تلاوت کرے اور جب کوئی بچہ اچھی آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو کتنوں کے دلوں میں جگہ کر لیتا ہے۔

یحیٰی بن وثاق کی تلاوت پر لوگوں کا شوق و دھیان

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں صاحب ''مفتاح السعادۃ'' نے لکھا ہے کہ انہوں نے جب یحیٰی بن وثاق کو سنا کہ بہت عمدہ تلاوت کر رہے ہیں، بڑی اچھی آواز ہے، تو فرمایا کیا ہی اچھی آواز ہے، جی چاہتا ہے کہ ان کی پیشانی پر بوسہ دے دوں، اور لکھا ہے صاحب ''مفتاح السعادۃ'' نے کہ جب مسجد میں تلاوت کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ پوری مسجد میں کوئی ہے ہی نہیں، ایسی خاموشی چھا جاتی تھی سارے لوگ کان بن کر ان کی تلاوت سنتے تھے، اتنا شوق اور اتنا دھیان سے سنتے، ان سے ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر حضورصلی اللہ علیہ وسلم تم کو سنتے تو خوش ہو جاتے، یہ سب کیا ہے؟

سرکار دو عالمصلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اور حضرت قاری عبدالرحمن مکیؒ کی خدمات

بلکہ ہم اپنے بچوں کو ان کی ہمت بڑھانے کے لئے اور اصل حقیقت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتلائیں گے، کہ ہندوستان میں بھی سرکار دو عالمصلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر یہ ساری چیزیں منتقل ہوئی ہیں، گفتگو لمبی ہے ہم اس کی کچھ چیزوں کو حذف کرتے ہوئے یہ عرض کریں گے کہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن مکیؒ جن کو انگریز کی بربریت اور ظلم وستم کی وجہ سے اپنی معصوم عمری میں ہجرت کرنی پڑی، اور بہت بچپنے میں ان کے والد محترم مکۃ المکرمۃ ہجرت فرما گئے انہوں نے وہاں مکۃ المکرمۃ میں انہیں لیکر قیام

فرما کر علم قراءت میں ایک امتیازی مقام حاصل کر لیا کہ ایک دن حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (خلیفۂ اجل حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ) کو سرکار دو عالم ﷺ نے خواب میں یہ اشارہ فرمایا کہ عبدالرحمٰن کو ہندوستان جانا ہے، چنانچہ ان کا سارا کنبہ وہاں ہے، لیکن ایک جوان ہندوستان کا رخ کرتا ہے، ہندوستان تشریف لاتے ہیں اور اپنی عمر کے اخیری حصہ تک نہ صرف علم قراءت کی خدمت کی، اور نہ صرف ان سے علم قراءت کی اشاعت ہوئی بلکہ وہ سارے لہجے جو آپ نے شیخ ابراہیم سعد مصریؒ اور اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا قاری عبداللہ مکیؒ سے سیکھے تھے ان سارے لہجوں کو یہاں منتقل فرما کر شائع فرمایا۔

مدرسہ فرقانیہ (لکھنؤ) کا فنی امتیاز

ایک دور ایسا تھا کہ قسم قسم کے لہجوں کی اور حسین آوازوں سے لکھنؤ کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی فضائیں گونجتی تھیں بلکہ وہ دور ہندوستان میں ایسا گزرا کہ قاری کے ساتھ اگر فرقانیہ کی نسبت نہیں ہے تو قاری ناقص کہلاتا ہے، حضرت مولانا عین القضاۃؒ بہت بڑے اولیاء سے گزرے ہیں انہوں نے ان قراء کی ایسی خدمت فرمائی، ان کو ایسا نوازا، ایسا میدان انہیں دیا، بڑے بڑے مشاق لوگ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مشق میدان کے شہنشاہ تھے، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ، حضرت قاری محمد صدیق میمن سنگھیؒ، حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ ایسے بڑے بڑے لہجوں کے مالک ودھنی ہندوستان میں بلکہ لکھنؤ میں موجود تھے، اور ایک حال یہ ہوگیا تھا کہ اس وقت ہندوستان کا کوئی فرد اللہ کے کلام کو عربی انداز میں، مختلف لہجوں میں سرکار دو عالم ﷺ کے فرامین کے بموجب سیکھنا چاہتا تھا، تو اس کو عرب جانے کی ضرورت نہیں تھی،

ہندوستان میں ایسی شخصیات موجود تھیں، ماہرینِ فن موجود تھے۔

عربی زبان میں بڑی نزاکت

ہم یہ عرض کر رہے تھے یہ جو بچے ترتیل میں بہت اچھے انداز میں تلاوت کر رہے تھے، کیا ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ہم احمد آباد میں ہیں؟ دیکھیں ایک ۲۰ سال کا جوان آجائے اور وہ کسی استاذ کے یہاں بیٹھ کر جو الفابیٹ ہے عربی کے (حروف تہجی) ذرا بیٹھ کر ایک مرتبہ مشق کر لے، سال دو سال پانچ سال کے بعد وہ اپنا جائزہ لے، اور ان بچوں کے ساتھ اپنا موازنہ کرے، اندازہ ہوگا کتنی محنت سے ان کا تلفظ بنا ہے، عربی تلفظ بہت ہی مشکل ہے، ہماری زبان گجراتی ہے، ہم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ عربی زبان میں کتنی نزاکت ہے جیم بھی ہے، ذال بھی ہے، زاء ہے، ظاء، ضاد ہے ذرا ذرا سے فرق سے، یہ بچے الحمد للہ ثم الحمد للہ اتنے باریک فرق کو اپنے اساتذہ کے یہاں بیٹھ کر ایسا مشق کرتے ہیں، ابھی میں جب یہاں شام کو پہونچا ہم دیکھ رہے تھے، کسی جگہ سبق ہو رہا تھا، معصوم بچے ناظرہ سیکھ رہے تھے، اور اتنی مشق ہو رہی ہے، بڑی محنت کے بعد ان بچوں کو اسٹیج میسر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔

خوش الحانی کے ساتھ تلاوت صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو

بچو! اصل قدر دانی آپ کو کرنی ہے، آپ سمجھیں، آپ اپنے گھروں سے جس انداز سے آئے ہیں، آپ کی جیسی تربیت کی جا رہی ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے یہ جامعات کی برکت ہے، جامعات کے یہ مخلص رجال کار کی برکت ہے، اللہ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، یہ معمولی چیز نہیں ہے، جو ہمارے آپ کے حصہ میں آئی ہے، اللہ اس کی قدر دانی کی توفیق سے ہمیں نوازے، ہمارے جن بھائیوں نے مسابقہ میں

شرکت کی ہیں ان کو عمومی طور پر اور جنہوں نے شرکت کے بعد امتیازی پوزیشن حاصل کی ہے ان کو خصوصی طور پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، ان کی ترقی کے لئے ہم دعائیں کرتے ہیں، دعائیں ہم کریں گے دوا آپ کریں گے، کوشش آپ کو کرنی ہے، ترقی بیٹھے بیٹھے نہیں ہو جائے گی، آپ نے ابھی قاری صاحب (قاری عبد العزیز صاحب) کی تلاوت کو سنا، اندازہ لگائیں، ان کے پڑھنے میں اور آپ کے پڑھنے میں کتنا فرق ہے؟ ہمیں فاصلہ ختم کرنا ہے، کیسے ہوگا؟ خوب محنت کیجیے اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایئے اور اس جذبہ سے اللہ کے کلام کو سننے کی کوشش کریں، اور اچھی تلاوت کا اہتمام کریں، اور اپنی آوازوں کو سنواریں، صرف اس جذبہ سے، کہ وہ ذات اس کو پسند فرماتی ہے، اللہ رب العزت کو یہ پسند ہے، کوئی نمائش نہیں، کچھ نہیں۔

قراءت کے باب میں کینیڈا کا ماحول

ایک واقعہ سنا کر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں میں کینیڈا گیا، تو وہاں گھر گھر میں ہر بچہ کے پاس بہترین قراء کے کیسٹ ہوتے ہیں، بہت آسانی سے اس کو سنتے ہیں ان کی گاڑی میں بہترین نعت خواں کی c.d. ہوگی، یا بہترین آواز میں اللہ کا کلام پاک کسی قاری کا ہوگا، وہ جب لمبے سفر کو جاتے ہیں ان کے بچے بھی اس کی فرمائش کرتے ہیں، ہر بچہ اس کو سنتا ہے، ابھی ہمارے یہاں یہ ماحول نہیں ہے اللہ کرے یہ ماحول قائم ہو جائے۔

شیخ محمد صدیق المنشاوی دمشقی دنیا کے شہنشاہ

ہم کہہ رہے تھے کہ ان اچھے قراء میں کے بہت اچھے قاری کا نام سنا ہوگا، شیخ محمد صدیق المنشاوی یہ دمشقی دنیا کا شہنشاہ ہے اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے قرآن کریم

کے نور سے ان کی قبر کو منور فرمائے، مصر کا بڑا زبردست مشاق ہے اصل ہم عرض کر رہے تھے کہ ہم کو صرف اللہ کی رضاء کے لئے سیکھنا ہے، ان کے باب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی عمر مشق کرتے کرتے خرچ کردی، اگر آپ ان کی مشق سنیں، ایسی زبردست مشق، آواز، سوز، اداء، لہجہ، کیف یہ ساری چیزیں ان کا امتیازی وصف ہے وہ جب پڑھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ڈوبا ہوا شخص ہے، ہمیں یہ کوشش کرنی ہیں ہم اللہ کے کلام کو پرکیف انداز میں تلاوت کی کوشش کریں، زندگی ان کی اسی میں بسر ہوگئی، لکھا ہے کہ مصر کے ریڈیو سے جو تلاوتیں نشر ہوتی ہیں، وہ اسٹوڈیو والے لوگ ان کے یہاں پہونچے اور ان سے درخواست کی کہ مصر کے بڑے بڑے مشاق لوگ ہمارے اسٹوڈیو میں آتے ہیں، اور وہ اپنا کلام پاک ٹیپ کرتے ہیں، اور پھر ہم ان کو دنیا میں شائع کرتے ہیں ہم بھی آجاؤ اور ہمارے اسٹوڈیو میں تلاوت کرلو، ان کا جواب سننے کے قابل ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ سب اسبابِ تشریع ہیں، ہم تو صرف اللہ کے کلام کو اس کی رضاء کے لئے پڑھتے ہیں، ٹھکرا دیا اور ہم آپ یہ سمجھ سکتے ہیں اسٹوڈیو میں جا کر پڑھنے میں کیا نفع ہوتا ہے؟ اگر آپ کو نہیں معلوم ہے؟ تو سنیں کہ سڈیاں نشر ہونی شروع ہوتی ہیں، جتنی بکتی ہیں منافع میں ان کا حصہ ہوتا ہے لیکن اللہ کے بندے نے ٹھکرا دیا، نتیجہ یہ ہوا لکھا ہے کہ مصر کی تاریخ کا یہ واحد شخص ہے کہ اشاعت اور اسٹوڈیو والے ساری مشین لے کر ان کے گھر چلے گئے اور وہاں گھر میں فٹ کردیا کہ اب پڑھتے رہو۔

حضرت سفیان بن عیینہ کی تشریح حدیث

پھر ایک واقعہ ان کا یہ لکھا ہے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد میرا ذہن اس طرف

جاتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا جو فرمان ہے لیس منا من لم یتغن بالقرآن کہ جو قرآن کریم کو بنا سنوار کر بہترین انداز میں نہیں پڑھتا ہے وہ ہمارے زمرہ میں سے نہیں ہے، اکثر محدثین نے تو اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے اور حضرت سفیان بن عیینہؒ نے اس کے مفہوم میں یوں فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا منشا یہ ہے کہ جس کے پاس قرآن کریم جیسی عظیم دولت ہو، اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو غربت کا مارا خیال کرے اور یہ سوچے کہ فلاں کے پاس کتنی بڑی بڑی نعمتیں آئی ہیں، فلاں کے پاس گاڑی ہے، بلڈنگ ہے، تجارت کتنی بڑی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے ایسا شخص ہمارے زمرہ میں نہیں ہے، حضرت سفیان بن عیینہؒ نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے حالانکہ اکثر محدثین کی رائے پہلی ہے، بہرحال ہم نے جب شیخ محمد صدیق المنشاوی کے حالات پڑھیں، ایک عجیب واقعہ ان کی زندگی میں نظر آیا اور ہم نے اس کے بعد یہ سمجھا کہ حدیث شریف کی محدثین نے دو شرح بیان فرمائیں شیخ محمد صدیق دونوں شرحوں کا مجموعہ ہیں وہ کیا تھا؟ ایک مرتبہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور انہوں نے کہا کہ مصر کے وزیر اعظم جمال عبدالناصر آج فلاں جگہ تشریف لا رہے ہیں ایک مجلس ہے تمہارے لئے شرف کی بات ہوگی کہ جمال عبدالناصر جیسے وزیر اعظم کی مجلس کا آغاز تمہاری تلاوت سے ہو، تم پوری دنیا میں یہ کہہ سکوں گے کہ جمال عبدالناصر کی مجلس کی ابتداء میری قراءت سے ہوئی، تمہارے لئے یہ فخر کی بات ہوگی، جواب کیا دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر میرے لئے یہ شرف کی بات ہے کہ ملک کا وزیر اعظم آرہا ہے اس کی مجلس کا آغاز میری قراءت سے ہو، آپ نے یہ کیوں نہیں کہا کہ جمال عبدالناصر کے لئے شرف کی بات ہے کہ محمد صدیق سے اللہ کے کلام کو سنے ہم ایسی مجلس میں شرکت نہیں کر سکتے یہ استغناء ہے حالانکہ معلوم تھا

جمال عبدالناصر بڑا سخت گیر بادشاہ تھا لوگ ان کے نام سے تھرّاتے تھے، لرزتے تھے لیکن وہ قرآن میں رچے بسے لوگ تھے انہوں نے ساری چیزوں سے اپنے آپ کو فارغ کردیا تھا اللہ ہمیں بھی غناءِ قلب سے نوازیں اور حسن قراءت کی دولت سے بھی مالا مال فرمائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۵)

مدارس دینیہ کا فنی کارنامہ

دارالعلوم سعادت دارین سنتپون ﴿بھروچ﴾

تفصیلی فہرست

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد: فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ،فاذاقرأنٰہ فاتبع قرآنہ ،صدق اللّٰہ مولانا العظیم۔

حضرت حاجی امداداللہؒ کا حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کے نام خط اور اس کے نتائج

قابل صد تکریم و تعظیم ،رجالِ معرفت ،اصحاب علم و فضل ،سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو!،اور ان معزز مہمانوں کی عزت افزائی ،ان کی تشجیع ،ان کے سروں پر ہاتھ رکھنے تشریف لائے ہوئے مضبوط دینی جذبات کے حامل بزرگان محترم ،آج سے تقریبا ۱۱۰؍۱۲۰؍سال پہلے سید الطائفہ ،حضرت حاجی امداداللہؒ نے مکۃ المکرمۃ سے حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کے نام ایک خط ارسال فرمایا تھا ،اس میں لکھا تھا کہ یہاں مدرسہ صولتیہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی زیادہ تر توجہ علم تجوید و قراءت کی طرف ہے ،کہ اس کا رواج بہت کم ہوگیا ہے ،بالخصوص ہندوستان میں بہت ہی کم ہوگیا ہے ،آپ کے خط کی عبارتیں ہم سنا رہے ہیں ،آگے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ یہاں تک پہونچا ہے کہ بعض ہندی علماء کے پیچھے عرب نماز تک نہیں پڑھتے لیکن مدرسہ صولتیہ کی محنتیں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اب الحمدللہ وہی ہندی جن کو عرب بڑی حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے کہ تعلیم یافتہ لوگ تو ہیں ،لیکن قرآن کریم کی قراءت کا ان میں سلیقہ نہیں ہے ،وہ عرب اب حرمین شریفین میں مدرسہ صولتیہ کے فاضل ہندیوں سے علم تجوید و قراءت میں استفادہ کر رہے ہیں ،ہم آپ عزیزوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ حضرات اس خط سے اندازہ

لگا سکتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک زمانہ میں علم تجوید وقراءت کے باب میں کیا انحطاط تھا، کہ مدارس سے ارباب علم نکلتے لیکن اس فن میں ناقص ہوتے، وجہ یہ تھی کہ ہمارے ان جامعات اور مدارس میں تفسیر وحدیث، نحو وصرف، بلاغت وفلسفہ حتی کہ منطق جیسے علوم داخل نصاب ہیں اور وہ اس وجہ سے کہ ہمارے مدارس جس خطے پر چل رہے ہیں، جس نقشہ کو ہمارے مدارس نے اپنایا ہے اور نصاب کی حیثیت سے جن کتابوں کو اور جن فنون وعلوم کو داخل درس کیا ہے، وہ درس نظامی ہے، جس میں سارے علوم وفنون کی بہت چیدہ اور چنندہ کتابیں ہیں، لیکن اگر اس درس نظامی میں کوئی علم نہیں ہے تو علم تجوید وقراءت جیسا بنیادی اور شریف علم نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان جامعات میں رہنے والے طلبۂ عزیز بڑے باکمال ہوکر نکلتے تھے وہاں وہ تجوید سے کورے ہوا کرتے تھے جس کو ابھی آپ نے حاجی امداد اللہ مہاجرؒ کی زبانی سنا۔

مدارس نے تلافیٔ مافات کردی

ہم آپ بھائیوں کو دراصل اپنے اس جامعہ کی، یہاں کے اساتذہ کی، اور ارباب انتظام کی قدر دانی کو کہنا چاہ رہے ہیں کہ پچھلے دور میں ہم سے کہیں زیادہ باہمت لوگ طالب علم کی حیثیت سے ان درس گاہوں میں رہے، انہوں نے روکھا سوکھا رہنا پسند کیا، بہت سادہ غذاؤں کے ساتھ وہ رہے، لیکن مطالعہ ان کا غضب کا تھا، اور عرق ریزی، جفاکشی کا جذبہ لاجواب تھا لیکن یہ فن نصاب میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس فن سے کورے تھے لیکن اب الحمد للہ ہم نے ان نوجوانوں کو جس انداز سے سنا، کہاں اس کا تصور کیا جاسکتا ہے، آپ اپنے اساتذۂ کرام پر قربان جائیں، اپنے ارباب انتظام کی قدر پہچانیں، ان جامعات کو گلے لگائیں، کہ برسوں کی کمی اور خامی کو ان مدارس نے

سمجھا ہے اوراس خامی اور کسر کو اب پورا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ابھی ہمارے عزیز جو پروگرام پیش کررہے تھے، ان میں ہم نے دیکھا کہ بعض بچوں کے پڑھنے میں ایسی تاثیر تھی کہ واقعۃً انہوں نے بعض آیات میں دل کو ایسی اپیل کی کہ دل لرز گیا۔

اپنی قیمت آپ پہچانیں

جب آپ اپنے گاؤں سے آئے تھے تو کیا یہ کمال آپ میں موجود تھا؟ یہ خوبی تھی آپ میں؟ یہ ان درس گاہوں کی برکت ہے، ہم یہاں آئے ہوئے ان بزرگان محترم کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ امت نے ان مدارس کی خدمت کی ہے، اوران مہمانانِ رسول ﷺ کی خدمت کو اپنا شرف خیال کیا ہے، حضرات علماء کرام کو وہ محبت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، تو الحمدللہ مدارس نے بھی امت کو ایسے وقیع افراد فراہم کیے، مدارس اپنے مقصد کی راہ پر گامزن ہیں، مدارس نے ہمیشہ اپنے مقصد پر نگاہ رکھی ہیں، اور جب کبھی اس باب میں کوئی کمی یا کوتاہی یا کسر ہوئی، تو اس کو بھی سمجھنے کی کوشش کی ہے، ہم آپ بھائیوں کی خدمت میں یہ بھی عرض کریں گے کہ آپ اپنی قدر پہچانیں، آپ اپنی نیک نامی، اپنے والدین کی نیک نامی، ادارہ کی نیک نامی کا بہت بڑا سبب ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف اپنے والدین اور اپنے ادارے کی نیک نامی نہیں بلکہ امت کی عزت اور امت کی ذلت آپ کے ہاتھ میں ہے، کسی بھی قوم کا جوان طبقہ امت کا سرمایہ ہوتا ہے، قوم وملت کی ترقی وتنزلی کی وہ بنیاد کہلاتا ہے، جوان طبقہ اگر تیقظ سے کام لیتا ہے، تو کبھی یہ ممکن نہیں ہوتا ہے، کہ قوم پستی کی طرف چلی جائے، آپ امت کا بہت بڑا سرمایہ ہیں آپ اپنی قیمت سمجھیں، اپنی مسؤلیات کا آپ احساس کیجیے، آپ ایک دینی درس گاہ میں ہیں، ایک علمی ماحول میں ہیں، علمی

ماحول والے لوگوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تعلیمی دنیا میں اگر سب سے مقدم کوئی چیز ہے، تو تعلیم ہوتی ہے، باقی ساری چیزیں ثانوی درجہ میں، دعوت وتبلیغ ہو، یا تصوف وسلوک ہو، یا اصلاح وارشاد سب اپنی جگہ پر لیکن تعلیم کے ماحول میں تعلیم مقدم، آپ جب دعوت وتبلیغ میں جائیں گے تو وہاں دعوت وتبلیغ مقدم ہوگی، تعلیم ثانوی درجہ میں، ابھی آپ کے تعلیم کے ایام ہیں، آپ کا انہماک ایسا ہو کہ آپ پوری دنیا سے بے خبر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کا عطیہ آپ کے ساتھ ہے، اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں، اور اس کے ذریعہ اپنی علمی راہ میں بہت جلدی منازل کو طے کرنے کی کوشش کریں۔

طلبۂ مدارس کا فنی معیار، ایک لمحۂ فکریہ

ہم نے آپ کے مسابقہ کو بہت دھیان سے سنا، الحمد للہ ثم الحمد للہ پورا مسابقہ سنا اور مسابقہ کے ہر مساہم کو اچھے سے مطالعہ کرنے کی ہم نے کوشش کی، ہوسکتا ہے کہ مطالعہ کو سمجھنے میں کبھی غلطی بھی ہو، ہم نے جو سمجھا ہیں وہ یہ کہ درجات حفظ کے جن بچوں نے تدویر میں حصہ لیا ہے ان کی اداء اور ان کے تلفظ کا جو معیار تھا عالمیت کے اکثر طلبہ اس باب میں پیچھے ہیں، یہ درجات حفظ کے طلبہ آپ سے اس باب میں سبقت لے گئے ہیں، واللہ اعلم، یہ ذرا سا لمحۂ فکریہ ہے، ظاہری بات ہے کہ ایک نو عمر بچہ جس نے ابھی تجوید کی ابتداء کی ہے اور وہ تلفظ کا ایسا معیار رکھتا ہے جس کے ذریعہ وہ ایک جوان پر سبقت لے جاتا ہے جس کا سفر کئی سال سے شروع تھا، اس کو ایک مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک آدمی ہے جو یہاں سے بھروچ جانے کو صبح سے نکلا ہے، اور ایک وہ ہے جو دوپہر میں نکلا ہے، دوپہر کا نکلا ہوا تو ایک گھنٹہ میں پہونچ جاتا ہے، جبکہ صبح کا نکلا ہوا شام تک بھی نہیں پہونچتا، کیا کہیں گے آپ؟ یہ عالمیت کے ہمارے ان جوانوں کو

سوچنے کی ضرورت ہے، محنت کیجیے، دھیان دیجیے، تلفظ پر پورا کان رکھیں، ابھی موقع نہیں ہے ورنہ اس سلسلہ میں اور گفتگو کرتیں، بہر حال ہمارے جن عزیزوں نے مکالمہ پیش کیا ہے، بہت عمدہ مکالمہ رہا، ماشاء اللہ مکالمہ کا مضمون، اس کا مواد، ان کا القاء بہت عمدہ تھا، رفتار مناسب تھی، انداز تفہیم ایسا تھا کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ پلانا چاہ رہے ہیں یہ آپ کے اساتذہ کے حسن تربیت کی دلیل ہے، آپ کے اساتذہ کرام نے آپ کی بہت اچھی تربیت کی ہے، بہت مبارک ہو! پھر مکالمہ کے لئے جس موضوع کا انتخاب آپ نے کیا ہے یہ آپ کے ذوق کی دلیل ہے ایسا لگتا ہے کہ ستپون کے اس جامعہ نے قراءت کے باب میں دو قدم اور ترقی کی ہے، کہ صرف روایت حفص تک اس کو محدود نہیں رکھا، قراءت کی دلچسپی بھی یہاں الحمد للہ بڑھ رہی ہے۔

آپ ہی فن کے محافظ

میرے بھائیو! ہم اور آپ اگر قراءت کی طرف اعتناء نہیں کریں گے تو کیا ان علمی مدارس اور اس ماحول سے ہٹ کر جو لوگ ہیں جن کو ہم اور آپ ناخواندہ کہتے ہیں، ان پڑھ کہتے ہیں، عامی کہتے ہیں، کیا وہ قراءت کی خدمت کریں گے؟ اور ان کے بس کا کام ہے؟ نہیں ہو سکتا، یہ آپ ہی کریں گے، اور آپ ہی کو کرنا ہے، اللہ کی طرف سے آپ ہی اس کے محافظ ہیں، آپ ہی اس کے حامل ہیں، یہی وہ قراءتیں ہیں جو بڑی محنتوں کے ساتھ، بڑی حکمت عملی سے اور بڑی جانفشانی سے محفوظ بھی کی گئیں اور ان کی اشاعت بھی کی گئیں۔

امامتِ حدیث کے ساتھ ساتھ امامت فی القراءت کا مقام

علماء، متقدمین، محدثین اور جو فقہاء گزرے ہیں، ان میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی

طرف ایک قراءت کا انتساب ہے، ان کا پہلا محبوب فن علم قراءت رہا، حضرت حسن بصریؒ باقاعدہ امام فی القراءت ہیں اور ایک لمبے عرصے تک ان کو امامت کا درجہ حاصل رہا، آپ ہی کے نام سے لوگوں نے قراءت کو پڑھا پڑھایا، اس میں نمازوں کو ادا فرمایا، جیسا کہ آپ امام عاصمؒ کی قراءت پڑھ رہے ہیں ایسے ہی امام ہے حضرت حسن بصریؒ، امام ابوالحسن دارقطنی کے باب میں آپ پڑھیں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ تین بڑے پایے کے محدث (۱) علی مدینی (۲) ہارون بن موسیٰ (۳) امام دارقطنی یہ تین بڑے پایے کے محدث ہیں، یہ امام فی النحو بھی، امام فی الحدیث بھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ سننے کی بات یہ ہے کہ آپ صرف علم قراءت کو ۱۴ ر مشائخ سے پڑھ رہے ہیں، ہم اور آپ ایک دو مدرس جو مدرسے میں قراءت کے ہوتے ہیں ان سے قراءت پڑھ کے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ ہم قاری ہو گئے، ہمارے بزرگوں کے حالات پڑھیں کہ انہوں نے قراءت میں کمال پیدا کرنے کے لئے، بصیرت پیدا کرنے کے لئے کتنے در کی خاک چھانیں، ۱۴ ر مشائخ سے علم قراءت کو حاصل کر رہے ہیں، اور وہ کون؟ امام دارقطنیؒ اگر کوئی قاری کرتا تو یہ کہا جاتا کہ یہ تو اس کا فن ہے، اور یہ تو محدث ہیں، لیکن محدث ہونے کے ساتھ ساتھ قراءت سے کیسی دلچسپی، ابھی ہم حضرت (مولانا اسمٰعیل صاحب ستپونی) کے ساتھ بیٹھ کر یہ عرض کر رہے تھے کہ علمی دنیا میں جب کوئی ایک قدم غلط رکھتا ہے تو کتنا بڑا نقصان ہو جاتا ہے، دیکھیں کہ نصاب میں قراءت کا فن نہیں رہا تو کیا ہوا؟ بڑے بڑے ذی استعداد لوگ آئے، سارے علوم میں انہوں نے اپنی استعداد اور زور مطالعہ سے ایسا کام کیا، لیکن قراءت کے باب میں ان کو وہ موقع نہیں ملا جو آپ کو مل رہا ہے جس کی وجہ سے وہ سارے فنون کے بارے میں لکھ پائیں گے، لیکن علم قراءت وہ کچھ نہیں لکھ پائیں گے۔

شرح شاطبیہ اور المنح الفکریہ کا فنی مقام

مشکوۃ شریف کی بہت عمدہ شرح ''مرقاۃ المصابیح'' کو نکال کر دیکھیں، آپ اس کا مطالعہ کیجئے اس کے شروع میں صاحب مرقاۃ ملا علی قاریؒ کا چار پانچ صفحات میں بہت اچھا تذکرہ ہے، ان کی تصانیف کا ذکر ہے، لیکن حیرت ہے کہ یہ تذکرہ نگاران کی ساری تصانیف کو لکھ رہے ہیں اور ان کی ایسی تصنیف جو دنیائے قراءت میں مایہ ناز ہے ''شاطبیہ'' جیسی کتاب جس کی اب تک میں ۹۰ر شروحات لکھی گئی ہیں ان ۹۰ر شروحات میں اس وقت سب سے فائق ولائق شرح آج بھی وہ ملا علی کی ''شرح شاطبیہ'' ہے، لیکن وہ تذکرہ نگار ساری تصانیف کا ذکر کر رہا ہے، ملا علی کی شرح کو نہیں لکھ رہا ہے، المقدمۃ الجزریہ کی ۶۰ر سے زیادہ شروحات ہیں اور اس میں سب سے عالی مرتبت اگر کوئی شرح ہے تو وہ ملا علی کی ''المنح الفکریہ'' ہے، تذکرہ نگاران کی ساری تالیفات کو لکھ رہا ہے لیکن ''المنح الفکریہ'' کا کہیں ذکر نہیں، دیکھ لیجیے، ہمارے لوگ ملا علی قاری کے باب میں بہت سی تقریر کرتے ہیں لیکن کم لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملا علی کو دیگر علوم کی طرح قراءت میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، اور ان کے درس کا بہت بڑا حصہ علم قراءت رہا۔

علامہ سیوطیؒ کا فنی کارنامہ

صاحب اتقان علامہ سیوطیؒ کو آپ سب جانتے ہیں، سارے لوگ ان کی جلالین شریف پڑھ رہے ہیں، ۲۲ر سال کی عمر میں انہوں نے نصف جلالین شریف تصنیف فرمائی، علم کا کیسا سمندر ہوگا، مطالعہ کی کیسی وسعت ہوگی کہ ۲۲ر سال کی عمر کیا ہوتی ہے اور کیا لکھ رہے ہیں جلالین شریف کے ۱۵ر پارے لکھ رہے ہیں، اور اس تفسیر کو دنیا

پڑھ رہی ہے، قراءت میں ان کا کیا مقام ہے؟ پڑھیں، انہوں نے ایک پارہ کے ختم میں ۵۰ر مواقع قراءت میں گفتگو کی، اگر ہم آپ قراءت نہیں پڑھیں گے تو ان ۵۰ر مواقع قراءت کی شرح کیا کریں گے، اگر کوئی شخص جلالین شریف کو ہی پورے طور پر حل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے کماحقہ پڑھے، اس کو سمجھے، اور یہ تو ۵۰ر مواقع ایک پارہ میں ہیں، صاحب جلالین نے متن کی حیثیت سے جس قراءت کو اختیار کیا ہے وہ کونسا ہے؟ کیا وہ روایت حفص ہے؟ وہ روایت حفص نہیں ہے آپ معلوم کیجیے، اگر آپ نے قراءت نہیں پڑھی ہے تو جلالین شریف کے اس متن کا بھی آپ احساس نہیں کرسکیں گے کہ کونسی روایت ہے۔

قرآن کریم کا اولین نزول کس لغت میں ہوا؟

بہت سے لوگ اس مغالطہ میں ہے کہ لغت قریش وہ روایت حفص ہے، یعنی قرآن کریم کا اولین نزول جس لغت میں ہوا وہ قراءت حفص ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے ذرا معلوم کریں کہ کیا لغت قریش میں ہمزتین کے اجتماع کے موقع پر مثلاً "ءِ اِذَا، ءَ اُنزِلَ، ءَ اُنَبِّئُکم" ایسے مواقع میں لغت قریش تخفیف کا ہے؟ قریش ایسے مواقع میں دوسرے ہمزہ کو تخفیف یعنی ہلکا کر کے تغیر کے ساتھ بولا کرتے ہیں؟ اور روایت حفص میں تخفیف ہے ہی نہیں، صرف ایک موقع میں توقیف کی غرض سے 'ءَ اَعجَمِیّ' اور تین کلمات اور ہیں آپ کو معلوم ہوگا کہ چھ مواقع میں "آللّٰہ، آلذّکرین، آلٰئن" میں بھی تسہیل جائز ہے اس کے علاوہ کہیں نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے کہ روایت حفص یہی لغت قریش ہے تو لغت قریش میں تو تخفیف ہی تخفیف ہے تحقیق ہے ہی نہیں، ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ "علیھم" "الیھم" جیسے کلمات میں لغت قریش میں ھا کا

ضمہ ہے، ھا کا ضمہ یہ لغت قریش ہے، ھا کا کسرہ نہیں اور ہم سب تو روایت حفص میں "علیھم" پڑھ رہے ہیں، صرف ہم آپ کو یہ نمونہ پیش کر رہے ہیں، یہ بتلانے کے لئے کہ آپ علم قراءت کی طرف تھوڑی سی توجہ فرمائیں اور ماشاء اللہ آپ کے مکالمہ کو سن کر اب یہ امید بنی ہے کہ آپ نے ان قراءات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائیں جب ترقی ہوگی تو یہ جو سارے مغالطے ہیں آپ دلائل کی روشنی میں ان کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

کمال و مہارت کسی کی جائیداد نہیں

بچو! کسی فن میں مہارت یہ کسی کی جائیداد نہیں ہے، ارباب بصیرت اور ماہرین انہیں درس گاہوں سے نکلتے ہیں، شرط یہ ہے کہ مہارت حاصل کرنے کے لئے جس دل سوزی کی ضرورت ہے، جگر گردے، اور جس انہماک کی ضرورت ہے اس کو ہم آپ سمجھیں، اپنے اوقاتِ عزیز کو کام میں لائیں، بہر حال وقت بھی زیادہ ہو گیا ہے معاف فرمائیں، میں نے تو آپ کے جذبات کے پیش نظر یہ دو چار باتیں عرض کرنے کی کوشش کی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ مختصری گفتگو بار آور ہوگی، اس کے اچھے نتائج مرتب ہوں گے، اور آپ اسی ماحول میں اسی طرح آگے بڑھتے رہیں گے، اللہ کی ذات سے پورے یقین کے ساتھ یہ امید بھی کر رہے ہیں کہ وہ ذات یہاں سے رجال کار کو تیار فرمائیں، اور اس ادارہ سے نکلنے والے ان نوجوانوں کے لئے اللہ تعالیٰ بہترین میدان فراہم کریں، امت کے پاس کچھ نہیں ہے، امت خالی دامن ہے، خالی ہاتھ ہے، اللہ نے جس کو جس فن سے مناسبت دی ہے، وہ دوسرے فنون کی عظمت کے ساتھ اپنی مناسبت کے فن میں انہماک کی کوشش کریں، ہر فن کے ہر میدان میں محنت

کی ،اوراچھے رجال کار کی ضرورت ہے ،ہم ایک مرتبہ پھر یہاں کے ارباب انتظام، حضرات اساتذۂ کرام اور ان بزرگان محترم کا دل کی تمام تر گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ان جوانوں کی بہت اچھی تربیت کا سامان پیدا کیا اور بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ ان کی تربیت یہاں ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ سب کی ملی جلی محنتوں کو شرف قبول عنایت فرمائیں۔ آمین۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

صدق اللہ العظیم

بیان (۶)

فن کی ترقی واشاعت کے لئے غور وفکر

محمدی مسجد محلّہ محمود نگر ڈینڈ رول ﴿پالن پور﴾

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد: فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم ، وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله،صدق الله مولانا العظيم.

اساتذہ سے تعلق ومحبت علم وعمل میں برکت کا موجب

بہت ہی زیادہ اکرام اور قدر ومنزلت کے قابل خدام قرآن! ہم آپ کے ممنون ومشکور ہیں کہ آپ نے سفر کی صعوبتوں اور چھٹیوں کے قیمتی اوقات قربان کر کے صرف اس نسبت پر یہاں کی حاضری کا اہتمام فرمایا کہ کچھ وقت ہم اور آپ ساتھ رہیں، والدین کی خدمت ،ان کا احترام، ان کی عظمت ،ان سے محبت ، مال ودولت میں برکت کا باعث ہوا کرتی ہے اور اساتذہ کرام سے محبت علم وعمل میں برکت کا باعث ہوا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں خوب برکت عطا فرمائیں، ہمیں بڑی خوشی ہیں کہ ہم اور آپ بہت نیک نیتی سے اور بڑی پاکیزہ نسبت پر یہاں جمع ہیں۔

فن شریف کے لئے ہمارا انتخاب رب کریم کا احسان

تجوید وقراءت کا فن ۳۰/۳۵ رسال پہلے یہ فن غریب تھا پھر دھیرے دھیرے اس کی غربت کو آپ جوانوں نے ،آپ خدام قرآن نے کس طرح ختم کیا اور کس طرح اس کو غربت سے نکالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ہمیں انہیں دو چار باتوں کو سننا اور سمجھنا ہیں، خصوصاً پالن پور کے علاقہ پر یہ داغ تھا اور سارے لوگ بیک زبان یہ کہہ رہے تھے کہ علاقۂ پالن پور کا کوئی جوان اور قراءت یہ ضدین ہیں، جمع نہیں ہو سکتے ہیں چنانچہ ایک عرصہ تک درس گاہوں میں اساتذۂ کرام کے یہاں جو معمول یا طریقۂ تدریس رہا وہ یہی رہا کہ ایک جماعت سے کچھ خوش گلو اور اچھی آواز کے ایک دو طالب

علم کا انتخاب ہوتا وہی ایک دو طالب علم استاذ کی پوری توجہ کا مرکز ہوا کرتے، استاذ بھی یہ سمجھ لیتا کہ یہی ہمارے ترجمان بننے والے ہیں، اس کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد درس گاہ میں ایسے لوگوں کی ہوا کرتی تھی جو سو فیصد ترجمانی تو نہیں کر سکتے تھے لیکن ایک ایسے ماحول میں جہاں کوئی خادم تجوید وقراءت نہیں ہیں وہاں اگر اس فن کو ان کے حوالہ کر دیا جاتا اور ایسی درس گاہوں کی مسندیں ان کو دی جاتیں تو ضرور کچھ نہ کچھ خدمت انجام دیتے لیکن ان کو منہ نہیں لگایا گیا، ایسے طلبہ میں اکثریت پالن پوری برادری کی ہوا کرتی تھی، لیکن آپ نے دیکھا کہ الحمدللہ آپ بھائیوں کی توجہ کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ آئے ایسے ماحول کا اور ایسے سلوک کا سامنا کیا، پھر آپ کے کچھ بھائیوں نے اپنے اندر کے جوہر کو اور اپنی صلاحیتوں کو اس ماحول میں رہ کر، تنہائیوں میں بیٹھ کر اجاگر کرنے کی کوشش کیں اور اس فن سے مناسبت حاصل کی اور یہاں آ کر آپ نے پالن پور کا نقشہ بدل دیا، الحمدللہ ثم الحمدللہ، پالن پور کسی زمانہ میں تجوید وقراءت کے باب میں یہ حیثیت نہیں رکھتا تھا یہ آپ ہی کی محنتوں کا ثمرہ ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، یہ ہمارا آپ کا کوئی کمال نہیں ہے یہ اس ذات کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں موقع عنایت فرمایا وہ تو بے نیاز ذات ہے وہ تو جس سے چاہے کام لے سکتی ہے، کیا پالن پور کے مدارس کے ذمہ داران دیگر علاقوں سے اچھے مشاق جوانوں کو نہیں لا سکتے تھے؟ جب حدیث شریف اور تفسیر میں ضرورت پڑتی ہے تو اہل مدارس ہندوستان کے کونے کونے سے اساتذہ کو لے آتے ہیں تجوید وقراءت کے لئے بھی لا سکتے تھے؟ لیکن اللہ کا احسان ہوا کہ اس ذات نے اس کے لئے ہمارا انتخاب کیا، مدارس کے ذمہ داران نے آپ کو موقع عنایت فرمایا، آپ کی صلاحیت کیسی بھی ہو لیکن اگر آپ کے پاس کوئی میدان نہیں تو آپ کیا کریں گے؟ ہم اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی سے ایسے ممالک میں گئے ہیں اور

جہاں بہت باصلاحیت اور بہترین مشق کے حامل قراء وہاں موجود ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ اگر ایک بہت بڑے مجمع میں وہ تلاوت شروع کریں تو دو چار آیت پڑھی نہیں کہ پورا مجمع ان کی قدم بوسی کے لئے تیار ہو جاتا ایسے مشاق آج بھی ان ممالک میں موجود ہیں، لیکن ان کے پاس میدان نہیں وہ اپنی ذات اور فن کو ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے ہیں، دیکھیں اگر ارباب مدارس کو میری آپ کی ضرورت ہے تو اس سے زیادہ ضرورت ہمیں آپ کو مدارس کی ہے آپ کو یہ موقع ملا ہے الحمد للہ آپ نے اس کو غنیمت خیال کیا، اور غنیمت خیال کرتے ہوئے پوری دل سوزی کے ساتھ مہمانان رسول ﷺ کی اس فن میں تربیت فرمائی۔

فن کی ترقی کے لئے ہمیں اور کیا کرنا ہے؟

جب یہ سب ہم کر سکتے ہیں تو فن کی ترقی اور تعمیر کے لئے اور آگے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا ہے؟ اساتذہ ہی ہیں جو کسی بھی فن کا دھارا بدل سکتے ہیں، سانچہ وہی تیار کر سکتے ہیں، طالب علم کے لئے استاذ سانچہ ہوا کرتا ہے، راہ استاذ تیار کرتا ہے پھر شاگرد چلتا ہے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ پہلے لہجے کچھ تھے، ہم خود جب فلاح دارین میں طالب علم تھے بلکہ ابتدائی تدریس میں جب ہم مشق کرتے کراتے تو لہجے اس وقت دوسرے تھے لیکن دھیرے دھیرے مارکیٹ میں اچھے لہجے آئیں، ہمارا ماحول اور قراء اس باب میں الحمد للہ ثم الحمد للہ کامیابی کی ایک حد تک پہونچے ہیں، حضرت الاستاذؒ نے ایک مرتبہ ہماری تنبیہ فرمائی کہ یہ کیا بچکانہ لہجے اور کھینچا تانی ہے یہ کوئی لہجہ ہے؟ حالانکہ یہ بھی ہمارے اکابر کا لہجہ ہے، ہم آپ کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ آپ کی محنتوں نے الحمد للہ لہجوں کے دھارے کو بدلا، ابھی قاری (عبد العزیز) صاحب پڑھ

رہے تھے آپ نے سنا ہم چاہتے ہیں کہ ترتیل کا انداز بالکل اس طرح ہو جن لہجوں میں عربیت ہو ان سب لہجوں کو لانے کی ہم سب کو کوشش کرنی ہے، ہمیں اس وقت غور یہ کرنا ہے کہ ہمارا اس وقت مشق کا سانچہ کیا ہے؟ آئندہ ہمیں دس سال میں طلبہ کو، ہمارے ماحول کو کیا لہجہ دینا ہے؟ دس سال پہلے آپ ایک محنت شروع کریں گے، دس سال کے بعد اس کا پھل دیکھیں گے اس سے پہلے نہیں دیکھ سکتیں۔

مشق کا آسان اور عمدہ طریقہ

جب یہ ساری باتیں اساتذہ کے جذبات اور ان کے عزائم پر موقوف ہیں اور یہاں اس فن کے سارے اساتذہ الحمد للہ جمع ہیں تو ہمیں سب کو مل جل کر مشورہ کے ساتھ یہ باتیں طے کرنی ہیں کہ اس منزل مقصود تک ہم کتنی مدت میں اور کیسے پہنچ پائیں گے اس کے لئے سب سے پہلے ضرورت ہے کہ ہم تنہائیوں میں اس طرح مشق کو بہت دھیان سے اخذ کی نیت سے سنیں، اور مراراً و تکراراً سنیں، ایک انداز سو بار سننے پر بھی آجاتا ہے، تو بسا غنیمت، انداز ایسے نہیں آتا، ایک لمبے عرصہ تک ہم نے ایک انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کی ہیں ہمارے رگ و پے میں وہی لہجہ ہے اب ہمیں اس سے نکل کر دوسرے لہجوں میں جانا ہے، اتنا آسان نہیں ہے، محنت کی ضرورت ہے لیکن ہم محنت کیوں نہیں کریں گے؟ جبکہ اس کا اتنا زبردست پھل ہے اور سب سے بڑا پھل تو یہ ہے کہ اللہ کی رضا اس سے حاصل ہونے والی ہے، جب یہ چیز ہے، سو کیا ایک ہزار بار سننے کی اگر ضرورت پیش آجائے ضرور سنیں، شوق سے سنیں، سننے کے بعد جب آپ کو یہ محسوس ہو کہ ہاں اب ہمیں یہ محفوظ ہو گیا اور ہم بھی پڑھ سکتے ہیں تو اب اس انداز میں گنگنائیں، پھر گنگناتے ہوئے تھوڑی سی آواز نکالیں، پھر آیت کے دو کلمے اس کے

ساتھ پڑھیں، پھر اسی آیت کا تیسرا کلمہ ملائیں، پھر چوتھا کلمہ ملائیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ بہت مختصر وقت میں آپ اس کو پالیں گے۔

تلفظ کے باب میں ذرا سی بے توجہی ناقابل برداشت

دوسری توجہ طلب بات یہ ہے کہ ہمارے طلبہ اور ہم بذات خود اپنے تلفظ سے کبھی آنکھ بند نہ رکھیں، استاذ کو بھی کبھی اپنے تلفظ سے غافل نہیں رہنا چاہیے، اگر مدرس نے تلفظ سے کبھی آنکھ بند کر لی پورے یقین کے ساتھ ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ مدرس کے تلفظ میں تنزلی آجائے گی، ترقی کبھی نہیں کر سکتا، تلفظ ہمارا ترقی کرنا چاہیے، تلفظ کے ساتھ ذرا بھی سستی، غفلت، بے توجہی کبھی ہمیں آپ کو برداشت نہیں ہونی چاہیے، روزانہ بلاناغہ تنہائی میں بیٹھ کر تلفظ کو سنوارنے کی پوری محنت کریں، دیکھو اس وقت کی ضرورت بتلا رہے ہیں، فی زمانا کیا ضرورتیں ہیں، فن کو کیا ضرورت ہے، ۳۵ رسال پہلے کہاں تھے، اب کہاں تک پہنچے ہیں، آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے، ہماری منزل مقصود کیا ہے؟ اس کے لئے فی الفور جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے تلفظ کو نکھاریں، مصلے کو اپنائیں، مائک کو اپنائیں، اس سے اپنے آپ کو جو دور رکھا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے، مجمع میں پڑھنے کی عادت رکھیں، آپ کے پاس سب کچھ ہے کون کہتا ہے آپ کے پاس ہمت نہیں ہے؟ ایک بہت بڑا مجمع ہے عوام کا اور وہاں بھی آپ پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے، وہاں بھی آپ اپنے آپ کو آگے بڑھانے کی ہمت نہیں رکھتے، کیا یہ عوام آپ سے اچھا قرآن پڑھتی ہے؟ ان کا تلفظ آپ سے زیادہ اچھا ہے؟ اس کے باوجود آپ کیوں پیچھے ہٹتے ہیں، آپ مجمع کے ممتاز فرد ہیں، تلفظ آپ کا مجمع میں سب سے زیادہ فائق ہے آپ کے پاس وہ لہجہ ہے جو مجمع میں کسی کے پاس نہیں ہے اس کے

باوجود پیچھے رہنے کی ضرورت کیا ہے؟ مشق کو عام کیجیے، مشق کو کون عام کرے گا، قاری یا غیر قاری، مشق کی تعمیر قاری سے ہی ہوگی، جوانو! اس کو سمجھیں، گھبراتے نہیں ہے اس کے لئے بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ درجوں میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیں اور بلا مائک کے پڑھیں، مائک کی کوئی ضرورت نہیں، کوئی سنتا نہیں ہے، آپ اکیلے ہے، آپ کو اپنی آواز کا بھی احساس ہے، آواز میں کشش کے کتنے اجزاء ہیں اس کا بھی آپ کو علم ہے اس لئے یہاں کوئی دوسرا ہے نہیں کہ آپ شرمائیں، پڑھیں شوق سے، پڑھتے پڑھتے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ دس بارہ روز میں آپ کی ہمت بنے گی اور آپ کو بھی محسوس ہوگا کہ ہم بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن یہ اس وقت ہوگا جب آپ بلا ناغہ مشق کریں گے، پھر اگر اللہ نے استعداد دی ہے ایک چھوٹا سا مائک لائیں، کمرے کی حد یا کمرے کی وسعت کو جتنی آواز کی ضرورت ہے اتنی Capacity کا مائک لائیں اور پڑھیے، مائک کا استعمال سیکھیں کتنا قریب ہوتا ہے؟ ایسا کرتے کرتے جب مشق پر آپ کو قدرت ہوجائے گی آپ کی ہمت بن جائے گی، پھر مجمع میں پڑھنے سے آپ کبھی گریز نہیں کریں گے، اور آپ کے بار بار مجمع میں پڑھنے سے مشق کی اشاعت ہوگی۔

اساتذۂ کرام کی بے توجہی تلفظ و اداء میں نقص کا باعث

دوسری افسوس وہ بات یہ ہے کہ بہت سے اساتذۂ تجوید درجوں میں بیٹھے ہیں ان کا شاگرد کوئی ترتیل، تدویر، یا حدر سنا رہا ہے اور استاذ اپنے موبائل سے کھیلتا ہے، کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے، کسی کو خط لکھتا ہے ویسے ہی بیٹھا ہے اس کا کان شاگرد کی آواز پر نہیں ہے، یہ خیانت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے بچے تلفظ میں کمال پیدا نہیں کر سکتیں ان کی ادائیگیوں میں بہت باریک باریک غلطیاں بڑی تعداد میں ہیں، اس لئے کہ جب وہ

پڑھ رہا تھا استاذ کا کان اس پر نہیں تھا تو بہت سی غلطیاں ویسے ہی رہ گئیں، استاذ نے گرفت نہیں فرمائی، سبعہ کا اجراء سنتے ہیں طالب علم توسط کرتا ہے اور مد کر گیا طول تک، نیت کرتا ہے طول کی اور مد کر رہا ہے توسط کی مقدار کا، یعنی یہاں تک ہو رہا ہے کہ مد بدل کی وجوہ ثلاثہ جو ایک ساتھ پڑھی جارہی ہے وہاں تو ایک سیکنڈ میں توسط ہو رہا ہے اور دوسرے ہی سیکنڈ میں طول ہو رہا ہے، دونوں کا ناپ تول بہت آسان ہے لیکن ایسے موقع میں بھی صحیح توسط اور صحیح طول کا اہتمام نہیں ہوتا، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم نے امام ورشؒ کے لئے طول کی نیت کی اور کیا توسط، تو کیا محض تصور سے طول کی روایت ادا ہو جائیگی؟ کذب فی الروایت ہے اور کذب فی الروایت میں ابتلاء کس کا ہے؟ ہمارا اور آپ کا، یہ کیوں ہے؟ استاذ تدریس کے وقت میں متیقظ نہیں ہے، اگر آپ نے ایسا کیا یاد رکھیں ہمارے آپ کے شاگرد اس سے بھی زیادہ سست ہو جائیں گے اور بہت قریب زمانہ میں ہم ایسا دیکھیں گے فن کی شکل بدل جائے گی، ہم اس فن کے ترجمان ہیں اس کی صحیح ترجمانی کرنی ہے، اس کی شکل اور صورت کا ہمیں مثلہ نہیں ہونے دینا ہے، ہمارے اکابر نے جو فن جس شکل وصورت میں ہمیں آپ کو دیا ہے بس اسی شکل کے ساتھ ہو سکے تو اسے سنوارے اس میں اور حسن پیدا کیجیے، اس میں اور لطف وشوق کی اور رغبت کی چیزوں کو ملائیں اور اپنے بعد والوں تک اس کو منتقل کیجیے یہ امانت داری کی بات ہے، اور یہ کب ہوگا؟ جب ہم درجوں میں پورے تیقظ کے ساتھ کام کریں گے، ایک شاگرد تلاوت کر رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک غنہ اس کا کچھ رہا، اور دوسرا غنہ کچھ، نون مشدد کی آواز اور نون مخفی کی آواز ایک ہو رہی ہے اس کے باوجود بھی استاذ خاموش بیٹھا ہے، ہم اہل ادا کہلاتے ہیں قاری کے معنیٰ ہی اہل ادا کے ہے، تلفظ اور ادا ہی قاری کا موضوع وغایت ہے، لہٰذا اپنے تلفظ کا جائزہ لیجیے اور اپنے مخاطب اور اپنے ماتحتوں کا بھی۔

حسن صوت باعث کیف وسرور

اور جو لہجے مارکیٹ میں ایسے ہیں جن میں کشش ہے ان کو اختیار کیجئے ہاں بعض لہجے مارکیٹ میں ایسے بھی آئے ہیں جو قرآن کے نہیں لگ رہے ہیں تو ایسے لہجوں سے ہمیں بھی گریز کرنے کی ضرورت ہے، لہجے تو تاثیر کے لئے ہوا کرتے ہیں، لہجے صرف طبیعت کو خوش کرنے کے لئے نہیں ہے کہ ذراسی دیر کسی نے پڑھا اور مجمع میں کئی لوگ اس سے محظوظ ہوئے اور چلے گئے، نہیں، لہجے تو کیف پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہے، تزئینِ قرآن اور تحسین اور حسن صوت کی جتنی روایات کی محدثین نے تشریح فرمائی ہے ہر ایک کا حاصل تاثیر ہے، تحسین کا حاصل ہی تاثیر ہے یعنی قلب کو اپیل کرے، بہت سے وہ لہجے ہیں جس میں تحسین ہی نہیں وہ قلب کو کیا اپیل کرسکتے ہے؟ لہٰذا ایسے لہجوں سے گریز کی کوشش کیجیے، پالن پور میں ہم الحمد للہ پچھلے ایک دو سال سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے بچوں کا بھی تلفظ دھیرے دھیرے اچھا ہو رہا ہے، اب ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ اتنا لمبا سفر کرتے ہیں واپسی پر تعب کا احساس نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ ہم تو اسی غرض سے آتے ہیں کہ فن کی حالت کیا ہے؟ آپ بھائیوں نے کیا کیا ہے؟ جب یہاں سے مطمئن ہو کر جاتے ہیں تو تعب کا احساس نہیں ہوتا، بہت مبارک ہو، اسی طرح لگے رہیں، اپنی درس گاہ جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے اس کی قدر پہچانیں، کام کرنے کے بعد کیا کیا ہے؟ اس کو بھول جائیں، کیا کرنا ہے؟ اس پر نظر رکھیں، کیا نہیں ہو پایا ہے اس پر نظر رکھیں۔

ہم مدارس کے محتاج ہیں

ہمارے معاشرے کی غلطی یہ ہے کہ تھوڑی بہت پذیرائی ہو جاتی ہے تو مدرس یہ

سمجھنے لگتا ہے کہ اب ادارہ کو ہماری ضرورت ہے ہمیں ادارہ کی ضرورت نہیں ہے، بھائیو! استغفار کریں جب بھی ایسا خیال آئے تو استغفار کریں، ہم کچھ نہیں ہے، ہم سے کہیں زیادہ صلاحیت کے لوگ موجود ہے یہ تو اللہ کا انتخاب ہے یہ اس کی کرم فرمائی ہے ایسا کبھی بھی ذرا سا خیال اور تصور آئے تو فوراً استغفار کریں، بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انتظامیہ اپنی کوئی مصلحت رکھتا ہے، قاری کوئی اور چیز کو سوچتا ہے تو فوراً ہم یہ عنوان بلکہ یہ الزام دیتے ہیں کہ انتظامیہ فن کا موافق نہیں ہے ایسی بات نہیں ہے جب انتظامیہ سارے شعبوں کی ترقی کی ذمہ داری رکھتا ہے وہ آپ کے شعبہ کی ترقی کو کیوں نہیں چاہے گا؟ بلکہ سوچیں کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے طریقہ کار میں کوئی ایسی چیز ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ ہمارا طریقہ کار تو غلط نہیں ہے؟ ہم نے اپنے انتظامیہ کو اپنا حریف کیوں سمجھا ہے، نہیں نہیں، ہم تو ان کے سایہ تلے کام کریں گے، ان کے سایہ کی ہم کو ضرورت ہے، خوب مل جل کر آپسی اتفاق کی بھی ضرورت ہے، ایک ادارہ میں دو چار قاری ہوتے ہیں، کسی کا کوئی پہلو اچھا ہوتا ہے تو کسی کا کوئی پہلو اچھا، تو حلقہ سازی کی کوشش کرتے ہے، ایک چاہتا ہے کہ میرے حلقہ میں زیادہ طلبہ ہو، میری پذیرائی زیادہ ہو، لاحول ولا قوۃ الا باللہ کتنی سافل سوچ ہے، اپنے فکر کے تسفل پر آنسوں بہانے کی ضرورت ہے، پذیرائی تو اللہ کے یہاں ہو جائے کافی ہے، یہ ہماری بنیادی غلطی ہے کہ ہم کوئی کام کرتے ہیں اس لئے کہ انتظامیہ خوش ہو جائے، عوام خوش ہو جائے، مجمع خوش ہو جائے، ہمارے طلبہ خوش ہو جائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ نہیں نہیں، اللہ خوش ہو جائے اپنی بنیاد ہی میں ہم اس کو لانے کی کوشش کریں، اصل میں بہت بڑی ذمہ داری آپ کے سر پر ہے، آپسی اتفاق کی ضرورت ہے، آپسی کشیدگی کو ایک لمحہ کے لئے گوارہ نہ کیجیے، ایسا ہوتا ہے کہ چار آدمی جمع ہے کسی کی سوچ کچھ ہے کسی کی کچھ، فکر کا

اختلاف ہوتا ہے کہاں ایسا نہیں ہوتا؟ لیکن کبھی فکر کا اختلاف اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ شعبہ کا نقصان، فن کا نقصان، حتی کہ مہمان رسول ﷺ کا نقصان ہو جاتا ہے کوئی کسی کے باب میں کچھ کہہ رہا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ ایسی زبان پر تھوکنے کی ضرورت ہے، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ کا نام لے کر کام کریں، قبولیت اللہ کے یہاں ہے، اور عزت اللہ تعالیٰ دیتے ہے وتعز من تشاء، قلوب میں جگہ وہ پیدا فرماتا ہے، آدمی کو خوش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ صرف اللہ کو راضی کر لے سب کچھ ہو جاتا ہے۔

انتظامیہ کی مصلحت کو مدنظر رکھیں

ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ میں باہم اتفاق ہو، انتظامیہ کی مصالح کو سمجھنے کی کوشش کریں اگر اس نے کبھی کسی مصلحت کے تحت ہمیں روکا ہے تو اس کو اپنا دشمن خیال نہیں کریں گے یہ سمجھیں گے اس کے سامنے کوئی مصلحت ہوگی کسی اور موقع سے اس کے سامنے بیٹھ کر اس باب میں تھوڑی سی وضاحت چاہی جائے، دیکھو! ایک دور ایسا تھا جب مدارس کے رجال کار بالکل نہیں تھے یعنی لوگ ایک ایک قاری کے لئے ترس رہے تھے اب وہ دور نہیں رہا اس لئے اس کا خیال رکھیں کہ اگر خدانخواستہ ہماری کسی ناسمجھی سے، ناعاقبت اندیشی سے ہماری کسی خوش فہمی کی وجہ سے کوئی درس گاہ ہم سے چھین لی جائے تو اب درس گاہ کا ملنا آسان نہیں ہوگا جو کچھ ملا ہے اس کو غنیمت خیال کریں، محنت کیجیے ورنہ آپ کا فیض بند ہو جائے گا ایسا نہیں کہ اس کے بغیر آپ بھوکے مریں گے نہیں (اگر بالفرض کوئی آپ کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو عند اللہ وہ جواب دیگا آپ اس کو اللہ کے حوالہ کر دے) لیکن آپ کا فیض بند ہو جائے گا، اس کا

دھیان رکھیں، مشق کے باب میں بھی آپسی مل جل کے ساتھ رہیں اس طرح کہ کوئی اچھا کیسٹ آگیا تو دوسرے قاری کے یہاں بھیج دے، کوئی اچھی کتاب آگئی تو دوسرے کو بتلا دے کہ بھائی یہ کتاب ہے، یہ مسئلہ ہے، اور ان سب کے ساتھ تواضع، انکساری، سادگی، محبت، ظرف میں وسعت ہو۔

درس کی زبان طلبہ کے معیار کے موافق ہو

نیز مزید ضرورت اس بات کی ہے کہ جن کتابوں کو ہم اور آپ پڑھا رہے ہیں اپنی تقریر کو نکھارنے کی، سنوارنے کی، درست کرنے کی ضرورت ہے، جو تقریر ہمیں طلبہ کے سامنے کرنی ہیں اس کو پہلے خود تیار کیجیے، مطالعہ کیجیے، ٹھیک سے مطالعہ کرنے کے بعد حاصل مطالعہ کو سوچیں کہ پورے مطالعہ کا خلاصہ کیا ہے، حاصل مطالعہ کو طے کرنے کے بعد پھر اس کو کس تعبیر میں ہم طلبہ کے یہاں لے جائیں گے، کس تعبیر میں ہم ان سے کہیں گے، ہمارے طلبہ کی صلاحیت کتنی ہیں، بعض مرتبہ مدرس کو اس کا شوق ہوتا ہے کہ وہ نیچے کی جماعت کے سامنے بھی بہت اونچی زبان میں تقریر کرتے ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو فوائد مکیہ پڑھنے کی ضرورت ہے، صاحب فوائد مکیہ نے فن کے کتنے بڑے بڑے مسائل کو کتنی آسان عبارت میں پیش کیا ہے، ہم ادغام متقاربین کی تعریف کیا کرتے ہیں؟ ایسے دو حرف جمع ہو جو قریب المخرج یا قریب الصفت یا دونوں میں قریب ہو اور ان میں کا پہلا ساکن ہو اور اس کا ادغام کیا جائے تو اس کو دغام متقاربین کہتے ہیں، صاحب فوائد مکیہ کی عبارت دیکھیں جو نہ مثلین ہو نہ متجانسین، فنی کمال ومہارت تو یہ ہے کہ فن کے مشکل سے مشکل مسئلہ کو ہم کتنی آسان عبارت میں پیش کر دیں کہ بالکل نابلد شخص بھی ہماری بات کو پالے، حضرت مولانا

منظور نعمانیؒ کے باب میں ہم نے پڑھا ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب ہم کوئی مضمون لکھتے تو مضمون لکھنے کے بعد اپنی اہلیہ کے سامنے پیش کرتے اس کو کہتے اچھا تم اس کو پڑھ لو، تم نے اس کو سمجھا؟ ہم کیا کہنا چاہ رہے ہیں اگر وہ یہ کہتی کہ ہاں ہم نے سمجھ لیا ہے تو مجھے اطمینان ہو جاتا تھا کہ جن لوگوں کے لئے ہم لکھ رہے ہیں وہ میرے مفہوم کو پالیں گے، ہم کیوں لکھ رہے ہیں؟ ہم کیوں تقریر کر رہے ہیں؟ ہم کوئی چیز کسی کو دینا چاہ رہے ہیں، ورنہ تو میڈیکل لائن میں آپ جائیں کسی ڈاکٹر کے یہاں چلے جائیں ان سے پوچھیں گے کہ کیا بیماری ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ایلرجی ہے، ٹینشن ہے، وہ اپنی میڈیکل لائن کی اصطلاح کو ہمارے سامنے ایسے استعمال کرتے ہے کہ ان کی بات کا ۸۰ رفیصد حصہ ہم سمجھ ہی نہیں پاتیں کبھی ہم ان سے کہتے ہیں کہ بھائی بات نہیں سمجھیں تو پھر اس کو دوہراتے لیکن اسی عبارت میں، یہ مہارت کی کمی ہے، مہارت تو اس کا نام ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ ہو لیکن بہت آسان زبان میں اپنے مخاطب کو سمجھائیں۔

اساتذہ کی تقریر حضوری دماغ کے ساتھ سننا ضروری ہے

میرے بھائیو! اس کی بھی ضرورت ہے کہ جو مسئلہ ہم کہہ رہے ہیں کیا حقیقت وہی ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے بہت سے بچوں کو تھوڑا شوق ہوتا ہے کسی زمانہ میں ہم نے اپنے درجہ میں کہا کہ مخارج کی تعداد کا آخری قول تو ۱۴ روالا ہے لیکن ایک قول ۱۰ رکا بھی ہے، بس بعضوں کو اس کا شوق ہوا چونکہ یہ نادر چیز تھی اور نوادرات کا شوق ہوتا ہی ہے تو ہم نے دیکھا کہ بعض اساتذہ نے اس کو شروع کر دیا، اب انہوں نے قول نادر کی حیثیت سے اس کو درجوں میں بیان کرنا شروع کر دیا ہم نے ان کو بلایا ان کو سمجھایا کہ ۱۰ روالا قول قراء کا نہیں ہے بلکہ یہ تو ارباب علم الاصوات کا قول ہے، (علم الاصوت یہ

مستقل علم ہے) صوتیات یہ ان لوگوں کا قول ہے کیا آپ صوتیات پڑھا رہے ہیں؟ ۱۰ارو الا قول یہاں آپ ذکر کیوں کر رہے ہیں؟ اور اگر یہ بات ہے تو کہیے قاف حلقی نہیں ہے بلکہ حلقی ہے، صوتیات کے لوگوں کے یہاں قاف حلقی ہے وہ خاء، غین کا جو مخرج ہے، قاف کا وہی مخرج کہتے ہیں، کیا مجودین اس سے اتفاق کریں گے؟ نہیں کر سکتے اس لئے میرے بھائیو! ہماری تقاریر کو نکھارنے کی ضرورت ہے، دیکھئے ایک مثال سے سمجھائیں ہم لوگ سب کہہ رہے ہیں کہ مد متصل میں مد کرنا واجب ہے اور قصر بالکل جائز نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے بعض اساتذہ کو اس کا شوق ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ البتہ اس میں ایک ضعیف قول قصر کا بھی ہے جس کو امام ابوالقاسم ہزلیؒ نے اپنی کامل میں ذکر کیا ہے، اس پر بیچارہ طلبہ عقیدت اور تاثر کا اظہار فرماتے ہوئے سر دھننے لگتے ہیں شاید آپ میں سے کچھ لوگ ایسی تقریر کرتے ہی ہونگے حالانکہ کتب بینی سے اس کی حقیقت اجاگر ہوگی کہ مسئلہ کیا ہے؟ علامہ جزریؒ نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے آپ فرمارہے ہیں کہ امام ابوالقاسم ہزلیؒ نے تو مد متصل میں مد ہی بیان کیا ہے ہے اور مد کو تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے ضمن میں ابوالنصر عراقی کا یہ قول ذکر کیا کہ انہوں نے یہ لکھا کہ ایک کلمہ کے مد کا اختلاف بھی ایسا ہی ہے جیسا دو کلموں کے مد کا اختلاف ہوا کرتا ہے، امام ابوالنصر عراقی نے یہ لکھا ہے ان الاختلاف فی مد کلمة کلاختلاف فی مد کلمتین امام ابوالقاسم ہزلیؒ کا منشا تو یہ ہے اور وہ تو یہ لکھنا چاہ رہے ہیں کہ مد متصل کو سارے لوگ مد ہی کے ساتھ پڑھتے ہیں ہاں امام ابوالنصر عراقی نے اس میں اتنی تفصیل کی ہے کہ دو کلموں کے مد کی مقدار میں جو اختلاف ہے یعنی مد منفصل کے مد میں جو اختلاف ہے دو الفی، ڈھائی الفی، تین الفی یہ جو اقوال مختلفہ ہیں کہا کہ مد متصل کے مد کے باب میں بھی یہی اقوال مختلفہ ہیں، امام ابوالقاسم ہزلیؒ نے

یہ بات نقل کی ابوالنصر عراقی سے کہ انہوں نے ایسا لکھا، علامہ ابوشامہؒ نے امام ابوالقاسم ہزلیؒ کی اس عبارت کو پڑھا تو انہیں ابوالنصر عراقی کی عبارت سے یہ مغالطہ ہوا کہ جس طرح مد منفصل میں مد و قصر جائز ہے بالکل اسی طرح مد متصل میں بھی مد و قصر دونوں جائز ہیں اور اس عبارت سے یہ مغالطہ ہوا سب سے پہلے علامہ ابوشامہؒ کو ہوا، اور علامہ ابوشامہؒ کی بہت بڑی حیثیت ہے جہاں وہ حافظ حدیث ہیں وہاں وہ محقق ہیں، فن قراءات میں ان کو محقق کا درجہ حاصل ہے اور شاطبیہ کی زبردست شرح ''ابراز المعانی'' ان کی ہے پڑھیے آپ، انہوں نے یہ سمجھا کہ امام ابوالقاسم ہزلیؒ کا منشا یہ ہیں کہ ابوالنصر عراقی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جیسے مد منفصل جو دو کلموں میں ہوا کرتا ہے اس میں مد اور قصر کا اختلاف ہے، مد متصل میں بھی ایسا ہی مد اور قصر کا اختلاف ہے، یہ سمجھا کس نے؟ علامہ ابوشامہؒ نے بس علامہ ابوشامہؒ کو لوگوں نے پڑھا اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مد متصل میں تو مد واجب ہے قصر جائز نہیں ہے البتہ ایک قول ایسا ہے جس میں قصر کا جواز بھی بیان کیا جاتا ہے حالانکہ یہ منشا نہ تو ابوالنصر عراقی کا ہے اور نہ ہی امام ابوالقاسم ہزلیؒ کا اور اس میں کے کسی کے یہاں قصر جائز نہیں ہے بلکہ خود علامہ جزریؒ کا حال یہ ہے کہ آپ نے ''منجد المقرئین'' میں ایسی ہی تقریر فرمائی کہ مد متصل میں ابوالنصر کی رائے کے بموجب قصر کا جواز ہے اور پھر جزریؒ ہی لکھتے ہیں کہ میں نے اتنی ساری کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن کہیں بھی ابوالنصر عراقی کے کہے کے مطابق مد متصل میں قصر کو نہیں پایا یہ لکھا ہے ''منجد المقرئین'' میں، معلوم ہوا کہ جزریؒ بھی یہی سمجھیں ہیں کہ ابوالنصر عراقی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مد منفصل میں مد اور قصر کا جیسا اختلاف ہے مد متصل میں بھی مد اور قصر کا ایسا ہی اختلاف ہے جو بات سمجھی تھی علامہ ابوشامہؒ نے لیکن پھر نشر میں تحریر فرماتے ہیں کہ البتہ میں نے جب ابوالنصر عراقی کی کتاب ''الاشارۃ'' قراءت عشرہ میں اور ان کے

صاحب زادہ کی کتاب ''البشارۃ من الاشارۃ فی القراءت العشرۃ'' کو جب دیکھا تو اس میں باپ بیٹے نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ ایک کلمہ کے مد کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے دو کلموں کے مد کا اختلاف ہے لیکن اس کے ساتھ آگے یہ لکھ رہے ہیں کہ البتہ دونوں میں فرق یہ ہیں کہ مد متصل میں قصر بالکل جائز نہیں ہے، معلوم ہوا کہ ابو النصر عراقی مد متصل میں قصر کے جواز کو بیان کرنا نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ وہ تو صرف اتنا کہنا چاہ رہے تھے کہ توسط کی مقدار میں جیسا اختلاف مد منفصل میں ہے مد متصل میں بھی توسط کی مقدار میں ایسا ہی اختلاف ہے اب آپ دیکھیں کہ اصل صاحب عبارت کا منشا کیا تھا؟ کس کو مغالطہ ہوا اور اس مغالطہ کو ہمارا یہ طبقہ' قراءت یعنی قاری لوگوں کا طبقہ کیسا لے کر چلا، ہم نے اپنی درس گاہوں میں ایک نادر چیز کی حیثیت سے مد متصل میں بھی قصر کو بیان کرنا شروع کیا آپ بتلائیے اگر ایسی تقریر ہم اور آپ کرتے رہیں گے تو کیا یہ فن کی صحیح ترجمانی ہوگی؟

قواعد و اصول کی اصطلاحات جامع اور مانع ہو

ہم آپ کو یہ سمجھانا چاہ رہیں کہ جیسے مشق کو نکھارنے کی ضرورت ہے ویسے کتاب کو بھی نکھارنے کی ضرورت ہے دیکھئے ادغام نون ساکن وتنوین کے ادغام کی دو قسمیں ہیں، ادغام بلا غنہ اور ادغام مع الغنہ لیکن ادغام بلا غنہ اور ادغام مع الغنہ کی تعبیر تو ایسی ہے جس کو غیر قاری بھی بڑی آسانی سے سمجھ لیتا ہے تو پھر ایک قاری خالص فنی عبارت میں گفتگو کرنے کا شوق رکھتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ بلا غنہ معنی تام، مع الغنہ معنی ناقص، اب وہ بلا غنہ اور مع الغنہ سے فارغ ہو جاتا ہے اور تام، ناقص کی تعبیر اختیار کرنے لگتا ہے، بہت اچھی تعبیر ہے، لیکن آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ تعبیر ہر جگہ کام نہیں دیتی اس تعبیر

سے کیا نقصان ہوتا ہے؟ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، مثال کے طور پر نون ساکن اور تنوین کے بعد ''یـنـمـو'' کے چار حروف آتے ہیں تو ادغام مع الغنہ ہوتا ہے، ہم اس کو کہتے ہیں ادغام ناقص، برابر ہے یہ مع الغنہ معنی ناقص، نون ساکن اور تنوین کے چار حرفوں میں سے کوئی حرف آیا تو ادغام ناقص ہوگا ہم یہ تقریر کرتے ہیں لیکن آپ ذرا فن کی گہرائی میں جائیں کیا یہ تقریر صحیح ہے؟ نون ساکن کے بعد ''یـنـمـو'' میں سے جب نون آیا جیسے مـن نـصيـب مثلین کا ادغام ہوا اور مثلین کا ادغام کبھی بھی ناقص نہیں ہوتا ہے بلکہ مثلین کا ادغام تو ہمیشہ تام ہی ہوتا ہے اب ذرا غور کریں کہ ہم نے بلا غنہ سے اس لئے اعراض کیا تھا کہ وہ تو ایک عام تعبیر ہے خالص فنی تعبیر تو ناقص و تام کی ہے، ہم نے یہ تعبیر اختیار کی لیکن یہ نہیں سوچا کہ یہ تعبیر سب جگہ نہیں ہونی چاہیے من نـصـيـب میں ہم نے عام تعبیر کے بموجب ادغام ناقص کہہ دیا کتنی بڑی غلطی ہے، اچھا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ نون ساکن کے بعد جب میم آتا ہے مثلاً مـن مـسـد تو جمہور اور غیر جمہور کے مابین اختلاف ہے، جمہور اس کو ادغام تام کہتے ہیں اور غیر جمہور اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں اب اگر ہم نے بالغنہ کے تحت اس کو کہہ دیا ناقص تو وہ پورا اختلاف ختم ہو جاتا ہے اس لئے درسی تقریر میں بڑے تیقظ و مطالعہ کی ضرورت ہے۔ (نسأل الله التوفيق)۔

درس و تدریس کی قدر جانئیں

نیز ارباب مدارس کی قدر و قیمت کو پہچاننے کی بھی ضرورت ہے کہ انہوں نے ہمیں درسگاہیں دیں، آپسی اختلاف کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، خوب محبت سے، اتفاق سے اجتماعیت سے کام کریں اس میں قوت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت

نصیب فرمائیں، اگر یہ دولت کسی سے سلب ہوگئی تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس خسارہ کی وہ کبھی تلافی نہیں کر سکتا، آپ نے نہیں دیکھا آپ کی درس گاہ میں بیٹھے معصوم طلبہ کی تعداد ۲۰ ریا ۲۵ رہوتی ہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کس کی قسمت کیا ہے؟ اللہ نے کس کے باب میں کیا مقدر فرمایا ہے؟ کس کا انتخاب کس کے لئے ہونے والا ہے؟ ہمیں کچھ معلوم نہیں، پھر انہیں ۲۰ ریا ۲۵ رطلبہ میں سے ایک جوان ہوتا ہے وہ پورے معاشرے کو، ماحول کو بدل دیتا ہے وہ کسی ادارہ کی روح کہلاتا ہے، وہ کسی ادارہ کا تاج کہلاتا ہے، وہ کسی ادارہ کی عزت کہلاتا ہے اس لئے ہمیں آپ کو معلوم نہیں کہ یہ درس گاہیں کتنی بابرکت ہیں، اسی لئے بعض جوانوں سے جو تخصص میں آتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ روزانہ جب درجہ میں حاضر ہو تو سبق شروع کرنے سے پہلے دومنٹ صرف مراقبہ ہو جائے اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ یہ تیرا احسان ہے، بہت بڑی دولت تو نے مجھ کو دی ہے، میں کچھ نہیں ہوں مجھ سے اچھے لوگ موجود ہیں لیکن تو نے کتنی اچھی درس گاہ دی، کتنے اچھے طلبہ دیئے، کام کا کتنا اچھا موقع فراہم فرمایا، تیرا احسان ہے تو ہماری غلطیوں کی وجہ سے اس سے کبھی محروم نہ فرما، دومنٹ ایسا مراقبہ ہو جائے۔

درس کا دوبارہ مطالعہ

تدریس سے فراغت پر جب گھر جانے لگے تو پھر ایک منٹ فارغ کریں، اللہ تیرا شکر ہے، اور اللہ کا شکر ادا کریں اور شکریہ اداء کر کے گھر جائیں، پھر یہ سوچیں کہ ہم نے دن بھر کیا تقریر کی، کیا پڑھایا ہے اس میں کوئی کمی ہے، کوئی کسر ہے، مدرس کو اس میں بھی شرم آتی ہے کہ اگر تقریر میں کوئی غلطی کی ہے تو وہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ دل میں اس طرح سوچتا رہتا ہے کہ کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو تو اچھا ہے

انا للہ بالکل گبھرانے کی ضرورت نہیں ہے، تقریر میں ذرا بھی غلطی ہوگئی ہے بچوں کے پاس جائیں، بچو! ہم نے سبق میں یہ تقریر کی ہے لیکن تقریر کے اتنے جز کی اصلاح کی ضرورت ہے، ارے بھائیو! تقریر کرنے والا ہی غلطی کرتا ہے، چلنے والا ہی ٹھوکر کھاتا ہے، جو بیٹھا ہے وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا، یہ ہمارے اکابر کا طریقہ تھا اکابر اس طرح تدریس کیا کرتے تھے ہمیں انہیں کا خطہ اپنانا ہے، انہیں کی راہ پے اپنے آپ کو لانا ہے اور اس طرح کی تدریس انشاء اللہ کرنی ہے جیسے آپ نے پچھلے دور سے، پچھلی غربت سے فن کو نکال کر یہاں تک پہونچایا ہے، انشاء اللہ آئندہ ہم فن کو جس منزل تک لیجانا چاہتے ہیں سب نے مل جل کر اگر اس کا عزم کرلیا اور محنت کی، ہمت کی، اور محنت کا جذبہ پیدا کیا تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ یہ امید بھی بہت جلد برآئے گی، اللہ آپ سب کے علم وعمل میں خوب برکت عطا فرمائیں، آپ بھائیوں نے جو محبت ہم سے کی ہے اور جس محبت میں آپ چھٹیوں کے اوقات کو قربان کر کے یہاں تک پہونچے ہیں ہم آپ کی قدر کررہے ہیں، اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ تشریف لائے اور اس بہانے فن کے باب میں دو چار باتیں سوچنے سمجھنے کا ہم کو موقع ملا، اللہ تعالیٰ تادم حیات اسی طرح کی خدمات میں، ایسے مشاغل میں، فن کی اشاعت میں ہمیں آپ کو لگائیں رکھیں یہ ہماری زندگی کا بہت بڑا سرمایہ ہے اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اسی حال میں دنیا سے جانا نصیب فرما، آمین۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۷)

علوم دینیہ کا بابرکت لیکن مظلوم شعبہ

جامعہ دارالقرآن سرخیز ﴿احمد آباد﴾

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلي على رسوله الكريم: أما بعد ، فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم . ثم أورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا. صدق الله مولانا العظيم.

علم وفن کا شہر (احمد آباد)

انتہائی عظمت ورفعت کے حامل، ارباب علم ومعرفت، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! ہمارے لئے انتہائی مسرت کا موقع ہے، بالخصوص شہر احمد آباد اور ہمارا یہ جامعہ دارالقرآن کے لئے یہ ساعت انتہائی مسرت کی حامل ہے، کہ ہم نے برسوں سے اپنے کھوئے ہوئے سرمائے کو پھر پانے کی کوشش کی ہے، صدیوں پہلے اس شہر کو یہ امتیاز اور فضیلت حاصل تھی، جب دنیا علم سے، تعلیم وتعلم سے کوئی خاص واقفیت نہیں رکھتی تھی، ایسے دور میں الحمدللہ ثم الحمدللہ یہاں علمی درس گاہیں قائم تھیں، بہت سے علوم وفنون کی یہاں سے اشاعت ہورہی تھی، ان علوم اسلامیہ میں ایک شریف ترین فن، فن تجوید وقراءت بھی تھا، جس کی غیر معمولی انداز میں یہاں خدمت ہوئی، اور بڑے بڑے رجال کار یہاں خادمانِ قرآن کی حیثیت سے برسہا برس خدمت انجام دیتے رہیں، لیکن نہ معلوم کیا بات پیش آئی کہ ایک بہت لمبے عرصے تک، ہم اپنے اس عظیم اور قیمتی سرمائے سے محروم ہوگئے، ہمارے ان اسلاف کی وراثتیں اور ان کی امانتوں کا پاس ولحاظ ہمیں نہیں رہا، بہت ہی زیادہ قابل مبارک باد ہے شہر احمد آباد کے ارباب مدارس، رجالِ انتظام اور خدامِ قرآن کہ انہوں نے اپنی ایک بہت بڑی پونجی کو پھر حاصل کرنے کی کوشش کی ہیں، اور اسی مناسبت سے ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں، اور ہمارے ان عزیزوں نے بہت ہی کامیاب انداز میں بڑا جاذب اور عمدہ پروگرام

پیش کیا، جیسا کہ ابھی ہم ہمارے صدیق محترم جناب مولانا قاری عبدالستار صاحب دامت برکاتہم سے بڑے قیمتی اور کارآمد تأثرات اور پندونصائح کا مجموعہ سن رہے تھے، ہم آپ بھائیوں کی خدمت میں دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، بہت مبارک ہو، کیا آپ نے اپنی صلاحیتوں کو اور عطیۂ خداوندی کی قیمت کو سمجھا ہے؟ کہ قدرت نے آپ کو اچھے گلے کی کیسی زبردست دولت سے نوازا ہے، یہ ان لوگوں سے پوچھیں جو حُسنِ قراءت کے لئے اور کسی حَسَنُ الصوت قاری کو سننے کے لئے ایک لمبے عرصے تک ترستے رہتے ہیں، بالمشافہہ سننے کی انہیں نوبت نہیں آتی، اللہ کا شکر ادا کیجیے، کہ اتنی معمولی تعداد میں سے ۲۳؍ بچوں نے اپنے پروگرام کو عمدہ سے عمدہ انداز میں پیش کیا، اللہ تعالیٰ مزید توفیق سے نوازیں۔

الفاظِ قرآنی کے ساتھ معانی قرآن بھی نصیب ہو

جن عزیزوں نے ابھی تکمیل حفظ کی سعادت حاصل کی ہیں، ہم انہیں، ان کے اولیاء کو، اور ان کے اساتذۂ کرام کو بھی اپنے دل کی تمام تر گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سینوں کو قرآن کریم کا گنجینہ بنائیں، اور الفاظ قرآن کے ساتھ معانی کی دولت عظمیٰ اور معرفت کی دولت سے آپ کو سرفراز فرمائیں، میرے عزیزو! جن بچوں کے حصے میں حفظِ قرآن کی دولت آئی ہے، ہم خصوصی طور پر ان عزیزوں سے یہ عرض کریں گے کہ یہ بہت بڑی دولت ہے، جو آپ کے حصہ میں آئی ہے، شاید کسی جوان کو قرآن کریم کا حفظ اور حفظِ قرآن کا دولت ہونا سمجھ میں نہ آئے، لیکن یہ بہت بڑا سرمایہ ہے، پھر اگر اس دولت کے ساتھ حُسنِ قراءت ہو، خوش اسلوبی ہو، اچھا انداز ہو، ایسے جاذب لہجے ہوں، تو کیا

پوچھنا؟! ابھی جب ہم نے اپنے رفیق سفر جناب قاری عبدالعزیز صاحب سے قرآن کریم سنا، کیا دنیا کی کوئی آواز دل کو تسکین و تسلی بخش سکتی ہے؟ جو ہم ان کی قراءت میں پا رہے تھے۔

ہمارے ذوق کی کمی

میرے عزیزو! جن لوگوں کو اللہ رب العزت نے اپنی یاد سے نواز رکھا ہے، اور جن کے قلوب یادِ الٰہی سے بھرے ہوئے ہیں، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہیں کہ ایک حَسَن الصوت قاری جب اچھے لہجے میں تلاوت کرتا ہے، تو وہ بے خود ہو جاتے ہیں، چیخیں نکل جاتی ہیں، یہ ہمارے آپ کے ذوق کی کمی ہے، قرآن کریم کی عظمت اور اس کے احساس کی کمی ہے، کہ ایک حَسَن الصوت قاری تلاوت کرتا ہے اور ہمارا کان تلاوت پر نہیں رہتا، جو لہجے ان بچوں کے پاس تھے، بعض بچوں کے لہجے ایسے تھے کہ جب انہوں نے اس لہجے میں آیت کو تلاوت کیا تو دل کو ہلا دیا۔

عرب قراء کی صحبت کا نتیجہ

میرے بچو! بیس پچیس سال پہلے کا نقشہ اگر آپ دیکھیں ہمارے ان مدارس نے پچھلے چالیس، پچاس سال سے اس فن کی طرف خصوصی اعتناء ضرور کیا ہے، لیکن بیس، پچیس سال پہلے لہجوں میں وہ جاذبیت نہیں تھی، جو الحمد للہ اس وقت ہے، دنیا میں جو میڈیا ہے، اسباب و وسائل ہیں، جس کے ذریعے ہزاروں کلومیٹر دور بیٹھا ہوا ہمارا یہ جوان، مصر کے زبردست بڑے مشاق سے استفادہ کر رہا ہے، وہ ان کے لہجوں سے اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے، ان کے لہجوں کے سانچے میں اپنی قراءت کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ خالص عجمی، بالکل دیہات سے آیا ہوا تھوڑی سی

محنت وتوجہ اور مصری قراء کی تھوڑی سی صحبت کے نتیجہ میں ایسا عمدہ قرآن پڑھتا ہے، کہ سننے والا یہ تمیز نہیں کرسکتا کہ یہ عرب میں رہنے والا جوان پڑھتا ہے، یا ہندوستان میں رہنے والا، یہ کس کا نتیجہ ہے؟ دعاء کیجیے اہل مصر اور خصوصی طور پر مصر کے جو مشاق قراء ہیں جنہوں نے اپنے بہترین گلوں سے دنیا کو مشق سے واقف کرایا بلکہ یوں کہیے سرکار علیہ السلام کے بکثرت فرامین میں جس حُسنِ قراءت کو فرمایا گیا ہے، یہ اسی کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں، ارباب مصر، اس کی عملی شرح ہے لیکن میرے بھائیو! ہمیں آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اہل مصر شاندار اور جاذب لہجوں میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اس کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، مصر کا جوان بہت ہی کم عمری میں ایک سفر شروع کرتا ہے، اس کی آنکھ ہی مشق کے ماحول میں کھلتی ہے، زبردست لہجوں کے سانچے میں ڈھالنے والے بہترین مربی کی خدمات انہیں حاصل ہوتی ہیں۔

لہجوں کے حصول کا ایک عمدہ طریقہ

ہم نے ابھی ایک جگہ کہا تھا، کہ اہل مصر کی غلامی کیجیے، ان کی قدم بوسی کیجیے، ان کی پیشانی پہ بوسہ دیجیے کہ انہوں نے کس باریک بینی کے ساتھ کام لیا اور یہ دیکھا کہ حدود شرعیہ بھی ملحوظ رہے، اور اصول تجوید کے دائرے سے بھی نہ نکلا جاوے، اور قراءت میں حسن پیدا ہو جائے، اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا، کہ ان کا مربی چند اشعار ان کو دیتا ہے، انٹرنیٹ پر مقامات کی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے، مقامات ان کے یہاں لہجوں کو کہا جاتا ہے، ان لہجوں کا بڑا زبردست ماہر شخص تربیت کی غرض سے بچوں کو لے کر بیٹھتا ہے اور وہ ان اشعار کے ذریعہ لہجوں کو سیکھاتا ہے اور باقاعدہ یہ کہتا ہے کہ اب یہ شعر (سِیکا) لہجے میں پڑھیں (بَیاتی) لہجے میں پڑھیں (نہاوند) میں

پڑھیں اور سارے لہجوں کی وہ اس طرح تربیت کرتا ہے، لیکن فکر کی شومی کہیے، یا سمجھ کی کمی کہیے کہ ان کے اس طریقہ کار کو بجائے گلے لگانے کے اور بہت بڑی قیمت اس پر چکانے کے یہ کہا جاتا ہے، کہ مصر کے جو لہجے ہیں، وہ شعر وشاعری کے ہیں، بھائیو! جب کسی کی نگاہ ہی گڑبڑ ہو جائے، تو کیا کریں گے؟ اگر نارنگی یعنی موسمبی جو پیلی ہوتی ہے اس میں خاص میٹھاس ہوتی ہے، اگر کوئی یہ کہہ دے کہ بھائی اس کو تو یرقان (پیلیا) ہو گیا ہے، ارے بھائی! یہ اس کے رنگت کی خوبی ہے یہ اس کا حسن ہے، اگر حسن کو بھی کوئی مرض کہہ دیتا ہو تو وہ اس کی اپنی زبان ہے، اس کی اپنی سمجھ ہے، اہل مصر نے تو یہ طریقہ کار اس لئے اپنایا کہ اشعار ایک ایسا محور ہے، کہ جہاں ہر طرح کے قطع و برید اور بے جا کھینچا تانی کی اجازت ہوتی ہے، آپ دیکھیں گے کہ اشعار جو ہوتے ہیں مثلاً کلمۂ انما اس کو آپ اکثر اشعار میں دیکھیں گے کہ انّ پہلے مصرعہ کا آخر ہوتا ہے اور ما دوسرے مصرعہ کا شروع ہوتا ہے حالانکہ پورا انما ایک کلمہ ہے، انما کے کلمہ کو کاٹنے کی اجازت صرف شعر شاعری ہی میں ہے اور کہیں نہیں ہے، اسی طرح بے جا کھینچا تانی کی اجازت صرف شعر وشاعری میں ہے، اہل مصر نے لہجوں کو سنوارنے کے لئے، نکھارنے کے لئے، لہجوں میں قدرت حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے شعر و شاعری کو اختیار کیا، اگر اہل مصر ان لہجوں کو سیکھنے کے لئے بجائے شعر وشاعری کی راہ اپنانے کے سیدھے قرآن کریم میں اس کی کوشش کرتے تو انہیں قرآن کریم میں بہت سے مواقع میں بے جا کھینچا تانی کی ضرورت پڑتی اور شریعت اس کی بالکل اجازت نہیں دیتی اس لئے انہوں نے شعر وشاعری کو اپنایا اور پھر جب ان کا مُربّی ان کو لہجوں کے باب کی سند دیتا ہے اور ان کو اس باب میں کامل خیال کرتا ہے، تو پھر ان کو اجازت دی جاتی ہے، اول وہلہ میں اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ان کو ایسے شعر دیئے جاتے ہیں،

جن میں کلمات قرآنیہ ہوتے ہیں اور اشعار کے چند الفاظ تو غیر قرآنی ہوتے ہیں اور کچھ الفاظ قرآن سے ہوتے ہیں، پھر ان کو اس کی مشق کرائی جاتی ہے، اس مشق میں جب ان کو پختہ پایا جاتا ہے، تو پھر قرآن کریم میں آنے کی اجازت ہوتی ہے، اتنی محنت اور پاپڑ بیلنے کے بعد مصر کا مشاق جوان قرآن کریم کو ان حسین لہجوں میں پڑھتا ہے جن کو ہم سنتے ہیں، اور ہمارے لوگ یہ کہتے ہیں، کہ مصری لوگ تو شعر و شاعری کے لہجے بناتے ہیں ہم انہیں کہتے ہیں کہ میڈیکل کالج میں چلے جائیں، جہاں surgery سیکھلائی جاتی ہے، آپریشن سیکھایا جاتا ہے، سرجری میں جو مبتدی طالب علم ہوتا ہے، اس کو ابتداءً مینڈک دیا جاتا ہے، چوہالا یا جاتا ہے، میڈیکل کالج میں پنجرے ہوتے ہیں، ان میں چوہے پالے جاتے ہیں اور پلاسٹک کی بیگ میں اس کو پکڑا جاتا ہے اور پھر اس کا آپریشن کیا جاتا ہے، اگر روز اول سے ان کو سرجری سیکھلانے کے لئے انسان دیا جاتا ہے تو ہم میں سے کئی لوگ نہ ہوتے، پھر جب وہ مینڈک اور چوہے کی سرجری پر قابو پالیتا ہے، کمال حاصل کر لیتا ہے، ماہر ہو جاتا ہے تو پھر کسی ماہر ڈاکٹر کی ماتحتی میں اس کو انسان کی سرجری سیکھائی جاتی ہے، سارے لوگ میڈیکل کے اس طریقہ کار کو کتنا خوب خیال کرتے ہیں، کہ کتنا اچھا طریقہ ہے کہ انہوں نے روز اول سے سرجری سیکھلانے کے لئے انسان کو تختے پر نہیں سلا دیا، سب اس کو گلے لگا رہے ہیں، بہت اچھا خیال کرتے ہیں مگر ادھر مصر کا جوان لہجوں کو سیکھنے کے لئے اشعار اختیار کرتا ہے تو ہماری نگاہوں کی کمی اور فکر کی کجی دیکھیں، یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مصر کے لوگ تو اشعار کے لہجے قرآن میں سیٹ کرتے ہیں حالانکہ ان کا مقصود تو قرآن کریم ہی ہے۔

●

آخر یہ سوتیلا پن کب تک؟

عزیزو! لہجے کے بارے میں یہ سوال اور اعتراض صرف ترتیل کے باب میں ہی ہوتا ہے، ہم یہ پوچھتے ہیں کہ تدویر میں پچاسوں لہجے پائے جاتے ہیں، کوئی شیخ سدیس (امام الحرم المکی) کے لہجے میں تلاوت کرتا ہے، کوئی شریم کے لہجے میں، کوئی (شیخ عبداللہ الجہنی) کے لہجے میں، کوئی شیخ حذیفی کے لہجے میں، کوئی شیخ ایوب کے لہجے میں تلاوت کر رہا ہے، کتنے سارے لہجے ہیں لیکن جب تدویر کو بہت اچھے لہجوں میں ڈھالا جاتا ہے تو کوئی اعتراض نہیں؟ سارے لوگ اس کی تعریف کر رہے ہیں اور انہیں لہجوں میں جب ترتیل کو ڈھالا جاتا ہے، تو لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے آخر یہ سوتیلا پن کیوں؟ ناانصافی کیوں؟ ترتیل کے ساتھ یہ کیا بات ہے؟ حالانکہ یہ کہا گیا ہے کہ ترتیل جب بہت اچھے انداز میں پڑھی جاتی ہے، تو قلب کی تاثیر کا بہترین ذریعہ ہوا کرتی ہے، بلکہ جناب نبی کریم ﷺ کی تلاوت کے باب میں حضرت انس بن مالکؓ سے حضرت قتادہؒ نے پوچھا کہ آپ ﷺ کی تلاوت کا انداز کیا تھا تو فرمایا كان يمد مدًا یعنی آپ ﷺ خوب کھینچ کر تلاوت کرتے تھے، کیا مطلب کھینچ کر تلاوت کرنے کا؟ ظاہر بات ہے حدر اور تدویر میں وہ مدود نہیں ہوا کرتے، جو ترتیل میں ہوا کرتے ہیں، اسی وجہ سے ارباب فن نے لکھا ہے کہ حدر اور تدویر میں غنہ کا ایک الف اور مد کا ایک الف، وہ ترتیل سے کم ہوتا ہے اور ترتیل کا ایک الف وہ حدر اور تدویر کے بالمقابل لمبا ہوتا ہے، تبھی تو ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ ایک سورت کو مدود کے ساتھ ایسا تلاوت فرماتے، کہ وہ سورت خوب لمبی معلوم ہوتی، سورت لمبی ہونے کا کیا معنی؟ عبارت بڑھ گئی، سورت کی تو جتنی آیات ہیں اتنی ہی رہتی ہیں، پھر اس کے لمبے

ہو جانے کا کیا معنیٰ؟ محدثین نے لکھا ہے کہ لمبے ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ حُسنِ صوت کی وجہ سے اس کے مدود میں اضافہ فرماتے اور حیرت یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو اگر یہ اعتراض ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں، کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس لئے کہ آج سے سو، سوا سو سال پہلے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن مکیؒ کو جب ہندوستان بھیجنا طے فرمایا تو دونوں بھائیوں کو بلایا، قاری عبد اللہ صاحب جو بڑے بھائی تھے اور قاری عبد الرحمٰن صاحب جو چھوٹے بھائی تھے، دونوں کو مکۃ المکرمہ مدرسہ صولتیہ میں بلایا اور قاری عبد اللہ سے فرمایا کہ آپ کو تو فن قراءت کی خدمت کے لئے مدرسہ صولتیہ میں رہنا ہے اور عبد الرحمٰن کو ہم ہندوستان بھیجنا چاہتے ہیں، عبد الرحمٰن! تم ہندوستان جاؤ، اور ہندوستان جا کر فن تجوید وقراءت کی خدمت کرو (آگے فرمایا) ہندوستان کے لوگ عربی لہجوں سے بالکل نابلد ہیں، تمہیں وہاں جا کر عربی لہجوں کی اشاعت کرنی ہے، ہمارے اکابر نے ان باتوں کو محسوس کیا تھا کہ اہل ہند کو ان چیزوں کی زیادہ ضرورت ہے، ہندوستان کے لوگ اس میں زیادہ کمزور ہے، فرمایا تھا کہ ہندوستان میں عربی لہجے نہیں ہے، تم کو ہندوستان جا کر عربی لہجوں کی اشاعت کرنی ہے۔

ہمارے اکابر کی دور اندیشی

ہمارے اکابر نے بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ، بڑی معرفت کے بعد ان اصحاب فن کو ہندوستان بھیجا تھا اور ان کا تو منشا ہی یہی تھا، چنانچہ حضرت قاری عبد المالکؒ، قاری عبد الخالقؒ، قاری محمد صدیق صاحب میمن سنگھیؒ اور حضرت قاری عبد الرحمٰن مکیؒ یہ مدرسہ صولتیہ کے تعلیم وتربیت یافتہ لوگ تھے، اور وہاں سے ان ساری چیزوں میں

کمال پیدا کر کے ہندوستان تشریف لائے، اور زندگی بھر اس کی اشاعت کرتے رہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ ہمارے اکابر جس باب میں کڑھتے تھے اور جس غرض سے ان جوانوں کو ہندوستان بھیجا تھا الحمد للہ ان کی امیدیں اب پوری ہو رہی ہیں اور ان لہجوں کی اشاعت ہو رہی ہیں، بہت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائیں، کہ آپ نے بہت اچھا پروگرام پیش کیا اور ایسے پروگرام میں ہم جیسے ضرورت مندوں کو آپ نے شریک کیا، ہم آپ کے شکر گزار ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی درس گاہ چھوڑنا بالکل پسند نہیں ہیں، بلکہ ہمارے بہت جوانوں کو ہم سے شکایت ہیں کہ (یہ بیچارے کبھی دو سو تین سو کیلو میٹر دور سے سفر کر کے آتے ہیں اور ہمارا دروازہ بند پاتے ہیں) کہ ہم ان سے ملاقات نہیں کرتے، ہم انہیں منع کر دیتے ہیں کہ وقت نہیں ہے لیکن آپ بھائیوں کو ہم شوق سے سننے آئے اور خوشی ہوئی کہ الحمد للہ ہمارے بزرگوں نے بڑی عرق ریزی اور بڑی غربت میں رہ کر فن کے تعارف کی جو کوششیں کی تھیں، ان کی کوششوں میں اور کوششوں کی بنیاد میں کیا اخلاص تھا کہ ان کی صدا ابھی لگی بھی نہیں کہ الحمد للہ اتنی بڑی تعداد میں اس فن کے واقف کار تیار ہونے شروع ہو گئے۔

قرات کے میدان میں پہلا قدم

ہم دعاء کرتے ہیں کہ وہ ذات اس شریف فن کی خدمت کے لئے ہمیں اور آپ کو قبول فرمائیں، ہم اپنی گفتگوں کے اخیر میں حفظ کی تکمیل کرنے والے بچے، اسی طرح بہت اچھے انداز میں پروگرام پیش کرنے والے بچوں کی خدمت میں دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، ارباب انتظام اور ان کے اساتذۂ کرام کو، پروگرام کی کامیابی پر سو بار مبارک باد پیش کرتے ہیں، خوب آگے بڑھیں، ہمارے حضرت

قاری (عبدالستار) صاحب نے جو ایک دل کو لگتی بات فرمائی کہ بچوں یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ یہ کوئی قراءت کا منتہا نہیں ہے، ابھی ہم نے قراءت کے میدان میں پہلا قدم رکھا ہے یوں کہیے کہ منزل کو پہنچنے کے لئے جو زینے ہوا کرتے ہیں، ان میں ہمارا قدم پہلے زینے پر ہے، ہمیں چاہیے کہ ہمیں منزل تک پہنچنے کے لئے جتنے زینے چڑھنے ہیں، سب کی ہمت پیدا کریں، عزم کیجیے کوئی مشکل نہیں ہے، ایک جوان جب پورے عزم کے ساتھ کسی کام کے کرنے کو سوچ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مرادیں پوری کرتے ہیں اور ایک دن آتا ہے کہ وہ منزل مقصود تک پہنچتا نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچنا ہمارے حصہ میں مقدر فرمائیں۔ آمین

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۸)

درس خلاصۃ البیان اور فن قراءت کی طرف اعتناء

مدرسہ احیاء العلوم بھانپ ﴿راجستھان﴾

تفصیلی فہرست

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وأما الوصل فكل كلمة موصولة بكلمة أخرى لا وقف عليه الا علي آخر الأخرى.

خلاصۃ البیان اسم با مسمی کتاب

علم تجوید کی اور روایتِ حفص کی یہ آخری اور منتہی کتاب ''خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن'' جس کی آپ تکمیل کرنے جارہے ہیں یہ وہ کتاب ہے جو واقعۃً اسم با مسمیٰ ہے آپ بھائیوں نے اپنے اساتذہ کرام سے کتاب کی ابتداء میں اس کے نام سے متعلق سنا ہوگا کہ تجوید کے وہ بہت سے مباحث یا وہ مضامین جو مختلف کتابوں میں کئی اوراق پر مشتمل ہوتے ہیں، ہمارے مصنفؒ نے ان تمام صفحات اور مضامین کا ایک خلاصہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے، اللہ حضرت مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ کو ہماری طرف سے بہت ہی جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ آپ نے اس فن میں ایک بہت ہی عمدہ اور صحیح معنی میں متن کی حیثیت کی کتاب تصنیف فرمائی، آپ بچوں نے اسباق میں اس کو محسوس فرمایا ہوگا کہ صفات عارضہ کو تمام مصنفین نے جس انداز میں بیان فرمایا ہے اور ہمارے مصنفؒ نے جس اسلوب میں بیان فرمایا ہے وہ ان کا امتیاز ہے، صفات عارضہ کو عارضہ کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ موقوف علی العوارض ہیں، اسباب پر موقوف ہوا کرتی ہیں ہر صفت عارضہ کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، تمام مصنفین نے صفات عارضہ کو بیان کیا، لیکن کسی بھی صفت عارضہ کے لئے اس کے عارض کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں فرمایا یہ صاحب خلاصۃ البیان کا امتیاز ہے کہ انہوں نے بیان کی ابتداء میں جتنی صفات عارضہ ہیں ان کے عوامل اور عوارض اربعہ کو بیان فرمایا۔

مصنفؒ کا ایک اسلوب امتیازی

فرمایا والصفات العارضة اما عارضها صفة لازمة بہرحال صفات عارضہ کے اسباب اربعہ، بجائے صفات عارضہ کے عناوین کو اختیار فرمانے کے عوارض کا عنوان اختیار فرمایا، نیز ایک عارض کے تحت آنے والی تمام صفات عارضہ کو بھی وہیں بیان فرمایا، اور اس پر گفتگو فرمائی، پڑھنے والوں کے لئے سہولت ہوگئی، کہ جو ۱۶ر صفات عارضہ آپ نے بیان فرمائی ہے، ہمیں اور آپ کو ان میں کی کسی بھی صفت عارضہ کے عارض کو اب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ عنوان میں بیان کردی ہے یہ مصنفؒ کا امتیاز ہے، بہت اچھی کتاب ہے اللہ تعالیٰ اربابِ مدارس کو جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ انہوں نے روایتِ حفص کی تکمیل کے لئے کتاب کو داخل نصاب فرمایا۔

ایک تلخ حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مدارس عربیہ میں متن کی حیثیت سے جس کتاب کو بھی عالمیت کی تکمیل کے لئے داخل فرمایا ہے وہ درسِ نظامی کا حصہ ہے، درسِ نظامی اپنی تمام ترخوبیوں کے باوجود اگر بہت انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے، کہ اس کے گلدستہ میں جہاں تمام فنون کے بہت اچھے گل ہیں، بڑی اچھی کتابیں ہیں، وہاں نہ معلوم کیا بات پیش آئی، کیا وجہ ہوئی کہ درسِ نظامی میں تجوید وقراءت کی کسی کتاب نے جگہ نہیں پائی، یہ بہت تلخ حقیقت ہے ہم سمجھتے ہیں کہ مدارس میں جہاں تفسیر، حدیث شریف، فقہ، نحو، بلاغت، فلسفہ جیسے علوم کے لئے بہت اچھا اہتمام رہا، اور خوب اچھے لوگ ان علوم کو پڑھ کر مہارت حاصل کرکے نکلے، وہیں ذراسی چوک کی وجہ سے بہت شریف فن، اور

ایک ایسا فن جس کو ہمارے اکابر اپنی حیات اور اپنے علمی سفر میں سب سے پہلے جس کو پڑھا کرتے تھے، نصاب میں کمی کی وجہ سے بہت سے علماء اور علمی طبقے کی ایک بہت بڑی تعداد اس سے محروم ہے، ہم ارباب مدارس کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نصاب کی اس کمی کو پورا کر دیا اور ایسی کتاب کو داخل نصاب کیا۔

رسم غیر قیاسی کی صور اربعہ

جس عبارت کو ابھی آپ نے پڑھا ہے اس میں مصنفؒ نے رسم غیر قیاسی کی صور اربعہ یعنی کتابت، لکھائی کا وہ انداز جس کو قیاس قبول نہیں کرتا بیان کیا ہے مثال کے طور پر اولٰٓئک پوری دنیا جانتی ہے کہ اولٰٓئک میں واؤ کو کوئی بھی نہیں پڑھتا، نہ وہ وقف میں پڑھا جاتا ہے اور نہ وصل میں، نہ روایت حفصؒ میں اور نہ کسی اور روایت میں ہم آپ بچوں کو یہ بھی بتلا دیں کہ جب آپ اس فن میں قدم رکھتے ہیں، اتنی کوشش کیجیے کہ رسم کے وہ بہت سے مواقع جہاں آپ کا تلفظ وقراءت کچھ ہوتی ہے اور لکھا کچھ گیا ہے، تو ایسے مواقع کی توجیہات کو بھی معلوم کرنے کی کوشش کیجیے مثلاً اولٰٓئک میں واؤ ہے، پڑھتا کوئی نہیں ہے پھر کیوں لکھا گیا؟ ویدع الانسان، دعا یدعو سے ہے ظاہر بات ہے واؤ ہے، لیکن لکھا نہیں گیا، کیوں نہیں لکھا گیا؟ عقلاً سوال ہوتا ہے کہ جب کلمہ اس انداز سے پڑھا جاتا ہے تو پھر لکھا کیوں نہیں جاتا؟ اس کو کہتے ہیں رسم غیر قیاسی اور غیر قیاسی کے پورے قرآن میں جتنے بھی کلمات ہیں ان کا جائزہ لیا جائے تو وہ چار طرح کے ہوتے ہیں، ان میں کی ایک قسم ہے، وصل، اور وصل یہ رسم کی اصطلاح ہے، وصل ایسے دو کلموں کو کہا جاتا ہے جو حقیقت اور اصل کے اعتبار سے الگ الگ ہو، لیکن ارباب رسم نے اس کی لکھائی کا کچھ ایسا اسلوب اختیار کیا ہو، کہ باریک

نظر سے دیکھنے والا اس کو ایک خیال کرے، آپ نے ''معرفۃ الرسوم'' میں مقطوع وموصول یہ دو لفظ سنیں ہوں گے (موصول) رسم غیر قیاسی ہے (مقطوع) رسم غیر قیاسی نہیں ہے بلکہ وہ قیاسی ہے تو مقطوع نام ہے ایسے دو کلموں کا جو حقیقت اور اصل کے اعتبار سے الگ الگ ہو لیکن لکھنے میں ایک لکھا ہو مثلاً بئسما، بئس الگ کلمہ ہے اور ما الگ کلمہ ہے، ألّا یہ دو الگ کلمے ہیں أن اور لا لیکن جہاں نون نہیں لکھا گیا اور بلا نون کے، تلفظ کے مطابق اس کو لکھا گیا ہے، ألّا تو اس کو وصل یا موصول کہتے ہیں موصول یہ رسم کی ایک اصطلاح ہے اور رسم غیر قیاسی کی صور اربعہ میں کی ایک صورت ہے، کتاب میں عبارت ہے وأما الوصل فكل كلمة موصولة بكلمة أخرى ہر وہ کلمہ جو دوسرے کلمہ سے ملا کر لکھا گیا ہو مثلاً بئس کی سین ما کے ساتھ ملا کر لکھی گئی ہے تو کلمہ بئس ما کے ساتھ موصول ہو گیا، آگے مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ لا وقف عليه الا على اخر الأخرى کوئی یہ خیال کرے کہ بئس مستقل ایک الگ کلمہ ہے اور سین اس کلمہ کا آخر ہے اور وقف ہمیشہ کلمہ کے اخیر پر ہوتا ہے اس خیال سے اگر وہ ایسے (بئسما) موصول موقع میں بئس کی سین پر وقف کرتا ہے تو اس کا یہ وقف صحیح نہیں کہلائے گا، جائز نہیں ہے، کیوں نا جائز ہے؟ حالانکہ وقف تو کلمہ کے اخیر پر جائز ہوتا ہے اس کو محل وقف ہونا چاہیے، لیکن یہاں اس لئے جائز نہیں ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے مصلحت اور حکمت کے تحت ان دو کلموں کو ملا کر ایک بنا دیا ہے (بئسما) اب ہم اگر بئس کی سین پر وقف کریں گے تو گویا مصلحتِ صحابۂ کرامؓ کی خلاف ورزی لازم آئے گی، ان کے عمل کے خلاف ہوگا، اور آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں اس پر امت کا اجماع ہوا ہے کہ قیامت تک لوگ جب بھی قرآن کریم لکھیں گے اسی انداز سے لکھیں گے اب اس کی لکھائی میں

کوئی فرق نہیں آئے گا، اور دنیا کا کوئی بھی فرد جب اس کے خلاف لکھے گا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے صحابۂ کرامؓ کی خلاف ورزی کی اور اس کو خرق اجماع کہا جائے گا اس لئے مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ ایسے وصل کے موقع یعنی دو کلموں کو جب ملا کر ایک بنادیا گیا ہو تو ایسے موقع میں پہلے کلمہ کے اخیر میں وقف نہیں ہوا کرتا ہے، وقف تو ہمیشہ دوسرے کلمہ کے اخیر پر ہی ہوا کریگا ہے، آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ خلاصۃ البیان کے کئی نسخے ہیں، اس کے قدیم نسخوں میں عبارت تھی " وأما الوصل فكل كلمة موصولة رسماً بكلمة" الخ رسماً کا اضافہ تھا بعد کے لوگوں نے اس کی اصلاح کر کے رسماً کو حذف کر دیا اور حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گفتگو ہی رسم سے متعلق ہو رہی ہے، اور وصل یہ رسم ہی کی ایک اصطلاح ہے لہذا وصل نے رسم کا معنیٰ ادا کر دیا، اس لئے اب رسم کے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد فرمارہے ہیں هذا ما تیسر لی اللہ تعالیٰ نے تجوید، وقف، رسم کے جن مسائل کو مصنفؒ نے اپنی اس کتاب میں جمع کرنے کا سوچا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو آسان فرمایا اور اس کی غیبی نصرتوں کے تحت مصنفؒ نے مسائل کو عمدگی کے ساتھ، خوش اسلوبی سے اس کتاب میں جمع فرمادئے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی نصرتوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

بڑی محنت درکار ہے

ہم نے یہ کتاب خلاصۃ البیان سب سے پہلے آپ کی طرح عربی سوم میں حضرت قاری عباس صاحب سے پڑھی، مجھے یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں ہے آپ بچوں کی ہمت افزائی کے لئے عرض کر دو، ہم نے جب عربی سوم میں اس کتاب کو پڑھا جب ہم امتحان کے لئے گئے مجھے فضائل تجوید پر ایک مجمع میں کسی طالب علم نے تقریر

کی تھی وہ یاد ہوگئی تھی اور اس کے علاوہ کچھ معلوم نہیں تھا، کتاب میں کیا ہے؟ پھر اس کی توفیق ہمارے شامل حال ہوئی اور دورۂ حدیث شریف کے بعد تخصص کے لئے پہونچا تو حضرت الاستاذ جناب قاری انیس احمد خاں صاحبؒ سے اس کتاب کو پھر ایک بار پڑھنے کا موقع ملا، اس وقت کچھ سمجھ میں آیا کہ یہ وہ کتاب ہے جو گہرا مطالعہ اور بڑی محنت چاہتی ہے، دوسرے سال مدرس ہوا لیکن مجھ سے جو اسباق متعلق تھے ان میں خلاصۃ البیان نہیں تھی، تو پھر ایک مرتبہ موقع مل گیا، ایک مرتبہ عربی سوم میں حضرت قاری عباس صاحب سے اور دوبار فراغت کے بعد حضرت الاستاذؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے اس کتاب کو پڑھا ہے حضرت قاری محب الدین صاحبؒ سے انہوں نے اپنے والد'' صاحب خلاصۃ البیان'' سے اور تجوید و قراءت کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے بھی آپ کو حاصل ہے اللہ تعالیٰ اس شریف فن سے ہمیں اور آپ کو وابستگی نصیب فرمائیں اور اس کے لئے جتنی محنت درکار ہے اس کی ہمت اور توفیق سے ہمیں نوازیں۔

اہل جنت کا اشتیاق

مسابقہ میں آپ بھائیوں کو سنا، بڑی خوشی ہوئی بہت ہی روح پرور مجلس تھی اللہ کے کلام کو خوب عمدہ انداز میں ہمارے یہ جوان پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جنت کی نعمتوں میں کی نعمت ہے اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جہاں بہت سی نعمتوں سے نوازیں گے وہاں اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ پوچھیں گے کہ کیا تم نے لحن داؤدی کو سنا ہے؟ تو جواب دیں گے کہ نہیں؟ ارشاد ہوگا کہ سننے کا شوق رکھتے ہو؟ لحن داؤدی کو سننے کا شوق کون نہیں رکھتا ہے؟ تو پھر حضرت داؤدؑ زبور کی تلاوت

فرمائیں گے لکھا ہے کہ لوگ ۲۰۰ رسال تک محو حیرت ہوں گے، بے خود ہو جائیں گے، پھر اللہ رب العزت بندوں سے پوچھیں گے کہ آپ مجھ سے سننا چاہتے ہو؟ اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمائیں گے، بندے ایک ہزار سال تک بے خودی میں رہیں گے یہ خوش الحانی اور خوش گلوئی جنت کی نعمتوں میں کی ایک عظیم نعمت ہے، ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، میں اپنے ان بھائیوں کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے آج کے اس روح پرور مسابقہ کو کامیاب بنانے میں محنت کی ہے اور بہت عمدہ انداز میں اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حسن صوت عطیہ خداوندی

بچو! عمدہ آواز اور آواز کا حسن یہ ایک خداداد چیز ہے، ہم میں سے کون ہے؟ جس نے عمدہ آواز کے لئے اللہ کے دربار میں مصلّٰی بچھا کر دو آنسوں بہائے ہوں، یہ تو اللہ نے اپنے کرم کی بنیاد پر نواز دیا ہے، بہت بڑی دولت ہے جو آپ کے حصے میں آئی ہے، آپ اس کا اندازہ لگائیں کہ دنیا کا بہت بڑا مالدار شخص آپ کے یہاں آئے اور بڑی عاجزی سے یہ درخواست کرے کہ صاحب! آپ کے پاس کتنا عمدہ گلا ہے آپ جب پڑھتے ہیں تو دل تڑپ جاتا ہے، کیف محسوس ہوتا ہے، دنیا بدل جاتی ہے اور آنکھوں میں آنسوں آجاتے ہیں یہ کیسی نعمت ہے میرے پاس جو روپیہ ہے آپ لے لیجیے اور آپ کا گلا ہمیں دے دیجیے، بچو! کروڑں روپئے آپ کی آواز کے سامنے معمولی حیثیت رکھتے ہیں یہ جو آپ شاندار انداز میں کوشش کر رہے ہیں یہ کوئی معمولی نعمتیں نہیں ہیں جو آپ کے حصے میں آرہی ہیں جن کے لئے اساتذۂ کرام روزانہ محنت کرتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کا وجود ہی آپ کی تعمیر کے لئے ہوا ہے، اللہ کا شکر ادا

کیجیے کہ ایسے فکر مند اساتذہ، نیک جذبے کے حامل اساتذہ کی خدمت آپ کو حاصل ہوئی، روزانہ اللہ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لائیں، جب ایک آدمی اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کے لئے اس کی نوازشات اور بڑھ جاتی ہے۔

بے توجہی سے ایک ناقابل تلافی نقصان اور عجیب مثال

بچو! بہت مبارک ہو، بعض بچوں کو بہت اچھا پایا، ایسا محسوس ہوا کہ ان میں لہجوں کی زبردست خوبی ہے اور بعض جگہوں میں لہجوں میں ایسی لچک ہے کہ جب وہ اس مقام پر پہونچتے ہیں تو ایک حساس آدمی بے خود ہو جاتا ہے، مبارک ہو! آپ اپنی قدر خود پہچانیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو نواز دیا ہے لیکن اس نوازش کی قدر کرنا اب آپ کی ذمہ داری ہے، مشق دنیا کا منتہیٰ نہیں ہے دنیا میں بڑے بڑے مشاق ایسا عجیب وغریب قرآن کریم تلاوت کرتے ہیں بہت بڑا مجمع ہوتا ہے لیکن مجال ہے کہ تنکا گر جائے، اپنی مشق کو اور سنواریں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بات جو قابل نوٹ ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، جن لوگوں نے نہیں سمجھا ہے انہوں نے خسارہ اٹھایا ہے، نقصان اٹھایا ہے، جیسے ایک کار ہے، جب یہ کمپنی سے نکلتی ہے تو کمپنی فولٹ کبھی آجاتا ہے اور اس فولٹ اور کمی کو دنیا کا کوئی بھی شخص ختم نہیں کر سکتا، یا مثلاً چائے کی پیالی کو بھی آپ نے دیکھا ہوگا اس کو rijict خیال کیا جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس کی گولائی ٹھیک نہیں ہے اب اس کی اصلاح کی کوئی شکل نہیں ہے اسی طرح یہ آپ کی قراءت ایک کمپنی میں بن رہی ہے اگر اس میں ابھی ایسی کوئی کمی یا کھوٹ رہی، آپ مدرس بن جائیں گے، مقری بنیں گے کئی لوگ آپ سے استفادے کے لئے آئیں گے لیکن ہم اپنی غلطی کو ٹھیک کر نہیں پائیں گے بلکہ مزید برآں یہ غلطی بہت سے بچوں

میں منتقل بھی ہوگی اس لئے ضرورت ہے کہ تلفظ کے باب میں خوب تیقظ سے کام لیں، آپ اداء کے باب میں اپنے اساتذہ کو دیکھیں جب وہ صاد اور راء پڑھتے ہیں تو آپ ان کے ہونٹوں کی طرف توجہ رکھیں، جو حروف استاذ سے جیسا ادا ہوتا ہے بالکل اسی انداز میں ادا کرنے کی کوشش کریں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قاری سے لہجہ بنتا نہیں ہے اور لہجوں کا شوق ہے کبھی غنہ اس سے دو تین الف ہو جاتا ہے کبھی غنہ میں گڑبڑی آجاتی ہے اگر ہم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تو یہ غلطیاں پھر کبھی ٹھیک ہونے والی نہیں ہیں، استاذ کے سامنے جتنی اصلاح ہوسکتی ہے پھر نہیں ہوسکتی۔

تلفظ واداء کا عباراتِ کتب کے ساتھ انطباق

علامہ مرعشیؒ نے بہت عمدہ بات لکھی ہے کہ استاذ اپنے شاگرد کی اداء کے لئے کسوٹی ہے، شاگرد اپنی اداء استاذ کے سامنے روزانہ پیش کرتا ہے، اگر ٹھیک ہے تو استاذ تصدیق فرماتے ہے اور نہیں تو اس کی اصلاح فرماتے ہے، لیکن استاذ کے لئے کسوٹی کون ہوسکتا ہے؟ علامہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ استاذ کی اداء کے لئے عباراتِ کتب کسوٹی ہیں، علامہ مرعشیؒ نے اساتذۂ کرام کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ بھی اپنی اداؤں کو عباراتِ کتب سے منطبق کریں اگر کوئی اداء عباراتِ کتب کے خلاف ہے، اربابِ اداء نے اس اداء کو جو تحریر میں یا تحریر کی قید میں مقید کیا ہے اس کے خلاف اداء ہورہی ہے تو ہمیں ایسے موقع پر ضرورت ہے کہ کسی ماہر اور کامل کے یہاں جاکر اپنی اداء کی اصلاح کی فکر کریں اگر وہ تصدیق فرمادے تو ٹھیک ہے، نہیں تو اس کی اصلاح کی فکر کریں، یہ وہ ادائیں ہیں جو منزل من اللہ ہیں قرآن کریم ہی دنیا کی ایک ایسی کتاب ہے جس کی تلاوت تجوید سے کرنیکا ہر کوئی مکلّف ہے عامی ہو یا عالم، جوان ہو

یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت دنیا کا کوئی فرد قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے الفاظ اور تلفظ کے باب میں آزاد نہیں ہے، جو تلفظ حضرت جبرئیلؑ نے جناب نبی کریم ﷺ کو لا کر دیا تھا، اسی تلفظ میں تلاوت کا ہر کوئی مکلّف ہے۔

نزول قرآن کے وقت آپ ﷺ کا اہتمام

آپ غور فرمائیں قرآن کریم میں جہاں نزول کے وقت سرکار دو عالم ﷺ کے فکر کا نقشہ کھینچا ہے لاتحرک به لسانک لتعجل به کہ جب حضرت جبرئیلؑ آیات اور سورتوں کو لے کر تشریف لاتے اور تلاوت فرماتے تو جناب نبی کریم ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی تلاوت فرماتے، آپ کی لسانِ بابرکت حرکت میں آجاتی کیوں؟ کیا ضرورت تھی ساتھ پڑھنے کی؟ آپ کو فکر تھا کوئی آیت جتنے الفاظ پر مشتمل ہے اس میں سے کوئی تلفظ چھوٹ نہ جائے، کوئی لفظ غیر محفوظ نہ ہو جائے قرآن کریم نے آپ کو تسلی دلاتے ہوئے کیا کہا؟ ان علینا جمعه کہ اے نبی ﷺ! آپ کو تلفظ کے باب میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ کے سینہ بابرکت میں آیات والفاظ قرآنی کو کندہ کر دینا ہماری ذمہ داری ہے لیکن آگے فرمایا وقرآنه صرف جمعه پر قرآن کریم نے اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آگے فرمایا وقرآنه کہ حضرت جبرئیلؑ تلفظ کے جس کمال کے ساتھ قرآن کریم تلاوت فرما رہے تھے اسی کمال سے تلاوت آپ سے کروانا ہماری ذمہ داری ہے آپ اس بات کی بھی فکر نہ کریں۔

قرآن کریم کے باب میں آپ ﷺ کا معمول مبارک

علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ اپنی کتاب ''لطائف الاشارات'' میں فرماتے ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رمضان المبارک میں حضور پاک ﷺ سے مل کر قرآن کریم کا جو

حصہ منزل من اللہ ہوتا تھا اس کا دور فرماتے تھے علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ جو شارح بخاری شریف بھی ہے اس کی حکمت کے تحت لکھ رہے ہیں کہ اس کے ذریعہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے مخارج وصفات کی تعلیم حاصل کی کہ کون سے حرف کو کس طرح اداء کیا جائے گا، پھر آگے لکھا ہے علامہ کرمانیؒ کے حوالے سے کہ آپ کو سیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا کہ آپ کو امت کے لئے نمونہ پیش کرنا تھا کہ جب حضور ﷺ جیسی ذات بابرکت کو بھی کسی کے تلفظ پر کان لگانا پڑتا ہے، تلفظ کے لئے اپنی زبان کو حرکت دینی پڑتی ہے، مشق کی ضرورت پڑتی ہے تو امتی رسول ﷺ کے لئے بدرجۂ اولیٰ ضرورت ہوگی معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا تلفظ بلا تمرین اور بلا مشق کے کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

شیخ کامل کا اجتہاد نا قابل قبول

ہم یہ عرض کر رہے تھے کہ جہاں لہجوں کے لئے محنت کی ضرورت پڑتی ہے وہاں بنیادی محنت تلفظ کی ہے کوئی غلطی ایسی نہ ہو جو ہم سے ہوتی رہے ہم اس کے عادی ہو جائیں ہماری تلاوت میں اس کی وجہ سے خامی اور کسر آجائے، آپ کو ایک بات سنا کر گفتگو ختم کرتا ہوں، مصر کا ایک زبردست ماہر فن سید عامر عثمان بہت بڑے قاری یعنی وہ مصر میں مرجع القراء ہیں شیخ محمد صدیق المنشاوی جیسے لوگ ان کی ماتحتی میں تھے اور وہ ادارہ اشاعت القراءت کے مسؤل عام تھے انہوں نے اپنی عمر کے ۵۰ سال تک نون ساکن اور تنوین کے بعد باء کے آنے پر آپ نے پڑھا ہوگا کہ نون ساکن اور تنوین میم سے بدل جایا کرتا ہے یعنی قلب مع الاخفاء، جس کو آپ اقلاب سے جانتے ہیں انہوں نے اسی اقلاب کے ساتھ میم کی آواز میں ہونٹوں کو بند کر کے ۵۰ سال تک

اپنے مخاطب کو پڑھایا ۵۰ سال کے بعد اتنے بڑے ماہر اور کامل شخص کا اجتہاد خطاء کرتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں، یہ نون جو میم سے بدل جاتا ہے تو اب اس کی اداء یہ ہوگی کہ ہونٹ بند نہیں ہوں گے بلکہ ہونٹوں میں تھوڑا کھلا پن ہوگا اس کو فرجہ قلیلہ کہتے ہیں پھر وہ اپنے ماتحتوں کو اس کا مکلّف کرتے ہیں چنانچہ شیخ عبدالباسط مرحوم نے اس بات کا انکشاف فرمایا کہ ہم نے جب مصر سے باہر تلاوت کی تو اپنے اساتذہ کے اداء کے مطابق اداء کیا لیکن شیخ سید عامر عثمان کے یہاں ہمیں جانا پڑتا تو ہمیں پابند کرتے کہ ہونٹ کھلا رہے گا، ایک شخص کا کسی چیز میں رسوخ ہوتا ہے تو بہت سے لوگ اس کی ماتحتی کو خواہی نہ خواہی قبول کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے اس اداء کو قبول بھی کیا، وہ اپنی آخری عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں بہت سے لوگوں نے ان سے پڑھا چنانچہ آج بھی آپ دیکھیں گے کہ مكة المكرمة اور مدينة المنورة کی بہت سی شخصیات میں یہ غلطی پائی جاتی ہے لیکن ہمیں جو بتلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص اداء کے باب میں غلطی کرتا ہے لیکن دنیا نے اس غلطی کو قبول نہیں کیا اس لئے کہ قرآن کی ادائیں منزل من اللہ ہیں وہ کسی کے اجتہاد کا نتیجہ نہیں ہوتیں چنانچہ مصر اور بیرون مصر میں لاکھوں روپیے کی لاگت پر سیمینار منعقد ہوئیں اور سیمینار میں لوگوں نے اس کو عنوان بنا کر بہت جاندار مقالے پیش کئے اور بہت مدلل انداز میں آپ کی اداء کی تردید فرمائی، چنانچہ لکھا ہے کہ آپ نے اپنی اخیری عمر میں اس اجتہاد سے رجوع کیا اور اس پر ابھی باقاعدہ رسالے مرتب ہوئے ہیں، قراء کے پاس اس قسم کے رسالے اور مضامین ہونے چاہیے، ہم جو آپ کو سنا رہے ہیں کتاب کی عبارت سنا رہے ہیں، نہ ہم نے ان سے ملاقات کی ہے اور نہ ان کے شاگردوں سے ہماری ملاقات ہوئی ہے۔

خوش آوازی امر زائد مستحسن

بچو! ہم آپ کو یہ سب اس لئے سنا رہے ہیں کہ اداء نمبر اول پر ہے، باقی ساری چیزیں ثانوی درجے میں ہیں، کیا آپ نے فوائد مکیہ میں نہیں پڑھا؟ کہ خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے، صرف زائد نہیں کہا (زائد علی التجوید) یعنی تجوید میں داخل نہیں ہے، اگر کسی شخص کے پاس خوش گلوئی نہیں ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ تجوید سے عاری ہے یا تجوید اس کے حصے میں نہیں آئی ہے، یا وہ تجوید کا مکلف نہیں ہے اس لئے کہا کہ امر زائد ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کہا کہ مستحسن ہے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے مستحسن ہونے کو جگہ جگہ فرمایا ہے، جن بچوں نے آج کے مسابقہ میں شرکت کی ہیں کچھ بچوں کی قراءت نے تو واقعۃً ہمیں متاثر کیا اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو خوب شرف قبول سے نوازیں اگر آپ اسی طرح لگے رہے تو انشاء اللہ ماہرین فن اس مجمع میں سے پیدا ہوں گے ایسا تو کہیں نہیں ہوتا ہے کہ ماہر آسمان سے برستے ہوں، انہیں چٹائیوں پر بیٹھنے والے لوگ جہد مسلسل سے کام لیتے ہیں اور زندگی کے کسی مرحلے میں اپنے آپ کو مطمئن نہیں پاتے ہیں ان کو ہمیشہ اپنے نقص کا خیال رہتا ہے جو اپنی کمیوں پر نگاہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی جہد مسلسل اور تیقظ کے سلسلے میں انہیں کسی نہ کسی روز مہارت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

فن شریف اب بھی غریب!

یہ فن اب بھی غریب ہے غریب بایں معنیٰ کہ اداروں میں اتنی بڑی تعداد ہے لیکن قاری ہونے کی حیثیت سے کتنے لوگ ہیں؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اداروں نے اس فن کو داخل نصاب کیا ہے، ایک بچے نے روایتِ قالون میں تلاوت کی بڑی

خوشی ہوئی کہ آپ کے یہاں ایک ایسی سنت زندہ ہوئی جو مدارس میں مردہ ہے، عوام اگر اس سے ناواقف ہیں تو ہم کس طرح سے اس کی توجیہ کر سکتے ہیں، لیکن یہ جامعات جن کو دار العلوم کہا جاتا ہے جہاں بہت سے علوم وفنون کی حفاظت ہوتی ہے، گویا علوم وفنون کے مراکز ہیں جہاں سے ان کی اشاعت ہوتی ہے، حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ نے ''فروع الایمان'' میں کیسا زبردست شکوہ کیا ہے لکھا ہے، کہ جو لوگ ایک روایت پڑھ کر بیٹھے رہتے ہیں دوسری روایت کی طرف اعتناء نہیں ہیں، گویا وہ سمجھتے ہیں صاحب شریعت کی طرف سے دوسری کوئی روایت آئی ہی نہیں ہے، مجھے خطرہ ہے کہ جو لوگ صرف ایک روایت پڑھ کر بیٹھے رہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ ان کے باب میں روزِ قیامت شکایت فرمائے ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ضرورت اس بات کی ہے کہ ساری روایتوں کی طرف اعتناء ہو، لیکن علم کی حیثیت سے دیگر روایات سے واقفیت ضروری ہے۔

علم رسم کے لئے قراءت سے واقفیت ضروری

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ علم رسم کو زندگی میں کبھی نہیں پڑھا سکتے، علم رسم کو پڑھنے کے لئے ان قراءات کو جاننا ضروری ہے مثلاً سلاسلاً وأغلالا کو تو آپ صرف منصوب پڑھتے ہیں منون نہیں پڑھتے سلاسلاً لیکن دیکھیں جیسے تنوین منصوبی الف کی صورت میں لکھی جارہی ہے اسی طرح سلاسلَ منصوب منون کے انداز میں الف کے ساتھ لکھا گیا ہے، کیا ضرورت ہے اس کو الف کے ساتھ لکھنے کی؟ روایتِ حفصؒ میں بھی منون نہیں ہے لہٰذا الف نہیں ہونا چاہیے، اسی طرح کلمہ ثمودا ہے اس میں دال کے بعد جو الف ہے نہ اس کو ہم پڑھتے ہیں اور نہ اس کو منون پڑھتے ہیں پھر

الف کیوں لکھا گیا؟ جب آپ رسم کی ایسی وجوہات کو سوچیں گے تو آپ کو ملے گا کہ دوسری روایتوں کی رعایت میں لکھا گیا ہے سلاسلَ دوسری روایتوں میں سلاسلاً وأغلالا پڑھا جاتا ہے اس روایت کی حفاظت کے لئے مصاحف میں اس کو اس طرح لکھا گیا اور اسی طرح سارے کلمہ 'ایھا' پورے قرآن کریم میں الف کے ساتھ ہے لیکن (تین ایُّہ) ایُّهُ المؤمنون، ایُّهُ الثقلان، ایُّهُ الساحر یہ تین ایھا ایسے ہیں جو بلا الف کے لکھے گئے ہیں اس کے ساتھ الف نہیں لکھا گیا ہے ان کے ماسوا جتنے بھی ایھا ہے الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں، تو ان تینوں کو الف کے ساتھ کیوں نہیں لکھا گیا؟ ہم تو روایتِ حفصؒ پڑھتے ہیں ہمارے یہاں الف کو حذف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور حذف کرنا تھا تو سارے ایھا سے حذف کیا جاتا، ان تین کو حذف کرنے کی وجہ ہی یہی ہے کہ ابن عامرؒ کی قراءت میں یہ بغیر الف کے پڑھے جاتے ہیں ظاہر بات ہے کہ اگر مصاحف میں یہ کلمہ 'ایھا' الف کے ساتھ لکھ دیا جاتا تو الف کا ماقبل ہمیشہ فتحہ ہوتا ہے لہٰذا ایُّہُ ضمہ والی قراءت ختم ہو جاتی اس لئے قرآن کریم میں ان تین کلمات سے الف کو حذف کر دیا ان قراءتوں کو جب تک آپ نہیں پڑھیں گے وہاں تک علم رسم سے واقفیت نہیں ہوگی، اخیر میں اللہ کی بارگاہ میں دعاء کرتے ہیں کہ وہ ذات مجھے اور آپ کو اس فن کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں اور اس کو ذریعۂ نجات بھی بنائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۹)

قراءت سبعہ کا افتتاح ایک عظیم سنت کا احیاء

جامعہ ابن عباسؓ سرخیز ❁ احمد آباد ❁

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم: أما بعد، فأعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم. فاذا قرأنه فاتبع قرآنه.
صدق اللّٰه مولانا العظیم.

قرآنی مجالس میں شرکت زندگی کا بہترین سرمایہ

قابل صد تکریم اربابِ علم ومعرفت، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! ہم اپنی قسمت پر جتنا ناز کریں کم ہے، کہ شب جمعہ کی بابرکت ساعت میں، جامعہ ابن عباسؓ کی روح پرور محفل میں، مہمانانِ رسول ﷺ سے بہت ہی پرکشش اور جاذب انداز میں قرآن کریم کو سن کر قربِ خداوندی کے درجات طے کرتے جارہے تھے، بڑی امیدوں کے ساتھ ہم طلبہ عزیز کو سنتے رہے اور اس کو اپنی قسمت خیال کیا میرے بزرگو! واقعۃً ایسی نیک اور بابرکت مجلس کی شرکت سوائے نعمتِ خداوندی یعنی اس کی توفیق ارزانی کے سوا کچھ نہیں ہے، ورنہ ہم اور آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں جو لوگ توفیق کی دولت سے محروم ہیں، رات جیسے جیسے بڑھتی ہے، تاریکی شدت اختیار کرتی ہے، اللہ کے بہت بندے ہیں، جو اس کی توفیق سے محروم ہوتے ہیں، ان کی روحیں تاریک سے تاریک تر ہوتی چلی جاتی ہیں، ایسے مواقع میں اللہ نے ہمیں اور آپ کو قرآن کریم کی ایسی بابرکت نسبت پر جمع کیا ہے، اور جمع ہونے کی توفیق سے نوازا ہے، اس سے زیادہ قسمت ہماری کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ کا شکر ادا کیجیے، اور اللہ سے پوری امید کے ساتھ ہم درخواست کریں گے، کہ اے رب! ہم ایسی مجالس کو اور اس طرح کے مشاغل اور مصروفیات کو اور اس طرح کی شرکت کو اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ خیال کرتے ہیں اے اللہ! تو ہمیں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے کبھی اس سے محروم نہ فرما۔

نزول قرآن کے وقت آپ ﷺ کا فکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی کا سامان

میرے بھائیو! جس آیت کریمہ کو اپنی اس مختصری گفتگو کا عنوان قرار دیا ہے، یہ وہ آیت کریمہ ہے، جس میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو قرآن کریم کے الفاظ، اس کا تلفظ اور کیفیت تلفظ کے حصول کا کیا طریقہ ہوتا ہے، اس کو ارشاد فرمایا، ہم جانتے ہیں کہ اس کے اوپر کی جو آیات ہیں، نزول قرآن کے وقت حضرت جبرئیلؑ چند آیات یا ایک آیت یا ایک سورت کو جب لے کر تشریف لاتے تو جناب نبی کریم ﷺ کو، الفاظ آیات اور الفاظ سورت کے تلفظ کا فکر دامن گیر ہوتا، آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ چپکے چپکے خاموشی کے ساتھ قرآن کریم کو تلاوت فرماتے، اس کی وجہ سے آپ کی زبان بابرکت حرکت میں ہوا کرتی تھی، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے اس فکر کو محسوس فرمایا، اور تسلی عنایت فرماتے ہوئے فرمایا تھا **لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه** کہ آپ کو یہ فکر ہے آپ قرآن کریم کی سورت یا چند الفاظ کے باب میں یہ فکر رکھتے ہیں کہ کہیں یہ غیر محفوظ نہ ہوجائے، اور حضرت جبرئیلؑ تشریف لے جائے، تو آپ اس بات میں مطمئن رہیے، آپ کے سینہ بابرکت میں الفاظ کو کندہ کردینا ہماری ذمہ داری ہے **ان علينا جمعه** لیکن اس کے ساتھ ساتھ آگے بھی ارشاد ہے **وقرانه** علامہ قسطلانیؒ نے "لطائف الاشارات" میں لکھا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے نزول قرآن کے وقت مخارج وصفات کی تعلیم حاصل کی ہے، اس زمانے میں مخارج وصفات کی اصطلاحات نہیں تھی، منشا یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ سے الفاظ قرآنی، کیفیت تلفظ کو آپ نے حاصل کیا، کون سا حرف کس طرح ادا کیا جاتا ہے؟ اس حرف میں کیا نفاست اور کیا نزاکت

ہوا کرتی ہے؟ حضرت جبرئیلؑ کے تلفظ میں کیا کمال ہوتا تھا؟ وہ ساری چیزیں آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے سیکھی ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کا عمل مبارک امت کے لئے قابل تقلید نمونہ

علامہ قسطلانیؒ نے ایک بات تحریر فرمائی کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ شاگرد ہیں لیکن فوراً اس کے جواب کے طور پر علامہ کرمانیؒ کے حوالے سے آپ تحریر فرماتے ہیں، کہ دراصل سرکار دو عالم ﷺ کی بابرکت ذات کو امت مسلمہ کے لئے نمونہ پیش کرنا تھا کہ جب حضور ﷺ جیسی بابرکت ذات کو بھی کسی کے کیفیت تلفظ پر کان دھرنا پڑتا ہے، اس کے باب میں فکر مند ہونا پڑتا ہے، تو امت کے ہر فرد کے لئے تو اس سے بھی زیادہ فکر کی ضرورت ہوا کرتی ہے، پھر آگے ان علینا جمعه وقرآنه کے بعد اصل جس آیت کریمہ کو ہمیں خاص کر کے آپ بھائیوں کی خدمت میں پیش کرنا ہے اور بتلانا ہیں وہ یہ کہ یہ فن کیسے حاصل ہوتا ہے اللہ رب العزت خود حضور ﷺ سے فرماتے ہیں فاذاقرأنه فاتبع قرآنه، فکر کی ضرورت نہیں ہے، زبان بابرکت کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے، آپ ۱۰۰ ر فیصد ہمہ تن گوش ہو جائیں، ۱۰۰ ر فیصد سامع بن جائیں، حضرت جبرئیلؑ الفاظ کو کیسے ادا فرما رہے ہیں، ۱۰۰ ر فیصد حاضر دماغی کے ساتھ اس کو سماعت فرمایئے، فاذاقرأنه فاتبع قرآنه ان کے الفاظ کو سنیں، ان کی کیفیت تلفظ کو سنیں، ایک شاگرد جب اس فن کو سیکھنے کے لئے کسی استاذ کے یہاں جاتا ہے، اس کا بھی یہی طریقہ ہونا ضروری ہے، کہ وہ استاذ محترم کے یہاں ۱۰۰ ر فیصد کان بن کر جائے گا۔

مدارس کا المیہ

ہمارے ان مدارس کا بہت بڑا المیہ فی زمانناً یہ ہے، کہ ہمارے بچے جب درس گاہوں میں جاتے ہیں تو ان کو جتنا شوق بن کر جانا چاہیے، اور جیسا ۱۰۰ ار فیصد کان بن کر جانا چاہیے کہ استاذ کی زبان سے کوئی بات نکلی ہی کیا ہے کہ دل و دماغ پر وہ کندہ ہو جانی چاہیے، فی زمانناً اس کی کمی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ماہرین فن کے کمالات جس سرعت کے ساتھ اپنے مخاطب میں منتقل ہونے چاہیے، اس کی رفتار سست پڑگئی ہے۔

دینی طلبہ امت کی ترقی وتنزلی کی بنیاد

میرے عزیزو! ہم نے آپ کو سنا ہمیں بڑی مسرت ہوئی، آپ میں بعض بھائیوں کی صلاحیت کو سمجھنے کا موقع ملا آپ نے خود بھی اپنے آپ کو سمجھا ہوگا، اور جب ہم نے قاری (عبدالستار صاحب) دامت برکاتہم سے سنا کہ آپ کے اس شعبے نے، ادارے نے، مشق نے الحمدللہ ثم الحمدللہ ترقی کی، میرے بھائیو! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری ترقی کی رفتار بڑھ جائے اور یہ کب ممکن ہوتا ہے؟ اس کے لئے دو باتوں کا خاص لحاظ کرنا ہوگا (ا) ایک تو آدمی کو اپنے نقائص اور خامیوں کو سمجھنا ہوگا، اسی وجہ سے ماہرین فن اپنے شاگردوں کو سنتے ہیں، تو ان کی جو باریک سے باریک تر غلطیاں ہوتی ہیں، اس کو نوٹ کرواتے ہیں، اور اس سے آگاہ فرماتے ہیں، اس لئے کہ جب تک نقائص دور نہیں ہوسکتے، ترقی ممکن نہیں ہوتی، اور جس نے اپنے آپ کو کامل خیال کر لیا، اس کی ترقی کا دروازہ بند ہو جایا کرتا ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ہم اپنے نقائص اور خامیوں کو اپنے اساتذۂ کرام سے سمجھیں (۲) دوسری جو بڑی اہم ضرورت ہے وہ یہ

ہے کہ ہم اپنے اوقات عزیز کی قدر جانیں، بہت قیمتی سرمایہ ہے، آپ قوم اور ملت کی ترقی، تنزلی کی بنیادیں ہیں، کسی قوم کو رفعت دلا سکتے ہیں، تو آپ دلا سکتے ہیں، ہم یہاں کے ارباب انتظام کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں، کہ ان بھائیوں نے ان کے عملے نے، حضرات اساتذۂ کرام نے، ان کے حوالے کیے گئے امت کے اس سرمایہ کی بہت اچھی تربیت کی کوشش کی ہے، بہت مبارک ہو، اس فکر مندی کے ساتھ اگر کام ہوتا رہا تو پھر کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ کوئی فن یا کوئی علم ترقی نہ کرے، اور کامیابی ہم سے دور بھاگے، یہ ممکن نہیں ہوسکتا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ جیسا کہ ہم عرض کر رہے تھے کہ محنت، لگن، اپنے اوقات عزیز کی پوری قدر دانی اور ایک دھن جب تک ہم پر سوار نہ ہو جائے گی، ہم کبھی کسی فن میں ترقی نہیں کر سکتے آپ تاریخ دیکھیں کہ محنت ولگن نے لوگوں کی زندگی میں کیسا انقلاب پیدا کر دیا۔

ایک زمانہ کا غلام وقت کا امام

ائمۂ سبعہ میں کے ایک امام نافع ہیں وہ حضرت جعونہ بن شعوب لیثی کے آزاد کردہ غلام ہیں، نوکر ہیں، ملازم ہیں جو کسی کے یہاں غلامی کر کے دو روپے حاصل کرتا ہو، ایسا جوان لیکن جب ان کو غلامی سے اللہ کے باتوفیق بندے نے آزاد کرا دیا، وہ استاذ محترم کے یہاں چلے گئے، کیسی محنت، کیسی لگن، کیسی دھن سے یہ فن حاصل کیا، استاذ محترم کے در کی غلامی کا ثمرہ یہ ملا، کہ ایک زمانے کا غلام جس کے باب میں کبھی کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا، کہ یہ بیچارہ غلامی کی زندگی اور ملازمی کے اس بھنور سے کب باہر نکلے گا، لیکن آج ان کی وفات کو ۱۴۰۰/۱۴۵۰ سال گزر گئے لیکن دنیا قراءت کے باب میں آج بھی اور تا قیامت انہیں انشاء اللہ درجۂ امامت پر فائز خیال کرے گی، جو آدمی اپنے

اوقات عزیز کی قدر جانتا ہے، محنت اور لگن کو اپنے لئے لازم خیال کرتا ہے، تو رحمت خداوندی کبھی نہ کبھی متوجہ ہوتی ہے اور وہ لوگوں کی قسمت کو بدل دیا کرتی ہے۔

ایک غلام کے پرسوز انداز میں تلاوت پر آپ ﷺ کا فخر

حضرت سالمؓ کے باب میں لکھا ہے کہ وہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ کے غلام تھے، لیکن حال کیا تھا؟ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کو خدمت نبوی ﷺ میں پہنچنے میں تھوڑی دیر ہوئی، سرکار علیہ السلام نے پوچھا عائشہ! آج بہت دیر ہوگئی فرمایا یارسول ﷺ! مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر آپ کا ایک پروانہ قرآن کریم کو ایسے پرگداز اور پرانداز میں تلاوت کررہا تھا کہ میرے لئے اس سے آگے قدم بڑھانا مشکل ہوگیا، سرکار ﷺ نے جب سنا تو حضرت عائشہؓ کے ساتھ خود تشریف لے گئے، چپکے سے سنا، اور پھر کیا فرمایا؟ جو ہم آپ کو سنانا چاہتے ہیں کہ ایک غلام کے باب میں حضور ﷺ یہ فرمارہے ہیں الحمد لله الذي جعل في أمتي مثل هذا ہم اللہ کا شکرادا کرتے ہیں کون کہتا ہے؟ سرکار فرمارہے ہیں، ہم اللہ رب العزت کا شکرادا کرتے ہیں کہ اس ذات نے میری امت میں اتنے بہترین اور شاندار انداز میں قرآن کریم پڑھنے والے لوگوں کو پیدا فرمایا، حضور ﷺ جس پر فخر فرمائے، یہ کون ہے؟ ایک آزاد کردہ غلام ہے، دیکھیں غلام کی قسمت کیسے بدلی۔

ایک غلام کی قراءت عالمگیر مقبولیت کی حامل

امام عاصمؒ کون ہے؟ بہت سے ائمہ قراءت ہیں پانچ پانچ ہزار طرق اور پانچ پانچ ہزار رجال کے نام سے قراءتیں پڑھی جاتی ہیں، لیکن امام عاصمؒ یہ دنیا کا واحد فرد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قراءت کو ایسی ترقی اور قبولیت نصیب فرمائی، کہ آج دنیا میں

انسانیت کا اکثر طبقہ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۹۵ رفیصد طبقہ وہ ہے، جو قراءت میں آج بھی ان کو امام تسلیم کرتا ہے، اور ان کی ہی قراءت کو پڑھ رہا ہے، یہ کون ہے؟ بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام ہے۔

رحمت خداوندی ضرور متوجہ ہوتی ہے

میرے بھائیو! ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہیں کہ ایک غلام کی قسمت کس طرح بدلتی ہے، ۱۴۰۰/۱۲۵۰ر برس کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد ان کا نام لینے سے، دنیا کی عظمت کی نگاہیں جھک جاتی ہیں، ورنہ یہ عرصہ اتنا طویل عرصہ کہلاتا ہے کہ کروڑ ہاں کروڑ روپیوں کی لاگت سے بنائے گئے بڑے مضبوط ترین قلعے کھنڈرات میں بدل جایا کرتے ہیں، قصور ومحلات ۵۰۰/۷۰۰ر ۹۰۰ر سال کے بعد نیست ونابود ہو جایا کرتے ہیں لیکن یہ وہ اللہ کے بندے ہیں جنہوں نے اپنے اساتذہ کرام کے در کو ایسا لازم پکڑا، ان کی غلامی کو اپنے لئے شرف خیال کیا، کہ صدیاں گزر جائیں، اور تا قیامت لوگ ان کی امامت کو ایسے ہی تسلیم کئے جا رہے ہو، ان کی امامت میں کوئی فرق نہیں آرہا ہے، کیا چیزیں ہیں جس کو ہم سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، جب آدمی اپنے اوپر محنت کو لازم کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کبھی نہ کبھی متوجہ ہوتی ہیں، کبھی نہ کبھی اسے ترس آتا ہے اور وہ کسی کی دنیا بدل دیا کرتا ہے، بہت مبارک ہو! بڑی محنت سے آپ نے اس پروگرام کو تیار کیا ہے، آپ بچوں کی تلاوت کو سنا، بالخصوص مختلف روایات میں جن بچوں نے تلاوت کیں، کتنے چھوٹے چھوٹے بچے تھے انہیں ان قراءتوں سے کیا نسبت، یہ ان کی سطح سے بہت اوپر کی چیز ہے، لیکن ان کے اساتذہ کرام نے کتنی محنت کر کے ان کے دل ودماغ پر ان قراءتوں کو کیسا کندہ کرایا

ہوگا، پھر ایک بار دلی مبارک باد ہم یہاں کے ارباب انتظام کو اس لئے بھی پیش کریں گے کہ یہاں آج ایک سنت کا احیاء ہوا۔

درس نظامی کی تشکیل میں ذراسی چوک کا نتیجہ

ایک ایسی سنت ہم درس گاہ میں بھی کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے سالہا سال سے جامعات اور دارالعلوم جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ علوم اسلامیہ کی حفاظت گاہیں ہیں، یہاں سے اس کی اشاعت ہوتی ہے، یہاں سے اربابِ تحقیق پیدا ہوتے ہیں، لیکن ذراسی چوک کے نتیجہ میں اتنی بڑی تعداد کے مدارس سے ماہرین تفسیر نکل رہے ہیں، فقہاء یہاں سے فارغ ہوکر قوم میں تشریف لے گئے، علم نحو کے ماہرین اور اربابِ بصیرت یہاں سے پیدا ہوکر نکل رہے ہیں، سارے علوم کی خدمات ان مدارس سے ہوئیں قراءت جیسا شریف ترین فن، بنیادی فن اب اس کا احیاء ہو رہا ہے، افسوس ہوتا ہے، اور وجہ کیا ہوئی؟ وجہ یہ ہوئی کہ ارباب مدارس نے جس نصاب کو اپنا نُطۂ خیال کیا وہ درس نظامی ہے، درس نظامی اپنے میں بڑی خوبیاں رکھتا ہے، یوں سمجھیں کہ اس کے گلدستے میں قسما قسمی پھول ہیں، سب کچھ ہے لیکن اس کا گلدستہ قراءت کے پھول سے خالی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے ارباب مدارس نے، اسی درس نظامی پر اکتفاء کیا، اسی پر تکیہ کیا، درس نظامی میں سارے علوم کی کتابوں نے جگہ پائیں، لیکن اگر کوئی غریب فن جگہ نہیں پاسکا تو وہ قراءت کا فن تھا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ان مدارس سے سینکڑوں نہیں، ہزاروں لاکھوں لوگ باکمال ہوکر نکلے، لیکن قراءت سے وہ کورے تھے، ہم یہاں کے ارباب انتظام کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، کہ انہوں نے درس نظامی کی اس کمی کو محسوس فرمایا اور اس فن کی طرف توجہ فرمائیں، ایسے اساتذہ مہیا کیے،

طلبہ نے برغبت و رضا آج الحمد للہ سبعہ شروع کیا، ہم سب کو دعاء کرنی چاہیے کہ ہمارے یہ بچے آج سبعہ شروع کر رہے ہیں بہت جلد وہ دن دیکھیں کہ وہ اس کی تکمیل فرمائیں، مبارک ہو، اللہ سے ہم دعاء کرتے ہیں، اللہ نظر بد سے ہماری حفاظت فرمائیں، ہمیں اپنی کوتاہیوں اور خامیوں پر نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور یہ وہ سرمایہ ہے، جس کے ساتھ ہم دنیا سے جانا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی نسبتیں اور وابستگی نصیب فرمائیں، اور ہمارے اس سرمایہ کی اللہ رب العزت حفاظت فرمائیں، میں پھر ایک مرتبہ جتنے مساہمین نے آج اس مسابقہ میں شرکت کی ہیں بالخصوص ان میں سے جو فائز المرام ہوئے ہیں، جو امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے ہیں، ان کو بھی دلی مبارک باد پیش کر کے اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۱۰)

اساتذہ اور طلبہ کا تعلق کیسا ہو

جامعہ نورالعلوم گھٹامن ﴿پالن پور﴾

تفصیلی فہرست

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علي سيد الأنبياء والمرسلين وعلىٰ اله وأصحابه أجمعين: أمابعد، فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم. فاذاقرأنه فاتبع قرانه. صدق الله مولانا العظيم.

مدارس کی مثال چمن اور گلستاں کی طرح

گرامی قدر اربابِ علم وفضل، اصحابِ معرفت ،حضرات قراء کرام، اور سرکار دوعالم ﷺ کے بہت ہی معزز مہمانو! ،ہم اللہ رب العزت کے شکر گزار ہیں، اس وقت ہماری مثال ایسی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری بھی اور ہمارے ان اساتذہ کرام کی بھی یہی مثال ہے، کہ کسی باغ کا مالک ہو، کسی گلستاں اور چمن کا مالک ہو، بڑی امیدوں کے ساتھ بڑی محنت اور ریاضت کے ساتھ، ایک مدت سے وہ اپنے باغ میں عمدہ قسم کے پھولوں کے پودے لگایا کرے اور اس امید میں ہو کہ اب وہ دن قریب ہے، کہ ہماری یہ محنت بارآور ہونے والی ہے، اور یہ پودے ایک درخت کی شکل اختیار کر کے پھل آور ہونے والے ہیں، اور اسی امید کے ساتھ وہ شب وروز گزارتا چلا جارہا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھائے کہ وہ جو کل چھوٹے سے پودے تھے ،یا جس بیج کو اس باغ کے مالک نے بویا تھا، وہ اپنی نظروں سے دیکھ رہا ہے کہ پودوں پر پھولوں کی کلیاں آنے لگی ہیں، بالکل ہماری اور ہمارے ان اساتذہ کرام کی اس وقت مثال یہی ہے، کہ بڑی امیدوں کے ساتھ یہ اساتذہ کرام ایک محنت شروع کرتے ہیں، اور بڑی دل سوزی کے ساتھ ان مہمانانِ رسول ﷺ کی تربیت میں رہتے ہیں، مجھے یاد ہے کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارے جوانوں نے کسی جگہ کام شروع کیا، اور بڑے

اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے ساتھ شب وروز گزارتے رہے اس امید کے ساتھ کہ کہیں ایک سال، دوسال، تین سال میں تو انشاء اللہ یہ پودا پھل آور ہوگا، لیکن کبھی جب ان پر کچھ مایوسی کا عالم طاری ہوتا یا مایوسی کی شکلیں وہ دیکھتیں، تو وہ مجھے فون کرتے، کہ بہت محنت کر رہے ہیں معلوم نہیں، کیا بات ہے، کام نہیں ہو رہا ہے، ہم ان کو تسلی دلاتے ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ بھائی ہمارا کام محنت کرنا ہے، کامیابی اللہ رب العزت کے قبضہ میں ہے، انشاء اللہ تم انشاء اللہ تمہارا کیا ہوا اس ذات کے وہاں کبھی ضائع ہونے والا نہیں ہے، تم کو تو اپنی محنت کا صلہ مل ہی رہا ہے، اور ملنے ہی والا ہے، تم کرتے رہو، آج نہیں انشاء اللہ کل پھل دیکھوں گے۔

طلبہ مدارس کا سرمایہ

بچو! آپ نے مشق کو سمجھنا شروع کیا ہے، اور مجھے سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ (ایک طرف تو) اس وقت دنیا کا دھارا یہ ہے کہ لوگ تلفظ اور اداء سے کہیں پہلے لہجوں میں گم ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے صحیح پھل ان کے ہاتھ نہیں آتے مگر وہ شیریں ادائیں، وہ صاف ستھری ادائیں، جن کی صفائی میں ہزاروں نفوس قدسیہ نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، اور ان اداؤں کو جب کبھی کوئی خطرہ لاحق ہوا، جب اس میں کبھی کوئی کچرا اور فضلہ داخل ہوا، تو ان نفوسِ قدسیہ کی نیند حرام ہوگئی، اور انہوں نے کبھی اس کو گوارا نہیں کیا، کہ سرکار دو عالم ﷺ کے لسان بابرکت سے جو شیریں، صاف ستھری اور باکمال نفیس اور فصیح اداء نکلیں اس میں کہیں کوئی کچرا داخل ہو جائے؟ انہوں نے کبھی اس کو گوارا نہیں کیا (چنانچہ) ہم آپ کو ایک بار نہیں صد بار مبارک باد پیش کرتے ہیں چونکہ آپ ہمارا سرمایہ ہیں، آپ ارباب مدارس کی کمائی ہیں، قوم کو آپ کا انتظار ہے، فرد مستقبل آپ سے عبارت کرتے ہے، اگر آپ نے فن صحیح معنی

میں حاصل کیا ہے، تو یہ اساتذہ کرام اور وہ اسلاف جو قبروں میں جا چکے ہیں، ان کی ارواح خوش ہونگی کہ آپ نے علوم اسلامیہ کا جھنڈا لہرایا، اور انشاء اللہ یہ علوم آپ کے بل بوتے پر زندہ رہیں گے، اور یہ امانتیں ہمارے اسلاف، ہمارے حوالے کر کے گئے ہیں، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اللہ نے ہمیں یہ توفیق بخشی، کہ ہم ان امانتوں کے ساتھ امانت داری کا معاملہ کر رہے ہیں، جب کبھی ہم سے اس امانت داری میں ذرا سی کوتاہی ہو، ہم بے چین ہو جائیں، ہم اپنے بڑوں سے مشورہ کریں، ہم نے جو راہ اپنائی ہے، اس کا جائزہ لیں کہ اس میں کہیں ایسا کوئی نقص یا کمی یا کوئی گڑ بڑی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں تھوڑی ناکامی دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اس طرح کی ترقیات سے نوازتے رہیں، اور ہم، آپ کو جن شکلوں میں دیکھنا چاہتے ہیں، آپ کے ساتھ ہماری جو امیدیں ہیں، اللہ اس کو بہت جلدی برلائے۔

خوش الحانی ایک معجزہ

بچو! آپ اپنی قیمت کو جانیں، ماحول آپ کو بہت اچھا ملا ہے، درس گاہ بہت چھوٹی معلوم ہو رہی ہے، لیکن اس معمولی اور چھوٹی سی درس گاہ میں آپ کو اس دولت سے نوازا جا رہا ہے، جو بڑی بڑی درس گاہوں میں بھی بچوں کو نہیں ملتا، وہ دولت آپ کو یہاں دی جا رہی ہے، اس کی قدر پہچانیں، اپنے اساتذہ کے در کی غلامی کو اپنے لئے شرف خیال کیجیے، ان پر اعتماد کیجیے، ان کا ساتھ نبھائیں، کوئی مقصد نہیں ہے ان کا، یہ بہت بہتر اور منظم انداز میں آپ کو بہتر سے بہتر بنانا چاہتے ہیں، کون ہے دنیا میں ایسا؟ اس وقت مال و دولت کی دنیا ہے، دنیا کا ہر شخص مال کے لئے پاگل بنا ہوا ہے، لیکن ایسے موقع پر کچھ مخلص بندے اللہ رب العزت نے آپ کے حصے میں کر رکھے

ہیں، ان کی قدر پہچانیں، ان کی درس گاہ سے آپ کو جو نعمت مل رہی ہے، اس کو سمجھنے کی کوشش کیجیے، ایک سانپ کو آپ جانتے ہیں کہ سانپ جب قابو میں نہیں آتا تو کیا کیا جاتا ہے؟ دُھن بجایا جاتا ہے اور بہت اچھی آواز دُھن سے جب نکلتی ہے تو سانپ ایسا بے خود ہو جاتا ہے، کہ سپیرا اس پر قابو پا لیتا ہے، حضرت داؤدؑ زبور کی تلاوت ۷۰ لہجوں میں فرماتے "ولقد اٰتینا داؤد منا فضلا" کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ ۷۰ لہجوں میں آپ زبور کی تلاوت فرماتے، اور قدرت نے آپ کو معجزہ کے طور پر آواز کی دولت سے نوازا تھا، کیا آواز تھی، کہ شجر، حجر سب بے خود ہو جاتے، پرندہ پر مارنا چھوڑ دیتا تھا، ہم آپ کو یہ سمجھانے جا رہے ہیں اللہ گواہ ہے جب ہم کسی بہت اچھے حسن الصوت قاری کو سنتے ہیں، تو طبیعت میں یہ جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے، کہ اگر اس صاحب فن کے در کی غلامی اس کے در کے جھاڑو کے بدلے بھی مل جاتی ہے، تو ہمارے لئے شرف ہے، اور ہم اللہ رب العزت سے دعاء کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں تو آپ نے بہت اچھے قراء کو سننے کا موقع عنایت فرمایا، کیسی کیسی آوازیں تیرے کلام کو سنتے ہیں، دل بھر آتا ہے، کیف بن جاتا ہے کسی چیز کی رغبت نہیں رہتی، کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہم کھانا کھانے بیٹھتے ہیں، تو کسی اچھے قاری کا کیسٹ لگاتے ہیں، بچو! ہم آپ کو صحیح بتلا رہے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہتا، کہ ہم نے کیا کھانا کھایا۔

خدا کرے یہ دولت قبر میں بھی میسر ہو

بچو! آپ کھانے کے بعد مجھ سے پوچھیں کیا کھایا؟ مجھے کچھ نہیں معلوم، دنیا کو کانوں میں جو تسکین ملتی ہو، ملتی رہے، یہ ان کا مزاج ہے، الحمد للہ ایک حسن الصوت قاری سے اللہ کے کلام کو سننے کے بعد کانوں کو کسی چیز کے سننے کی رغبت نہیں رہتی،

کانوں کی تسلی قلب کی تسکین ہے، ہم تو اللہ رب العزت سے بار بار دعاء کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! دنیا میں تو نے اتنا اچھا کلام سننے کا انتظام فرمایا ہے، آپ کی ذات عالی سے امید ہے، تھوڑا کرم فرمادیجیے، اور اس کا بھی انتظام کردیجیے، کہ جب ہم قبر میں چلے جائیں تو وہاں بھی یہ حسن الصوت قاری کا کیسٹ لگا ہوا ہو، کیا نعمت ہے جو آپ کے حصے میں آرہی ہے، ایک اللہ کا بندہ بارگاہ خداوندی میں پہونچتا ہے اور ایک بھیکاری بن کے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلاتا ہے، بار بار اللہ سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! سن لیجیے، ہم تو آپ کے در کے بھیکاری ہیں محتاج ہیں، تیری ذراسی توجہ سے ہمارا کام بن جائے گا، وہ کتنی عاجزی کرتا ہے اللہ کی بارگاہ میں، اور جب اس کو دعاء میں مہینے دو مہینے میں ایک مرتبہ کیف اور لطف محسوس ہوتا ہے، تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے، کہ یہ وہ دولت ہے جس کے لئے دو مہینے سے تڑپ رہا تھا۔

خوش آوازی رحمت خداوندی کے لئے ایک مقناطیس

بچو! آواز کی دولت وہ دولت ہے کہ ابھی ایک قاری نے عمدہ آواز میں پڑھنا شروع نہیں کیا، کہ اللہ رب العزت کا کان آپ کی آواز کی طرف کشاں کشاں آجاتا ہے، وہ ذات ہمیں اتنا دھیان سے سنتی ہے، وہ قاری کو گلے لگا لیتی ہے، روایت میں ہے اللّٰہ أشد أذنا للرجل حسن الصوت بالقرآن من صاحب القینة الی قینتہ کہ ایک مغنیہ کا مالک اپنی مغنیہ کو سننے کا کیا شوق رکھتا ہے، حالانکہ وہ تو تنخواہ دیتا ہے لیکن وہ اپنے مغنیہ کے باب میں وہ شوق نہیں رکھتا ہے، جتنا کہ اللہ رب العزت ایک حسن الصوت قاری سے اپنے کلام کے سننے کا شوق رکھتے ہیں، قاری نے تو ابھی پڑھنا شروع نہیں کیا، کہ وہ توجہات ربانی کا مرکز بن جاتا ہے، اس کو یہ کہنے کی

ضرورت نہیں، کہ اے ذات! تیری توجہ کی ضرورت ہے، اس کو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ صرف اخلاص کے ساتھ، محض اللہ کی رضاء کے لئے اس کے کلام کو کسی تنہائی میں، گوشے میں بیٹھ کر عمدہ آواز میں صرف پڑھنا شروع کردے، اس وجہ سے ہم بہت سے قراء کو مشورہ دیتے ہیں، کہ اللہ رب العزت نے جن لوگوں کو حُسنِ صوت کی دولت سے نوازا ہے، انہیں چاہیے کہ وہ رات کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ کے کلام کی تلاوت کریں اور تلاوت کے ختم کرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو مانگ لیا کریں، ابھی آپ بچے ہیں، آپ کو ابھی اس کی قدر نہیں ہوگی، آپ نے ابھی ہمارے قاری (عبدالعزیز) صاحب کو جتنا شوق سے سنا ہے، اور ان کی قراءت سے ہم جو لطف اندوز ہورہے تھے، وہ کیا ہے؟ یہ بھی تو کل آپ کی طرح ایک درس گاہ کے طالب علم تھے، انہوں نے بھی آپ کی طرح چٹائیوں پر بیٹھ کر مشق کیا ہے، انہوں نے اپنے اساتذہ پر اعتماد کیا ہے، ہم آپ بھائیوں کو یہی پیغام دینے یہاں پر حاضر ہوئے ہیں، کہ اپنے اساتذہ پر اعتماد کرو، ان کا ساتھ نبھاؤ، ان کے لئے آپ کچھ نہیں کرسکتے ہیں، تو کم از کم نماز کے بعد دو منٹ دعاء کیجیے، دیکھیں پھر ان کا علمی فیضان کیا ہوتا ہے، ہم اللہ سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ ذات اسی طرح ہمیں اور آپ کو مصروف رکھیں، نیک نیتی کے ساتھ، پورے جذبہ کے ساتھ اور مطلوبہ انہماک کے ساتھ ان درس گاہوں میں ہمیں اور آپ کو بیٹھنا نصیب فرمائیں۔ (آمین)

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۱۱)

قرآن کریم کا نزول سات حرفوں میں

جامعۃ العلوم گڈھا ﴿سابر کانٹھا﴾

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم أمابعد: روى عن النبي ﷺ أنزل القرآن علىٰ سبعة أحرف فاقرء وا ماتيسر منه كلها شاف وكاف.

قراءات متواترہ اور تحسین قراءت

اساطین علم وفضل، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! اور بالخصوص میرے عزیزو، جنہوں نے آج ایک عظیم سنت ادا کیں جس کے لئے قرن اول سے لے کر اب تک نہ معلوم کتنے نفوسِ قدسیہ نے اپنی قربانیاں پیش کی ہیں، میں آپ عزیزوں اور ادارے کے نیک عملے کی خدمت میں، نیز ارباب انتظام کی خدمت میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آپ بھائیوں سے جو چند باتیں مجھے عرض کرنی ہے ایک بات تو ان قراءت متواترہ مختلفہ سے متعلق ہوگی، نیز میری گفتگو کا دوسرا جز تحسین قراءت ہے چونکہ ابھی ہم اور آپ جس مجلس میں شریک ہیں ہم نے محسوس کیا کہ اگر ہم اس مجلس کا جائزہ لیں اور مجلس کے مقاصد پر نظر کریں، تو مجلس کے دو اہم عنصر نظر آتے ہیں، کچھ عزیزوں نے قرآن کریم کو ترتیلاً تلاوت کیا ہے تو کچھ نے تدویراً، ان بھائیوں نے قراءت سبعہ کا الحمدللہ ثم الحمدللہ آج افتتاح کیا ہے، اللہ تعالیٰ بآسانی تکمیل تک پہنچائے اور غیب سے آپ کی مدد فرمائے جس نیک توفیق سے آپ نے شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ اس نیک توفیق سے اخیر تک آپ کو نوازے رکھے۔

قرآن مجید کا دوسرا جمع اور اس کا سبب

میرے بھائیو! ہماری مجلس کا اہم موضوع اور اہم عنصر قراءت مختلفہ ہے، قرآن کریم آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھا گیا، لیکن منتشر انداز میں تھا، پھر دور صدیقی

میں یکجا کرلیا گیا پھر حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ایک ضرورت پیش آنے پر پھر قرآن کریم کا دوسرا جمع وجود میں آیا، دوسری مرتبہ اس کو جمع کیا گیا، آپ نے اپنے اساتذہ کرام سے سنا ہوگا کہ دونوں وقت کے جمع کے جو اسباب تھے، اس کی جو ضروریات تھیں، جس وجہ سے قرآن کریم کو جمع کرنا پڑا یہ ضروریات مختلف انداز کی تھیں، پہلے جمع کی ضرورت تو یہ تھی کہ قرآن کریم کسی طرح سے محفوظ ہو جائے، کیونکہ اب تک قرآن کریم منتشر طور پر لکھا ہوا تھا ایک جگہ مکمل قرآن لکھ کر جمع نہیں کیا گیا تھا بلکہ کسی کے پاس کچھ حصہ کسی کے پاس کچھ ادھر مختلف جنگیں ہو رہی ہیں، معرکے ہو رہے ہیں، لوگ جہاد میں جا رہے ہیں، اور بہت بڑی تعداد میں حفاظ کرام شہید ہو رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ غیر محفوظ ہو جائے، چنانچہ اس خطرہ کی وجہ سے قرآن کریم کو پہلی مرتبہ جمع کیا گیا، لیکن دوسری مرتبہ جمع کرنے کا کبھی یہ مقصد نہیں رہا، بلکہ دوسری مرتبہ جمع کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ جنگ آرمینیہ اور آذر بائیجان کے موقع پر شام اور عراق کے جو فوجی اور مجاہدین اسلام جہاد کے لئے جمع تھے، جب وہ تلاوت کے لئے باہم بیٹھتے، ایک دوسرے کی تلاوت کو سنتے، ان کی تلاوت میں باہم فرق ہوتا، ایک ہی کلمہ کو کوئی طرح وہ تلاوت کرتے، ابھی آپ نے اھدنا الصراط میں صاد بھی سنا، سین بھی سنی، اور اشمام بھی سنا، انہوں نے جب باہم اس طرح الگ الگ قراءتوں کو سنا تو ایک دوسرے کے منکر ہو گئے، چونکہ انہوں نے ایک ہی انداز میں قرآن کریم کو سیکھا تھا، جب نئے انداز سے قرآن کریم کو سنا، تو ان کے درمیان اختلاف ہوا اور اختلاف کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ جب جنگ سے لوٹے تو سیدھے حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں پہنچے، آپ کی خدمت میں پہنچ کر خطرہ کا جس درد بھرے انداز میں اظہار

فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں امت مسلمہ قرآن کریم کے باب میں ایسا اختلاف کرنے لگے جیسا کہ یہود ونصاریٰ اپنی کتاب کے باب میں کرتے رہے، بہرحال قراءت کے باہمی اور آپسی اختلاف کی وجہ سے مشورے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں قرآن کریم کو جمع کیا گیا۔

جمع ثانی کا مقصد قراءت کے باہمی اختلاف کو ختم کرنا

میرے بھائیو! یہ قرآن کریم صرف اور صرف اس لئے جمع کیا جارہا تھا یا دوسری مرتبہ لکھا جارہا تھا کہ امت کا باہمی اختلاف ختم ہو جائے، امت میں یہ جو اختلاف اور انتشار ہے قراءت سے متعلق، یہ ختم ہو جائے، چنانچہ اتنے بڑے کارنامے کے لئے ایک ٹیم تشکیل دی گئی، ایک بوڈی بنائی گئی اور اس بوڈی کے امیر حضرت زید بن ثابتؓ کو مقرر کیا گیا، انہوں نے قرآن کریم کے علی اختلاف الاقوال پانچ یا آٹھ مصاحف تیار کئے اور حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں ان کو پیش کیا، میرے عزیزو! ایک بہت اہم نکتہ جو اس وقت مجھے آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جمع کی تاریخ کو جن مصنفین اور مؤلفین نے اپنا موضوع قرار دیا ہیں ان سب ہی نے بیک قلم یہ بات لکھی ہیں کہ مصاحف عثمانیہ جتنے بھی ہیں، حکومتی سطح سے جتنے بھی نسخے تیار کئے گئے تھے ان سارے نسخوں میں باہم اختلاف تھا کسی مصحف میں مِنۡهَا مُنۡقَلَبًا تو کسی مصحف میں مِنۡهُمَا مُنۡقَلَبًا لکھا گیا، ایک نسخے میں ہے وَأَوۡصَىٰ بِهَا اور ایک نسخے میں ہے وَوَصَّىٰ بِهَا چنانچہ علم رسم پر دنیا میں سب سے پہلی کتاب جو لکھی گئی تھی اس کتاب کا عنوان ہی تھا مصاحف عثمانیہ کا باہم اختلاف، اور اس کے مصنف کون ہے؟ آج آپ جن ائمۂ سبعہ کی قراءت پڑھنے جارہے ہیں، ان میں کے چوتھے امام

عبداللہ بن عامر شامیؒ ہے انہوں نے شام اور عراق کے مصحف کے درمیان کہاں کہاں فرق ہے؟ وہ کتنے مواقع ہیں؟ ان سارے مواقع کو اپنی کتاب میں یکجا کیا ہے، اس کے بعد علم رسم پر ایک اور اہم کتاب امام کسائیؒ کی ہے، جو ائمہ سبعہ میں کے ساتویں اور کوفہ کے بہت بڑے امام فی القراءت وامام فی النحو ہیں، انہوں نے شام، عراق اور حجاز کے مصاحف میں کتنے مواقع میں اختلاف ہے، اس کو یکجا کیا، بہر حال اگر آپ علم رسم پر لکھی گئیں کتابوں کے نام دیکھیں تو ان کے عناوین سے محسوس ہوگا کہ اللہ کے بہت سے بندے ہیں، جنہوں نے صرف اور صرف اسی کو اپنا موضوع قرار دیا، مجھے آپ بھائیوں سے جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ اس جمع کا اصل مقصد ان قراءات کے بارے میں لوگوں میں جو باہم اختلاف تھا اس کو ختم کرنا تھا، اس کے باوجود مصاحف کے درمیان ایسا اختلاف کیسے رہا؟ لوگوں میں قراءات کے باب میں جو باہمی اختلاف تھا اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے جو مصاحف تیار کئے گئے ان ہی میں باہم اختلاف کیوں؟ جو لوگ علم رسم کو پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں، ہمارے یہاں داخل نصاب جو کتابیں ہیں، ان میں ایک تو ''معرفۃ الرسوم'' ہے ظاہر بات ہے کہ ''معرفۃ الرسوم'' کا موضوع صرف اصول رسم کو بقدر ضرورت بہت مختصر انداز میں بیان کرنا ہے، دیکھے جو حضرات رائیہ پڑھتے ہیں، عرب ممالک میں ''موردالظمان'' پڑھائی جاتی ہے، اس کی ایک شرح ہمارے کتب خانہ میں بھی ہوگی، ''دلیل الحیران'' جو لوگ ان کتابوں کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ اس سے بخوبی واقف ہیں کہ ارباب رسم کا موضوع ہی یہی ہے، وہ ان مصاحف سے مروی روایات کو اپنی ان کتابوں میں بیان کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جب مقصد صرف اور صرف امت کے مابین قرآن کریم کی تلاوت کے باب میں پائے جانے والے

اختلاف کو ختم کرنا تھا، تو اب مصاحف میں ایسے اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ وہ قراءات منزل من اللہ تھیں اور دوسرے جمع میں جن کو باقی رکھا گیا جو نہ تو منسوخ ہوئیں اور نہ تو ان قراءتوں کے قبیل سے تھیں، جن کی اجازت وقتی طور پر تھی، بلکہ اس کو تو باقی رکھا جانا مقاصد میں داخل تھا، صحابہ کرامؓ ان قراءتوں میں نماز پڑھتے پڑھاتے رہے، ان قراءتوں کو تو کوئی بھی ختم کرسکتا نہیں، یہ بات مجھے اس لئے عرض کرنی پڑ رہی ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو قراءتوں سے نابلد ہیں یا اس طرح کی مجالس میں ان کو شرکت نصیب نہیں ہوتیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے صرف ایک قراءت کو باقی رکھا، باقی ساری کو ختم کردیا، یعنی روایت حفصؒ کو باقی رکھا۔

قرن اول سے قراءات متواترہ کی حفاظت کا اہتمام

میرے بچو! حیرت کی بات ہے، جبکہ امام مالکؒ لکھتے ہیں کہ امام نافع مدنیؒ کی قراءت سنت نبوی ﷺ ہے، امام نافع مدنیؒ نے مسجد نبوی ﷺ میں ۶۰/سال تک امامت فرمائی اور ۶۰/سال تک یہ قراءت پڑھی گئی، دمشق کی جامع مسجد "مسجد اُموی" جو دنیا کی عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے، اس میں پانچویں صدی ہجری تک ابن عامر شامیؒ کی قراءت پڑھی پڑھائی گئی، اس میں نمازیں ہوئیں پھر بصرہ کا ایک شخص گیا، اور اس نے امام ابوعمرو بصریؒ کی قراءت کی اشاعت کی، میرے عزیزو! یہ تو وہ قراءتیں ہیں، جن کو باقی رکھنے کا، ان کی حفاظت کا قرن اول سے بڑا زبردست اہتمام ہوا ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ جن نفوس قدسیہ نے اپنے اوقات عزیز کو فارغ کرکے قرآن کریم میں لگنے کو اپنے لئے سعادت خیال کیا تھا یہ سعادت الحمدللہ ثم الحمدللہ آپ کے حصے میں آرہی ہے، آپ اپنی قسمت پر اللہ تعالیٰ کی توفیق ارزانی پہ جتنا ناز کریں، جتنا فخر

کریں کم ہے، شکریہ کے ساتھ اس میں لگے رہیے۔

حضرت ابوالدرداءؓ کے تلامذہ اوران کا اہتمام

میرے عزیزو! یہ تو ہمتوں کی پستی ہے، علمی ذوق کی کمی ہے، ورنہ آپ کتب صحیحہ کی ورق گردانی کیجیے، مفتاح السعادۃ اٹھائیے اور دیکھیے حضرت ابوالدرداءؓ کا تذکرہ ہے کہ ان کے یہاں ان قراءات کو سیکھنے کے لئے طلبہ اتنی بڑی تعداد میں آتے تھے کہ بذات خود سب کو نہیں سنبھال پاتے تھے تو ان کے پاس ان کے ۱۶۰ر خلفاء تھے، اور ایک ایک خلیفہ دس دس شاگردوں کے حلقے کی نگرانی کرتا تھا، جب ان حلقوں میں بیٹھے متعلمین اور شاگردوں کو کوئی ضرورت ایسی پیش آتی جس کو خلیفہ پوری نہیں کرسکتے تھے، ان کی علمی تشنگی وہاں نہیں بجھتی تھی تو پھر حضرت ابوالدرداءؓ سے رجوع کیا جاتا تھا۔

امام ابوبکر بن مجاہدؒ ایک بڑی شخصیت

ابوبکر بن مجاہدؒ ایک بہت بڑی شخصیت ہے، قراءت کے باب میں جب آپ تھوڑا سا آگے بڑھیں گے، تو آپ ان کی شخصیت سے واقف ہوں گے، ان کی "کتاب السبعہ" کا آپ مطالعہ کریں، ڈاکٹر شوقی ضیف نے اس کے مقدمہ میں امام ابوبکر بن مجاہدؒ کے حالات کے تحت لکھا ہے کہ ان کے ۸۶ر خلفاء تھے، ان کے یہاں قراءات کو سیکھنے کے لئے اتنی بڑی تعداد جمع رہتی تھیں، جو ان کے شاگردوں کی نگرانی کیا کرتے تھے، کتنے لوگوں نے کیسی کیسی توجہ کی ہے، ایک ایک شخص چالیس چالیس مشائخ سے علم قراءت حاصل کرتا، حاصل کرنے والوں کے ذوق کو داد دینی چاہیے، اب تو ایک قاری سے کچھ وقت سرسری پڑھ لیا، وہ بھی اپنے آپ کو قاری کہنے لگتا ہے۔

عندالفقہاء قراءت متواترہ سے نماز کی درستی

بھائیو! یہ قراءات بڑی محنت سے ہمارے آپ تک پہنچی ہیں، سارے فقہاء اب بھی بیک قلم یہ لکھ رہے ہیں کہ ان سات نہیں بلکہ دس قراءتوں میں نماز بالاتفاق جائز ہے، ان قراءات کے اختلاف میں جو لوگ گہرائی تک گئے ہیں وہ اس سے واقف ہیں، مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ جب آپ نے ہمت کی ہے، قراءت کے میدان میں قدم رکھا ہے، آگے بڑھیے، محنت کیجیے، اپنے اساتذہ کرام کی، ادارے کی، درس گاہوں کی قدردانی کیجیے۔

قراءت کا فن توجہ چاہتا ہے

بچو! قراءت کا فن ایسا نہیں جس کو راستہ چلتے، کھیلتے کودتے غفلتوں کے ساتھ حاصل کرلیا جائے، یہ کبھی نہیں ہوسکتا، یہاں تو شاگرد کو استاذ کے یہاں ہمہ تن گوش ہوکر جانا پڑے گا، کان بن کر جانا پڑے گا، مثلاً صاد ہمارے یہاں بہت سے بچے ہونٹوں کو گول کرکے پڑھتے ہیں، تو کچھ کی ادا میں شین کی بو آجاتی ہے، اس کا نام تجوید یا قراءت نہیں ہے کہ آپ کوئی لہجہ بنالیں، یہ ساری چیزیں ثانوی درجہ میں ہیں، لہجوں سے پہلے آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہمارا تلفظ خالص عربی زبان میں، اور کامل تلفظ ہو۔

ایک مفید مشورہ

عزیزو! ہم آپ کو ایک مشورہ دیں گے کہ عرب کے وہ قراء جن کے کیسٹ اس وقت مارکیٹ میں چلتے ہیں، ان میں سے مخصوص اور ممتاز قراء جن کا تلفظ بہت معیاری ہے، اور کتب تجوید کی عبارات ان کے تلفظ کی تائید کرتی ہیں، ان میں شیخ محمد صدیق

المنشاوی، شیخ القاری خلیل الحصری اور شیخ حذیفی ان کے کیسٹ ضرور سننا چاہیے۔

اربابِ وجدان کون ہیں؟

میرے دوستو! زمرۂ قراء میں علامہ مرعشیؒ کو اربابِ وجدان میں بہت بڑا مقام حاصل تھا (سوال) اربابِ وجدان کون؟ (جواب) اربابِ وجدان وہ ہوتے ہیں جو کسی بھی حرف کی ادا میں کیا کیا چیزیں ہیں، کتنی کھوٹ ہے کھوٹ کہاں سے آتی ہے، اس کا کمال کیا ہے، کمال تک پہنچنے کے لئے ذرائع کیا ہے؟ وہ ادا کرتے ہیں تو ساری چیزیں محسوس ہوجاتی ہے، پھر وہ اپنے محسوسات کو فوراً عبارت میں بھی لے آتے ہیں، ایسے حساس و باذوق اصحاب کمال ارباب وجدان کہلاتے ہیں۔

تلفظ اور اداء کا معیار کیا ہے؟

یہی علامہ مرعشیؒ لکھتے ہے کہ شاگرد کے لئے استاذ کسوٹی اور معیار ہے، کیا معنی کسوٹی کے؟ آپ اپنے استاذ محترم کے یہاں جاکر ایک رکوع پڑھیں گے، وہ اس رکوع کی ہر آیت کو پورا دھیان سے سنیں گے، اور سننے کے بعد آپ کو یہ بتلائیں گے کہ یہ حرف صحیح ہے، یہ صحیح نہیں ہے، ایک شاگرد جب استاذ کی موجودگی میں اداء کے خلاف کریں گے تو شاگرد کی اصلاح استاذ کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ کی اداء میں غلطی کیا ہے اور صحیح اداء کیا ہے، جو غلطی ہوئی اس کی درستگی کیسے ہوگی؟ لیکن اگر استاذ کی اداء ہی کبھی گڑبڑ ہوجائے تو استاذ کے لئے کون کسوٹی؟ استاذ کی رہبری کون کرے گا؟ استاذ کی غلطی کی نشان دہی کون کرے گا؟ علامہ مرعشیؒ لکھتے ہے کہ شاگرد کے لئے استاذ کسوٹی ہے اور استاذ کے لئے عبارات کتب کسوٹی ہیں، استاذ کو بھی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اداء کو عبارات کتبِ تجوید پر پرکھے، اگر عبارات سے ان کی اداء کی تائید ہورہی

ہے تو اللہ کا شکر ادا کیجیے اور اگر نہیں ہے تو اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔

عربی انداز کے لیے عربی صحبت ضروری

ہم مارکیٹ میں چلنے والے سب کیسٹ کا مشورہ آپ کو نہیں دیں گے، ان میں کے وہ ممتاز قراء جن کی اداء کی کتب تجوید کی عبارات تائید کرتی ہیں، تصدیق کر رہی ہیں ایسے کیسٹ اپنے پاس رکھیے، اصل ہماری زبان عربی نہیں ہے، عربی انداز کو پانے کے لئے عرب قراء کی صحبت میں بیٹھنا پڑے گا، آپ کہیں گے کہ عرب قراء کی صحبت میں کیسے جائیں، ان کی صحبت پانے کے لئے کیسٹ موجود ہے، ان کی کیسٹ کو آپ کچھ سیکھنے کی غرض سے، کچھ پانے کی نیت سے سنیں، پورا کان لگا کر سنیں، اس سے عربی انداز آتا ہے، اور اس طرح آدمی عربی انداز میں پڑھنا سیکھتا ہے۔

ہم سب کو محنت کی ضرورت ہے

عزیزو! ہمارے یہاں تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان ہے، ہندوستان میں بھی بہترین قراءت کی اشاعت ہوتی ہے، یہ ہندوستانی جوان جب پڑھتا ہے، تو ایسا لگتا ہے کہ کوئی مصر کا جوان ہے، اور مصر سے پڑھ کر آیا ہو، لیکن لڑکو! ابھی ہم نے مصریوں کو دیکھا نہیں ہے، ابھی تو ہمیں قراءت کے باب میں بڑی محنت کی ضرورت ہے، آپ کو نہیں کہہ رہے ہیں ہمیں محنت کی ضرورت ہے، کیا مصر اور کیا ہم۔

اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے ان کو انعام کے طور پر اتنی بڑی دولت سے نوازا ہے، کہ مصر کا ایک بچہ کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور جب وہ ایک دو آیت پڑھتا ہے تو دلوں کو موہ لیتا ہے، دلوں کی دنیا بدل جاتی ہے، اللہ کے بہت سے بندے ایسی قراءت

پڑھتے ہیں، میرے بچو! اللہ تعالیٰ نے گو ان کو اس دولت سے نوازا ہے، لیکن پھر بھی اس کے لئے جان کھپائی ہورہی ہے؟ وہاں دس بارہ سال کی عمر سے بچہ اس میں لگ جاتا ہے اور اس کو من حیث الفن اپناتا ہے، ابھی ہمارا ایک سفر ہوا تھا، مصر سے ایک بچہ آیا تھا، محمد نیازی نام کا، میرے پاس اس کا کیسٹ بھی ہے، تیرا سالہ بچہ ان کے والد روزانہ ہمارے کمرے میں لیکر آتے تھے، تیرا سالہ بچہ لیکن ایسا جاندار پڑھتا تھا اور وہ مجھ سے کہتا، کہ یہ فلاں لہجہ ہے، جب میں اس سے کہتا کہ فلاں لہجے میں پڑھو تو فوراً اس لہجے میں شروع کرتا، تیرا سالہ بچے کو لہجوں کی اتنی معرفت اور لہجوں کے باب میں ایسی بصیرت ہے یہ کیسے؟ ظاہر بات ہے جب اس نے من حیث الفن اس کو اپنایا ہے تب ہی تو اس کو یہ مقام حاصل ہے، تب ہی تو اس نے لہجوں کے اتنے منازل طے کر لئے ہے اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے، جب کوئی کسی میدان میں چلنا شروع کرتا ہے، اللہ اس کو نوازتے ہیں۔

نتائج محنت کے بعد مرتب ہوتے ہیں

بچو! مشکلے نیست کہ آساں نشود محنت کیجیے، اللہ تعالیٰ انشاء اللہ العزیز آپ کو بھی وہ دن نصیب کرے گا، ہمیں اور آپ کو ترقیات سے نوازے گا، ہمارے ایک دوست شیخ ہارون سوڈانی ہے وہ جب تاراپور سے فارغ ہوکر ترکیسر تخصص کے لئے آئے، انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی وہ سیاہ فام بلالی بھائی سوڈانی جوان، سینہ بھی مضبوط، آواز بھی ایسی بلند، انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی، اس زمانے میں مائک تو ہوتا نہیں تھا، اب تو مائک لگ گیا ہے، شاید فلاح دارین کی تاریخ میں وہاں تک ایسی گڑ بڑ والی نماز نہیں ہوئی، وہ اتنا زور سے چیخا چلایا، حضرت الاستاذ

(حضرت قاری انیس احمد صاحبؒ) کے پاس وہ تخصص کرنے آئے، لیکن کیا محنت کی ہے وہ کبھی اپنے کمرے میں نہیں گئے، ان کا کوئی کمرہ نہیں تھا، مسجد کا کونہ ہمیشہ ان کا کمرہ تھا، اس مسجد کے کونے میں جب بھی آپ جائیں وہ تلاوت کرتے، وہ کونہ ہمیشہ تلاوت سے آباد تھا، اس شخص نے اتنی محنت کی، کہ چیخنے چلانے کے نتیجہ میں اس کو ٹی بی کا مرض لگ گیا، لیکن سات سالہ محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جوان جس نے اتنی خراب نماز پڑھائی، اس کے بعد پانولی میں جب انہوں نے تراویح سنائی تو پانولی کی عوام جن کو قراءت کا ذوق نہیں، جو نہ لہجوں کے باب میں کوئی واقفیت رکھتے ہیں، ان کے یہاں صحیح بھی صحیح، غلط بھی صحیح، ان کے نزدیک زعفران اور گھاس برابر ہوتی ہے، لیکن وہ یہ کہہ رہے تھے کہ زندگی میں پہلی بار ایسا بہترین قرآن سنا، ان سے لوگوں نے اتنی محبت کی، اتنا جاندار قرآن کریم پڑھتے تھے، محنت جب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نتائج بھی مرتب فرماتے ہیں اپنے اساتذہ کے قدموں میں بچھ جایئے۔

یہ فن استقامت اور صبر چاہتا ہے

عزیز طلبہ! اصل میں طالب علم کو استاذ کے یہاں کس طرح جانا چاہیے آپ جب قراءت سیکھنا چاہتے ہیں، تو کس طرح سیکھیں گے، بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ادا کسی کی صحیح نہیں ہو رہی ہے، استاذ اس کو بار بار واپس کرتا ہے، اس پر بھی ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔

صاحب نثر المرجان فی رسم القرآن ایک محقق فن

میرے بھائیو! اتنی بڑی سعادت ہے کہ اگر اس کے لئے کچھ پسینہ بہانا پڑے، تو کیا بڑی قیمت ہے؟ جو چکانی پڑ رہی ہے، ہمت رکھیے، علم رسم میں ایک کتاب ہے

’’نثر المرجان‘‘ حضرت مولانا محمد غوث اکاروی کی، سات جلدوں میں ہے، ایک ایک جلد ۷۰۰/۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، آج سے سوا سو سال پہلے حیدر آباد سے چھپی ہے، علم رسم کے باب کی توجیہات اور تحقیقات کے لئے وہ مرجع ہے، اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ علم رسم کی اس سے زیادہ تحقیق کسی میں نہیں ہے، جو تحقیق انہوں نے فرمائی، عرب میں بھی اگر رسم کے باب میں کوئی حوالہ دیا جاتا ہے تو بالکل اخیر میں نثر المرجان کا حوالہ دیا جاتا ہے، میرے بھائیو! ایک ہندوستانی شخص کی کتاب کے باب میں سارے لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ عرب وعجم میں علم رسم پر اتنی محقق کتاب کوئی نہیں، لیکن صاحب کتاب کو علم رسم کے باب میں یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ اصل مجھے آپ کو وہ سنانا ہے، سارے علوم سے فراغت کے بعد حضرت ملا نظام الدینؒ جن کے حواشی رسم والا ایک قرآن کریم بھی چھپا ہے، اب شاید وہ نہیں ہے، میں نے کئی سال قبل شاید بلساڑ کی جامع مسجد میں اس کو دیکھا تھا علم رسم میں ملا نظام الدینؒ بہت بڑا مقام رکھتے تھے، ان کو جب معلوم ہوا تو حیدر آباد سے ملا نظام الدینؒ کے یہاں لکھنؤ پہنچے، یہ واقعہ جو آپ کو سنا رہا ہوں ’’تذکرہ قاریان ہند‘‘ میں مرزا کرنل بیگؒ نے لکھا ہے کہ وہ ملا نظام الدینؒ کے یہاں علم رسم کو سیکھنے پہنچے، اور کہا کہ حضرت آپ کی خدمت میں حصول علم رسم کی امید سے پہنچا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس تو کوئی وقت نہیں ہے معذرت فرمادی، وہ پڑے رہے، کچھ دن پڑے رہنے سے استاذ نے کہا کہ وقت ہی نہیں ہے، کہا کہ حضرت ہم تو آپ ہی سے پڑھیں گے، استاذ نے دیکھا کہ اس کی طلب سچی معلوم ہو رہی ہے یہ طلب صادق بن کے آئے ہے، تو کہا کہ ویسے تو میرے پاس کوئی وقت نہیں ہے، لیکن میں عصر کے بعد ڈولی میں بیٹھ کر فلاں صاحب کے وہاں جاتا ہوں، ڈولی آپ جانتے ہیں؟ نہیں، ڈولی ایک کرسی سی ہوتی

ہے جس کے دو طرف سے باندھ دیا جاتا ہے، اور دو خادم ہوتے ہیں، ایک آگے اور ایک پیچھے ہوتا ہے، دونوں خادموں کے کندھے پر وہ ڈولی چلتی ہے، اور شیخ اور جو مہمانِ محترم ہوتے ہیں اس میں بیٹھتے ہیں، یہ پرانے زمانے کا طریقۂ احترام ہوتا تھا، تو حضرت ملا نظام الدینؒ ڈولی میں بیٹھ کر کسی صاحب کے یہاں جایا کرتے تھے، فرمایا ویسے تو میرے پاس کوئی وقت نہیں ہے لیکن اگر تم کچھ پڑھنا چاہتے ہو، ڈولی کے ہمراہ چلتے رہنا اور پوچھ لیا کرنا بتلا دیا کروں گا لیکن ڈولی میں ساتھ نہیں بیٹھیں گے، صاحب ''تذکرۂ قاریان ہند'' لکھتے ہے کہ لکھنؤ کے لوگوں نے کئی روز تک یہ منظر دیکھا کہ شاگرد علم کے شوق میں استاذ کی ڈولی کے ساتھ دوڑا دوڑا جا رہا ہے اور وہ اسی دوڑنے میں علم حاصل کر رہا ہے، بتلائیں جس استاذ کے مزاج میں اتنی نزاکت ہو اس کا شاگرد دوڑے بھاگے کیا پوچھتا ہوگا، اور استاذ کتنی زور سے تقریر فرماتے ہوں گے اور شاگرد اس کو کیا سنتا ہوگا، لیکن پھر بھی انہوں نے علم رسم کو ان سے حاصل کیا، لڑکو! اپنے اساتذہ کے لئے دعاء کیجیے، ان کا ساتھ نبھائیں، ان کے یہاں پورا کان بن کر جائیں، ہم اللہ سے دعاء کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو خوب ترقیات سے نوازے اور غیب سے آپ کی مدد فرمائے۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۱۲)

قرآن کریم کی تلاوت ترتیل کے ساتھ

جامعہ امداد العلوم وڈالی ❁ سابر کانٹھا ❁

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم :أما بعدفأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم.ورتل القرآن ترتيلا.
صدق الله مولانا العظيم.

انگریز کی جارحیت و بربریت اوراس کا فائدہ

جامعہ ہٰذا کے مؤقر ترین اساتذۂ کرام اور میرے عزیز طلبہ! کتنی ہی بابرکت مجلس تھی، جس میں مہمانانِ رسول ﷺ کلام ربانی کے بارے میں اپنی کاوشوں کو پیش کر رہے تھے، اور اللہ نظر بد سے ان کی حفاظت فرمائیں حضرت قاری (عبدالعزیز صاحب) کی تلاوت نے دل کی دنیا بدل دی، اللہ ان کو خوب ترقیات سے نوازیں، بیٹھے بیٹھے ایک مثل مجھے یاد آئی، خسائر قوم عند قوم فوائد ، عجیب ہے بظاہر اس مجلس کے ساتھ مثل کا کوئی جوڑ نظر نہیں آرہا ہے، یاد ہوگا ہندوستان کی تاریخ کا جو سیاہ ورق ہے ۱۸۵۷ء میں جب انگریز جابر وظالم قوم نے زبردست جارحیت اور بربریت کا ثبوت دیتے ہوئے باشندگانِ ہند پر جو ظلم ڈھایا ہے، تاریخ میں اس کی مثال کم ملتی ہے، اور ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے والد محترم کی ضلع الہ آباد میں بڑی جائداد تھی، بڑے متمول گھرانے کے تھے، اللہ تعالیٰ نے مال وثروت سے ان کو نوازا تھا، انہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین کی بڑی مدد فرمائی تھی، مسلمانانِ ہند کے دفاع کے لئے اپنے جان ومال کو لٹا دیا، انگریز نے اس کو نوٹ کیا تھا، چنانچہ یہ جنگ جب دو چار سال پورا کر چکی، تو انہوں نے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے والد کی جتنی جائداد تھی سب پر قبضہ کر لیا اور انہیں بے دست و پا کر دیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ انہیں جان کا بھی خطرہ تھا، چنانچہ حافظ محمد

بشیر خانؒ اپنے ایک بیٹے قاری عبداللہ مکیؒ الٰہ آبادی کو لے کر گوالیر تشریف لے گئے، ہجرت کر لی، وہاں حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی ولادت ہوتی ہے، اور جب وہاں بھی ان کے ساتھ وہ خطرے لاحق ہوئے، اور ان کے بھائی کے ساتھ بھی انگریز نے وہی ظلم و بربریت کا ثبوت دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور چپکے سے مکۃ المکرمۃ ہجرت کر گئے، وہاں مدرسہ صولتیہ جو ایک صولت نامی عورت کی جائیداد سے قائم کیا گیا تھا، حافظ محمد بشیر خانؒ نے اپنے چھوٹے ہونہار بیٹوں کو مدرسہ صولتیہ کے حوالے کر دیا، اور ان میں کے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کو اللہ نے اس ملک میں علم قراءت کی اشاعت کے لئے مقرر فرمایا تھا، چنانچہ جب انہوں نے قراءت کی تعلیم مکمل فرمائی، (ایک قول کے بموجب ان کا عشرۂ کبیر باقی تھا یہ الگ بحث ہے) بہر حال ایماء نبوی ﷺ پر وہ ہندوستان تشریف لائے، اور ہندوستان میں انہوں نے اس علم کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو بالکلیہ فارغ کر دیا، ان کا پورا کنبہ وہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندے کو اس شریف ترین فن کی خدمت کے لئے منتخب فرما لیا تھا، ان کی محنتوں کا یہ صلہ ہے کہ یہ جو عربی لہجے ہیں، ابھی مختلف لہجوں میں آپ قرآن سن رہے تھے، یہ مختلف لہجے ان سے پہلے بھی ہندوستان میں موجود تھے، بلکہ بعض عربی قراء جب یہاں آئے اور قاری لالہ کو سنا تو انہوں نے کہا، کہ ان لہجوں میں عربیت کے ساتھ ہندی راگ ملا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے ان کی قراءت بے مثال ہے، بعض عربی لوگوں نے ان کی قراءت پر خوب دادِ تحسین دی، بہر حال حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ تشریف لائے اور ان کے ذریعہ اس ملک میں اس فن کی زبردست اشاعت ہوئی، آج اگر آپ ہندوستان کے کسی گوشے میں چلے جائیں، اور وہاں ۱۰۰ رقاریوں سے آپ کی ملاقات ہو تو تو ۹۹ رقاری وہ ہونگے جن کا تعلق اسی سلسلہ سے ہوگا، ائمۂ قراءت وہ کیسے نیک

نفوس تھے، ان کے حالات سے آپ واقف ہیں، لیکن امام عاصمؒ کی قراءت کو جو ترقی حاصل ہوئی وہ کسی کی قراءت کو نہیں ہوئی، قراء ہندوستان میں بھی موجود تھے، لیکن اللہ نے علم قراءت کی جو خدمت حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ اور ان کے شاگردوں سے اس ملک میں لی ہے وہ امتیازی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں، اور حضرت مولانا عین القضاۃؒ کی قبر پر نور کی بارش برسائیں کہ انہوں نے مدرسہ فرقانیہ میں اس علم کے آفتاب و مہتاب کو جمع کر دیا۔

حضرت مولانا عین القضاۃؒ کی تاریخی خدمات

قرآن کی جو خدمات حضرت مولانا عین القضاۃؒ نے انجام دی ہیں وہ تاریخی خدمات ہیں، یہی وجہ ہوئی کہ فرقانیہ میں یہ فن رواج پایا اور ایک دور ہندوستان میں ایسا گزرا کہ کوئی قاری اس وقت تک قاری نہیں کہلا سکتا تھا جب تک کہ وہ فرقانیہ کی شاگردی نہ اختیار کیا ہو اور ان کو ایسے لوگوں کی صحبت میسر نہ ہوئی ہو، حضرت قاری عبدالمالکؒ تشریف لائے ان کا علم، ان کی مشق، لہجہ تو کیا کہیے اور یہ سب مکۃ المکرمۃ سے لے کر یہاں تشریف لائے۔

حضرت الاستاذؒ کا اپنے اساتذہ سے والہانہ عشق و محبت

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت الاستاذؒ (حضرت قاری انیس احمد صاحبؒ) ہم سے ناراض ہو گئے ویسے تو انہوں نے ہمیں بارہا نکالا، کمرے سے نکال دیتے تھے اس کے بعد یہ معمول ہوتا تھا کہ کئی دنوں تک ہم ان سے معافی مانگتے تھے، مغرب کے بعد معافی مانگنے کا معمول تھا اس وقت کوئی ہوتا نہیں تھا، آنکھوں سے آنسو آ جاتا، کبھی ان کی آنکھ سے آنسو آ جاتا، پھر معافی ہوتی تھی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم بلا اطلاع کے کسی

جلسہ میں قراءت کے لئے چلے گئے، سبق میں حاضری نہیں ہوئی ہمارا اخراج ہوگیا بڑی تلخ تقریر فرمائی اور ہمیں نکال دیا، معافی کے لئے استاذ محترم کے یہاں ایک ہفتہ مسلسل گیا، مدرس تھا ہماری تدریس کو تقریباً چار سال ہوگئے تھے، اس کے بعد کا واقعہ سنا رہا ہوں، اتنی معافی مانگی، ایک ہفتہ ہوگیا معافی مانگتے، معافی نہیں ہو رہی ہے، بالآخر یہ سوچا کہ اب کیا کریں گے، مجھے معلوم تھا کہ ان کو اپنے اساتذہ کرام سے بڑی محبت تھی، اور ایسا عاشقانہ تعلق تھا کبھی کہ ایسا نہیں ہوا، کہ حضرت قاری محب الدین صاحبؒ اور قاری محمد سابق صاحبؒ کا ذکر مجلس میں ان کی زبان سے ہوا ہو، اور ان کی آنکھوں سے آنسوں نہ بہے ہو، چنانچہ ہم حضرت قاری محبؒ الدین صاحبؒ اور قاری محمد سابق صاحبؒ کے کچھ حالات دیکھ کر گئے، دوران معافی ہم نے ان سے عرض کیا کہ حضرت آج تو میں نے حضرت قاری محبؒ الدین صاحبؒ کے حالات میں عجیب بات پڑھی، بس اتنا کہنا تھا، کہ امید بندھ گئی کہ اب وہ گھڑی آگئی، کہ اب معافی ہونے والی ہے، میرے لئے وہ عید کا دن تھا، حضرت قاری صاحبؒ بستر پر لیٹے ہوئے تھے، بیٹھ گئے، کہا کہ آپ نے ہمارے اساتذہ کو کیا سمجھا ہے؟ پھر اپنے اساتذہ کرام کا تذکرہ شروع فرمایا۔

حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کے کامل جانشین

پھر اس دوران آپ نے ایک واقعہ سنایا کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ جو در اصل استاذ ہیں، حضرت قاری محمد سابق صاحبؒ کے، وہ ملک کی تقسیم کے وقت پاکستان تشریف لے جانے لگے، تو لکھنؤ کی بھنگنیں تک ان کی خدمت میں پہونچیں، سارے لوگ ان سے عاجزی کر رہے تھے، وہ ماہر فن، اور حضرت الاستاذؒ کی زبان میں

مشق میدان کا شیر، یہاں سے تشریف لے جارہے تھے، لوگوں کو یہ فکر ہوا، کہ اب وہ لہجے، وہ آواز، وہ مشق وہ دل گداز تلاوت کہاں سننے کو ملے گی، اگر یہ تشریف لے جائیں گے تو اب ہندوستان لہجوں سے محروم ہوجائے گا، چنانچہ لوگ عاجزی کر رہے تھے، حتی کہ بھنگنیں تک ان کی خدمت میں پہونچیں اور کہا کہ اگر آپ تشریف لے جائیں گے، تو یہ حسین قراءت و پرسوز لہجوں اور دل گداز تلاوت سے ہم محروم ہوجائیں گے، اس پر حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے فرمایا، (اصل جو مجھے جو سنانا مقصود ہے، وہ یہ ہے) فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارے چلے جانے کے بعد بھی اگر آپ ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں تو محمد سابق کے آئینہ میں دیکھ لینا، محمد سابق میرا آئینہ ہیں، حضرت قاری محمد سابق صاحبؒ گویا حسن قراءت ولہجوں میں ان کے بالکلیہ نائب تھے، کتنی محنت ہوئی ہوگی، حضرت قاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ ان کی محنت کا حال یہ تھا کہ ایک مٹکا کنکر سے بھرلیا کرتے مشق شروع کرتے ایک آیت تلاوت کرتے مٹکے سے ایک کنکر نکالتے اور باہر رکھتے اسی طرح پورا مٹکا خالی ہوجاتا اس قدر مشق کرتے اور آگے حضرت قاری صاحبؒ نے سنایا کہ حضرت قاری محمد سابق صاحبؒ نے روایت حفص میں ۱۵ر سال تک حضرت قاری عبدالمالکؒ کے یہاں مشق کیا، ۱۵ر سال کے بعد حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے ان کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دی، کہ اب امتحان دے سکتے ہو، ایسا شاگرد استاذ کا نائب کیسے نہیں بن سکتا۔

اب وہ لہجے کہاں؟

میرے بھائیو! ذرا اور بھی آگے سن لیجیے وہ لوگ جن کے لہجوں کو آج بھی دنیا یاد کرتی ہے، اور ترستے ہیں لوگ، ہم جب لکھنؤ گئے تھے، تو ہم نے قاری وسیم صاحب

دامت برکاتہم سے کہا تھا، کہ ہم چاہتے ہیں کہ لکھنؤ کے جو پرانے لہجے ہیں، حجازی، مایہ، محط وہ لہجے ہم سننا چاہتے ہیں تو جواب میں قاری وسیم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ قاری صاحب! اب وہ لہجے کہاں رہے؟ اب تو قراء مارکیٹ دیکھتے ہیں، چونکہ مارکیٹ میں اب ان لہجوں کی کوئی مانگ نہیں ہے، لہٰذا اب وہ سارے لہجے ختم ہوگئے، اب کوئی ان لہجوں کا ماہر بھی یہاں موجود نہیں ہے ہاں مصر کے لوگ اس وقت زبردست محنت کررہے ہیں، ابھی ہمارا ایک سفر ہوا میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ہے ۶۲ رسال کی عمر ہے، حکم کی جو جماعت تھی ان میں کے ایک حکم تھے شیخ حِلباوی ہم ان کو درخواست کرتے تھے کہ ہمیں کچھ لہجے سکھایئے تو وہ کمرے میں تشریف لاتے تھے اور انہوں نے جو لہجے سکھائے اور اس کو جو لکھ کر دیا ۷۵ ر لہجے مجھکو لکھ کر دیئے۔

مشقی میدان کا شیر اور حالت زار

اس لئے میرے بچو! میں یہ باتیں صرف اس لئے آپ کو سنا رہا ہوں، مجھے کوئی تقریر نہیں کرنی، صرف یہ باتیں اس لئے سنا رہا ہوں کہ مشق کی دنیا بہت بڑی ہے، اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، کسی کی مشق میں سوز، گداز، کیف ایسے ہی پیدا نہیں ہوجاتا، بلکہ اس کے لئے تو ایک لمبا عرصہ چاہیے، ہمارے بزرگوں نے زندگیاں کھپادیں، لیکن اسی مجلس میں حضرت الاستاذؒ نے سنایا کہ بھائی یہ مشقی میدان کے شیر تھے، لیکن حال کیا تھا تمہیں معلوم ہے؟ فرمایا کہ حضرت قاری محمد سابق صاحبؒ جو قاری عبدالمالک صاحبؒ کے ایسے مایۂ ناز اور معتمد شاگرد کہ استاذ ان کے باب میں اپنے اس تأثر کا اظہار جاتے جاتے فرماگئے، اور انہوں نے اپنا نائب قرار دیا، ان کا حال یہ تھا کہ تنخواہ سے ان کا گزربسر نہیں ہوتا تھا، وہ دس دس روپیہ مجھ سے قرضہ لیا کرتے

تھے، استاذ اپنے شاگرد سے قرضہ لیتا ہے، جب تنخواہ ہوتی تھی تو قرضہ ادا کرتے تھے۔

امام عاصمؒ کی مستجاب دعاء

میرے بچو! میں یہ باتیں آپ کو اس لئے سنا رہا ہوں کہ یہ فن، یہ لہجے، یہ مشق ایسے ہمارے، آپ تک نہیں پہنچی ہیں، ہم تو چاہتے ہیں کہ ساری آسائشیں ساتھ رہیں اور مشق بھی آ جائے، یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتی، کھپانا پڑے گا، "برکات دعاء" نامی ایک کتاب شاید آپ کے کتب خانہ میں ہوگی، امام عاصمؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام عاصمؒ پر یہ حالات آئے کہ ان کے گھر میں فاقے ہورہے ہیں، کھانے کو کچھ نہیں ہے، کوئی سبیل نہیں ہے، وہ حیران پریشان جب ہر طرف سے ناامید ہوگئے، تو آدھی رات کو جنگل میں تشریف لے گئے اور وہاں بارگاہِ خداوندی میں خوب گڑگڑا کر دعاء فرمائی اور دعاء کی ابتداء اس طرح فرمائی اللّٰھم یا خیر سامع فاطر السمٰوات والارض انہوں نے گڑگڑا کر اللہ سے ایسی دعاء کی، کہ خود فرماتے ہیں کہ ابھی دعاء مکمل ہوئی نہیں تھی کہ اشرفیوں سے بھری تھیلی میرے سامنے آ کر گری، میں نے اس کو منجانب اللہ سمجھا، دعاء ختم ہوتے پر اس کو اٹھا لیا، زندگی بھر ہم نے اس میں سے کھایا، اور ہمارے بچوں کے لئے وراثت میں بھی اس کو چھوڑا، بچو! سمجھنے کی ضرورت ہے امام عاصمؒ جیسا شخص کہ جن کی قراءت کو اتنی تلقی حاصل ہے، قدرت نے اس کو کیسا قبول فرمایا، لیکن ان کے ساتھ بھی حالات کیا ہیں، ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے اسلاف کی قربانیوں اور محنتوں کو سمجھیں، اور خوب محنت کریں۔

مشق کے لئے صوتی جہر بنیادی چیز

ہم نے دیکھا آپ کے پاس صلاحیت ہے، آپ لہجے بنا رہے ہیں، چاہے

کیسٹ کو سن کر، یا استاذ محترم کو سن کر لیکن لہجے بنانے کی صلاحیت ہے، آپ کی خدمت میں ہم سب سے پہلے جو مشق کے لئے بنیادی چیز ہے، یہ عرض کریں گے کہ سب سے پہلے کھلے ماحول میں مشق کیجیے، مائک کو چھوڑ دیجیے، مائک پر کبھی مشق نہیں کرتے، یاد رکھیں مشق کے لئے صوتی جہر بنیادی چیز ہے، آواز کی بلندی، اس کی متانت، جب تک صوتی متانت آپ کو حاصل نہیں ہوگی، صوتی جہر حاصل نہیں ہوگی، آپ کی مشق میں کبھی جان پیدا نہیں ہوگی۔

انعام کا صحیح مصرف

میرے عزیزو! اس طرح محافل میں آپ تلاوت کرتے ہیں، جلسوں میں آپ کو انعام ملتا ہے، پیسوں کو الٹا سیدھا خرچ نہیں کرتے، آج ابھی ظہر سے پہلے کالیرہ میں بعض بچوں سے ہم نے پوچھا کہ انعام مل رہا ہے، کیا کریں گے، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، ایک صاحب ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا بیٹا! ایسا کہو کہ کتابیں خریدیں گے، اچھی بات ہے، علم قراءت دو چیزوں کا نام ہے ایک مشق اور ایک کتاب، ہم آپ سے کہیں گے، کہ اس طرح کے جو انعامات یا آپ کے گھر سے جو پیسے ملتے ہیں اگر واقعۃً آپ اپنے آپ کو اس میدان میں لانا چاہتے ہیں، اور آپ نے اپنے مستقبل کے باب میں یہ طے کیا ہے کہ اللہ نے اگر توفیق بخشی، اور اس کی دست گیری اگر میرے شامل حال رہی، تو اس فن کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر دیں گے اگر آپ نے یہ سوچا ہے تو اپنے پیسوں کو کچھ مشق اور کچھ کتابوں میں خرچ کیجیے، مشق میں کیسے خرچ کریں گے اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دودھ، ویسے دودھ تو پالن پور میں بہت ہوتا ہے، یہاں تو بڑی افراط ہے دودھ پئیں، چائے نہیں پیتے، چنے کھائیں،

چنے بھی یہاں کھائے جاتے ہیں، اس سے آواز بنتی ہے، جان پیدا ہوتی ہے۔

حسن صوت کے ساتھ درد وسوز بھی ضروری

ایک دوسری بات جو ایسی ہی مجالس میں عرض کی جاسکتی ہے، غلط صحبت سے اپنے آپ کو کوسوں دور رکھیے، نیک صحبت اختیار کریں، تیسری چیز اپنے آپ کو اساتذہ کے قدموں میں ڈال دیجیے، اس کو اپنے لئے شرف خیال کیجیے، یہ اساتذہ آپ کی جتنی رگڑائی کریں گے، آپ میں اتنی چمک پیدا ہوگی، پھر آواز کو بنانے کی کوشش کریں، اس کی صفائی کا اہتمام کریں، کہ گلا ہمیشہ صاف رہے، آپ سوچتے ہوں گے کہ خود کہنے والے کا گلا صاف نہیں ہے کچھ عوارضات ہوتے ہیں، گلے کی صفائی کا اہتمام کیجیے، جائزہ لیجیے کہ آج آپ کی آواز کا کیا حال ہے اور پھر کسی مشاق کی خدمت میں جائیں، بالمشافہہ یا کسی واسطہ سے بیٹھ جائیں اور دیکھیں ان کے پڑھنے میں اور آپ کے پڑھنے میں کتنا فرق ہے؟ وہ جب ایک آیت پر وقف کرتے ہیں، تو طبیعت جھوم اٹھتی ہے، یہ ابھی ہم میں کیوں پیدا نہیں ہوا؟ وہ جب کسی آیت کے درمیان پہنچتے ہیں، تو ایک خاص قسم کی رقت ونرمی دل میں پیدا ہوتی ہے، یہ کیا چیز ہے؟ وہ ہم میں کیسے پیدا ہوسکتی ہے؟ ہمیں تو یہ مشق صرف اور صرف اس لئے کرنی ہے، کہ ہم خود بھی پرسوز ہوکر تلاوت کریں اور اپنے سامعین میں بھی سوز بھر دیں، حسن صوت کی تعریف میں حلاوت اتنی نہیں ہے جتنی سوز ہے، سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اچھی آواز کس کا نام ہے تو آپ نے فرمایا کہ پڑھنے والا خود بھی غمگین ہو اور سننے والوں میں بھی غم کو گھول دے، اس کا نام ہے سوز۔

برصغیر (ہندو پاک) حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا رہین منت

لڑکو! کوشش کیجیے، مجھے یہ باتیں آپ کے ساتھ اس لئے کرنی پڑتی ہے کہ بڑی محنتوں کے بعد یہ مشق، یہ لہجے، میرے اور آپ کے پاس پہنچے ہیں، دیکھیے حرمین کا قیام کون چھوڑ سکتا ہے؟ لیکن حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے اس کو قربان کیا، جناب نبی اکرم ﷺ کو یہی مقصود تھا، آپ کا منشأ بابرکت یہی تھا، کہ یہ جوان ہندوستان پہنچے، اور یہ جو سنن ہیں، اور یہ جو فن ہے، وہ ہندوستان کی دھرتی پر بھی پہونچے، اور اس کی اشاعت ہو، اس لئے ان کو یہاں بھیجا، ویسے انگریزوں کی بربریت اور جارحیت کے نتیجہ میں حافظ محمد بشیر خانؒ کا سارا باغ اجڑ گیا تھا، ان کی جائداد کو انگریز حکومت نے ضبط کرلیا تھا، لیکن چونکہ قدرت کو یہ منظور تھا، قدرت نے یہ طے کیا تھا، کہ اس طرح بظاہر اجاڑ کر ان کو وہاں لے جائیں گے، وہاں جانے کے بعد بھی ان پر حالات رہے، وہاں جانے کے بعد بھی حالات میں تنگی رہی، جلد سازی کا کام شروع کیا تھا، گزر بسر اس سے بھی نہیں ہو رہا تھا، بہر حال اگر انگریز کی طرف سے ظلم وستم نہ ہوتا، ان کی جائداد کو ضبط نہ کرلیا جاتا تو وہاں نہ جاتے، لیکن ہوا اور وہاں تشریف لے گئے اور پھر جب دیکھا کہ ان جوانوں میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ کسی ملک میں قراءت کی بیداری پیدا کریں، اور ایک جوان جا کر کسی ملک کو بیدار کرے گا (قراءت کے باب میں) تو پھر ان کو یہاں بھیجا، بظاہر تو جو شکل پیش آئی تھی، ویسے خسارے کی تھی لیکن اس امت کا خاص کر کے ہندو پاک کے لوگوں کا جو نفع علم قراءت میں ہوا، وہ اسی کا ثمرہ تھا مجھے بیٹھے بیٹھے وہ مثل یاد آرہی تھی خسائر قوم عند قوم فوائد بظاہر تو اس میں خسارہ تھا، نقصان تھا، لیکن اس کی پشت پر، یا اس پردے کے پیچھے کیسے فوائد تھے، کہ آپ

یہاں تشریف لائے اور آپ نے تجوید و قراءت کی لہر دوڑادی اور خزاں کو بہاروں میں تبدیل کردیا۔

مستقبل آپ کا منتظر ہے

دیکھیں جب تک پاگل پنے کی محنت نہیں ہوگی، کچھ پیدا نہیں ہوسکتا، کسی بھی فن میں، اگر آپ عربی ادب میں شوق رکھتے ہیں، فقہ میں شوق رکھتے ہیں، تو اپنے آپ کو بالکل اس فن کے لئے پاگل کردینا پڑے گا، ساری دنیا سے ایک طرف ہو جانا پڑے گا، جب تک یہ نہیں ہوگا کوئی خاص چیز پیدا نہیں ہوگی، امتیاز پیدا نہیں ہوسکتا، اللہ نے آپ کو خوب صلاحیتوں سے نوازا ہے، اپنی صلاحیتوں کی قیمت جانیں، اس کی خوب قدر کریں اور کام میں لگائیں اپنے آپ کو، معاشرہ آپ کا منتظر ہے، لوگ آپ کے منتظر ہیں، لوگوں کے پاس اچھے، ذی استعداد علماء، اچھے جذبہ کے حامل قراء موجود نہیں ہیں، بڑے بڑے اداروں کی مسندیں خالی پڑی ہیں، اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھا ہے، کوشش کیجیے، بہت بڑی سعادت ہے، ایک قاری صبح جب اپنے درجہ میں بیٹھتا ہے اللہ کے کلام سے اپنی صبح شروع کرتا ہے، اس کی صبح اللہ کے کلام ہی سے شروع ہوتی ہے، کتنی بڑی سعادت ہے، کیا ہماری نیکی ہے! کیا ہم نے اس کے لئے اللہ سے مانگا ہے؟ یہ محض اس کی کرم فرمائی ہے، ہم تو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جو اس فن میں لگے ہوئے ہیں، انہیں چاہیے کہ درس گاہ میں جانے سے پہلے اللہ کا شکر ادا کریں، اللہ تیرا احسان ہے، کیا استعداد ہے کچھ نہیں، یہ آپ کی ستاری ہے، کرم فرمائی ہے، اور جب دن بھر کام کر کے یہاں سے جائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے، اللہ مجھے اور آپ کو اس فن کے پیچھے پاگل پنے کی محنت کرنے کی توفیق

عطا فرمائیں، اپنے آپ کو کھپا دینے کی توفیق عطا فرمائے، میں آپ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں، آپ کی محنتوں سے ہمیں بڑی امیدیں بندھ رہی ہیں اور انشاء اللہ ثم انشاء اللہ وہ دن قریب ہے کہ یہ پورا خطہ جو ۳۰ ؍سال پہلے اس فن سے بالکل کورا سمجھا جاتا تھا، ہم اپنے کسی ساتھی سے عرض کررہے تھے کہ ہمارے طالب علمی کے زمانے میں پالن پور سے آئے ہوئے کسی طالب علم کے باب میں اساتذہ کبھی یہ نہیں سوچتے تھے، کہ اس کو مشق کرنا ہے، پالن پور کے طالب علم کے پاس آواز کبھی نہیں ہوسکتی تھی، آواز اور پالن پور کبھی دونوں جمع نہیں ہوسکتے تھے، لیکن الحمد للہ آپ کی محنتوں نے آپ کی بیداری نے، آپ کے اساتذہ کی جان کھپائی نے بدل دیا، کتنے بہترین آواز کے طلبہ یہاں موجود ہیں، کتنی اچھی آواز ہے، کیا آپ نے اتنی اچھی آواز پانے کے لئے بارگاہِ خداوندی میں کبھی ہاتھ پھیلایا ہے؟ یہ تو آپ کو ایسے ہی انعام میں ملا ہے، بس صرف اب آپ کا کام یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے ملے ہوئے انعام کی قدر جانیں، اس کی قدر پہچانیں، اللہ آپ کے علم وعمل میں خوب برکت عطا فرمائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین﴾

بیان (۱۴)

روزِ قیامت نعمتوں کے بارے میں سوال

جامعہ حقانیہ کٹھور ﴿سورت﴾

تفصیلی فہرست

الحمد للّٰه وکفیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: أما بعد فاعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم ،ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم .صدق اللّٰه العظیم.

دینی مجالس میں شرکت باعث نجات ومغفرت

قابل صد تکریم ،اساطین علم وفضل، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! کس عبارت میں ہم رب کریم کا شکر بجالائیں، کہ اس ذات نے ہمیں اور آپ کو کتنی بڑی انسانیت میں سے اپنے کلام پاک کی حفاظت کے لئے منتخب فرمایا، اور پھر اس بابرکت محفل اور اس نورانی اور روحانی مجلس میں دیر تک بیٹھ کر اس کے کلام کو سننے کی توفیق سے نوازا، یہ درحقیقت ہماری زندگی کا بہت بڑا سرمایہ ہے، یہی وہ ساعات ہیں اور یہی وہ مجالس ہیں کہ رب کریم کے یہاں ان میں سے کسی ایک کو شرف قبول حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ ہمارے اور آپ کے لئے ذریعۂ نجات ثابت ہوتی ہے، ہم یہاں کے ارباب انتظام اور حضرات اساتذہ کرام کے تہہ دل سے ممنون ہیں، شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی بابرکت مجلس میں شرکت کے لئے ہمیں یاد فرمایا، جس میں ہمارے ان عزیزوں نے اپنے سال بھر کی کاوشوں کے نمونے منظم اور کامیاب انداز میں پیش کیں۔

ہماری دوہری ذمہ داری

میرے عزیزو! مدارس اسلامیہ درحقیقت علوم نبویہ ﷺ کی حفاظت اور اس کی اشاعت وتحقیق کے اصل مراکز ہیں، امت قرآن کریم کی تلاوت اور تلاوت میں اس کے آداب بجالانے کی مکلف ہے، لیکن ہم اور آپ اس سے بخوبی واقف ہیں کہ

امت کے لئے قرآن کریم کی تصحیح، اور اس کے تلفظ کی صحت کا خیال اور اس کی رعایت جو اس کے ذمہ ہے وہ بقدر ضرورت ہے، لیکن ہماری اور آپ کی مسؤلیت یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی لسانِ بابرکت نے الفاظ قرآنی جس کمال و مہارت اور جس نفاست ونزاکت کے ساتھ ادا فرمائے ہیں ان ساری نزاکتوں، نفاستوں اور معیار کی اسی بلندی کے ساتھ الفاظ قرآنی ادا کریں، اسی وجہ سے یہ ساری محنتیں ہورہی ہیں کہ ایک بچہ جب کسی ادارے میں داخلہ لیتا ہے، وہ اپنے اساتذہ کے یہاں حاضر ہوتا ہے تو استاذ اولاً حروف تہجی سے اس کی زبان کو ٹھیک فرماتے ہیں، اس کو حروف تہجی پڑھاتے ہیں اور منشا یہ ہوتا ہے کہ مفردات میں حروف تہجی کی مشق کی وجہ سے، اس کے لئے مرکبات میں قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیں صحیح اور آسان ہوجاتی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ جب ہم مفردات میں مشق کریں تو پورا کان بن کر استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوں۔

مشق کے باب میں طلبہ کا استغناء

میرے بھائیو! یہ دور ملاوٹ کا دور ہے اور ہم اور آپ اس سے واقف ہیں کہ کسی بھی چیز کو اگر اس کی اصلی صورت یا خالص انداز میں تلاشنا ہو تو فی زمانا مشکل ہے، کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ ملاوٹ ہوتی ہی ہے، چونکہ یہ دور ملاوٹ کا ہے تو اس دور سے ہم اور آپ متاثر ہیں اور ہمیں اس کا احساس بھی ہے، اور آپ بھی اس کا تجربہ رکھتے ہوں گے کہ طلبۂ عزیز اپنے استاذ محترم کی ادا کے کچھ فیصد ۶۰/۷۰ فیصد حصہ کی نقل اتارتے ہیں اور باقی حصہ کی نقل سے اپنے آپ کو مستغنی خیال کرتے ہیں۔

صحتِ تلفظ مشق کی اولین بنیاد

میرے بھائیو! یہ حروف قرآنی کی صحت جو میرے اور آپ کے ذمہ ہے، اتنی نقل اتارنے سے ہم میں کا کوئی بھی اپنی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں ہو سکتا، ضرورت اس کی ہے کہ ہم اور آپ تلفظ و اداء کو بکمالہ اپنائیں و اخذ کریں، اور بکمالہ کیا ہوتا ہے؟ جن کو ہم اور آپ کتابوں میں پڑھتے ہیں، عباراتِ کتب میں سرکار دو عالم ﷺ کا تلفظ، آپ کی ادائیں محفوظ ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اور آپ پورا کان بن کر استاذ محترم کے یہاں حاضر ہوں، چونکہ تجوید میں پہلا کام یا پہلی ضرورت ہوتی ہے کان کی، اس کے بعد ضرورت پڑتی ہے زبان کی، منہ کی، آپ نے کتابوں میں پڑھا ہوگا انما الاداء باستماع الآذان، ادا اسی طرح بنتی ہے، شاگرد اپنے استاذ کو پہلے سنتا ہے، سننے کے بعد اس ادا کو اپنے دماغ میں محفوظ کرتا ہے، اور پھر اسی محفوظ ادا پر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کرتا ہے، استاذ کے سانچہ میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے، یہ اس کا صحیح طریقہ ہے، ہم آپ عزیزوں سے اس کی گزارش کریں گے کہ تحسین قراءت بے شک مرغوب اور مستحسن ہے، لیکن اس سے زیادہ ضرورت اور اس سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے تلفظ، اور ادا کو بنانے کی۔

آپ ﷺ کی حکمت آمیز اصلاح

علامہ سخاویؒ نے اپنی کتاب ''جمال القراء'' میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ ایک شخص کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے، سرکار دو عالم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، آپ ﷺ استاذ اور شاگرد دونوں کو سننے کے بعد ہدایت فرما رہے ہیں، قوِّم لسانہ ثم علّمہ کہ آپ کا شاگرد آپ کے بتلائے ہوئے کے مطابق تلفظ

نہیں کررہا ہے، تلاوت نہیں کررہا ہے، لہٰذا اس کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کو ابھی آپ روک لیں، یہ آگے تلاوت نہیں کریں گے، پہلے ان کی زبان کو ٹھیک کرائیے، قوّم لسانہ ثم علّمہ، دیکھیں رحمۃ للعلمین ﷺ یہ توجیہ فرما سکتے تھے، کہ یہ بیچارہ مبتدی ہے اگر اس کو آج ہی روکا، ٹوکا جائے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے حوصلے پست ہو جائیں، اور کل سے آنا چھوڑ دے، لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو روا نہیں سمجھا، اور فرمایا ایسے نہیں! ان کو پڑھانا روک دیں، پہلے ان کی زبان ٹھیک کرائیے، ان کی زبان موٹی ہے اس کی گھسائی کی ضرورت ہے، قوّم لسانہ ثم علّمہ۔

قرآن کے نزول میں اہتمام

آگے فرما رہے ہیں فو الّذی نزلہ لم یلحن فیہ کہ وہ ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا ہے اس نے اس کی تلاوت میں پورا اہتمام کیا ہے کہ کسی طرح کی کوئی کمی اور کسر رہنے نہ پائے، ولا الّذی نزل بہ حضرت جبرئیلؑ قرآن شریف لے کر تشریف لائے اور آپ نے بھی قرآن کریم کے الفاظ کے باب میں ایسا اہتمام فرمایا کہ کسی طرح کی کوئی غلطی خواہ جلی ہو یا خفی نہ ہونے پائے، آگے آپ ارشاد فرماتے ہیں ولا الّذی نزل علیہ اور جس ذات بابرکت پر قرآن کریم کا نزول ہورہا ہے اس ذات بابرکت نے بھی اس کا اہتمام فرمایا، اور اسی وجہ سے قرآن کریم میں ان علینا جمعہ کے بعد وقرآنہ فرمایا صرف جمعہ پر اکتفاء نہیں فرمایا، اللہ کے محبوب ﷺ نزول قرآن کے وقت اپنی زبان کو جو حرکت دیا کرتے تھے اس کی وجہ جہاں یہ تھی کہ جو آیات نازل ہورہی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آیت ذہن سے نکل جائے، یا کوئی لفظ نکل جائے، اس لئے آپ ﷺ تحفظ اور یاد رکھنے کی غرض سے

حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ چپکے سے تلاوت فرماتے تو اس سے اطمینان دلانے کے لئے اللہ رب العزت نے یہ ارشاد فرمایا ان علینا جمعہ اتنا کافی تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وقرآنہ بھی فرمایا، بعض لوگوں نے لکھا ہیں کہ وقرآنہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جہاں الفاظِ قرآنی کی حفاظت کا فکر آپ کو دامن گیر تھا، وہیں الفاظ کے تلفظ کا فکر بھی آپ کو دامن گیر تھا، تو اس باب میں اطمینان دلاتے ہوئے وقرآنہ فرمایا حاصل یہ کہ بھول جانے کی فکر کے علاوہ کیفیت تلفظ کا بھی آپ کو فکر تھا تو ان دونوں باب میں آپ کو تسلی دلانے کے لئے دو لفظ قرآن کریم میں ارشاد فرمائیں ان علینا جمعہ وقرآنہ۔

تلفظ کی ایک متعین مدت

میرے عزیزو! ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ہم اپنے تلفظ کو پورے طور سے نکھارنے اور سنوارنے کی کوشش کریں، تلفظ کے سنورنے اور نکھرنے کی ایک عمر ہوا کرتی ہے، ۱۴ رسال ۱۵ رسال ۲۰ رسال ۲۲ رسال بس! اس کے بعد تلفظ نکھر نہیں سکتا، اگر اتنی عمر میں کسی نے اپنے تلفظ میں کمال کی کوشش نہیں کی، تو یاد رکھیں، زندگی بھر چاہے کتنی مشق کرتا رہے گا لیکن بہت کم امید ہے کہ اس کی ادا سو فیصد صحیح ہو جائے اور کمال کو پہونچ جائے، آپ جس عمر میں یہاں تشریف لائے ہیں یہ آپ کے تلفظ کے بننے کی بہترین عمر ہے، اس کی قدر پہچانئیں، ان اساتذہ کی قدر جانئیں، کتنی بڑی دولت سے آپ کو سرفراز کیا جا رہا ہے اس لئے ضرورت ہے جب ہم حضرات اساتذہ کی خدمت میں پہونچیں تو پورا کان بن کر، جب ہم خود مشق کریں تو اپنی مشق کا پورا جائزہ رکھیں، دل و دماغ اپنی آواز پر سو فیصد رہیں، یہ ہمارے آپ کے سیکھنے کے لئے ہے، اس لئے

ضرورت ہے کہ ہم پورا کان بن کر استاذ محترم کی خدمت میں پہونچیں، ان کے بتلائے طریقہ پر جب ہم مشق کرنے بیٹھیں، اس وقت بھی آپ اپنی آواز، اور اپنی اداء پر پورا کان رکھیں۔

مجود کیسا ہوتا ہے؟

قاری جو ہوتا ہے بڑا احساس ہوا کرتا ہے اور جب تک اس کی حس میں تیزی نہیں ہے وہ ماہر فن نہیں ہوسکتا، وجدان اس کا کامل درجہ کا ہونا چاہیے کہ ایک باریک سے باریک چیز کسی اداء میں پائی جاتی ہے اس کا کان محسوس کرلینا چاہیے، اگر اس کی شنوائی میں موٹاپا ہے یا اس کی حس موٹی ہے وہ موٹی سے موٹی چیز کو نہیں سمجھ پا رہا ہے؟ وہ دنیا میں کبھی قاری نہیں ہوسکتا، مجود نہیں ہوسکتا، مجود کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حس تیز ہو، اس کا وجدان ایسا ہو کہ باریک سے باریک چیز ہوتی ہے وہ فوراً اس کی گرفت میں آجائے، وہ اس کو سمجھ لے، وہ اس کو پالے، پھر اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔

امام خلیل بن احمدؒ کے لطیف ذوق کا ایک نمونہ

ابھی ہم آتے ہوئے اپنے رفقاء سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے آبا کا وجدان دیکھیں، ان کی حس دیکھیں امام خلیل بن احمدؒ کے نام سے سارے لوگ واقف ہیں، ہمارے فارسی اول کا بچہ بھی یہ سمجھ رہا ہے کہ مخارج کی تعداد کا جو اختلاف ہے، اس میں ۱۷ روالا قول امام خلیلؒ کا ہے، یہ فن کے موجد ہیں اور بہت سے فنون کے موجد ہے، علم عروض جو اوزان ہیں اس کے موجد بھی آپ ہیں، یہ حضرات کیسا وجدان رکھتے تھے، کیا ان کا ذوق تھا، ان کی حس کس قدر بیدار تھی امام کے زمانہ میں ایک طبیب صاحب تھے آنکھوں کے ایک خاص مرض کا وہ علاج کرتے تھے، ایک نسخہ بناتے اور جب بھی وہ

مرض کسی کو لاحق ہوتا، آنکھ کی پریشانی میں کوئی مبتلا ہوتا، اس کو وہ نسخہ دیا جاتا جس سے وہ بفضل اللہ شفایاب ہو جاتا تھا، اتفاق کی بات تھی کہ وہ طبیب انتقال کر گیا، آنکھوں کے مریض اس نسخہ کی تلاش میں ہیں اور طبیب کا تو انتقال ہو گیا تھا، لوگوں نے سمجھا کہ یہ امام خلیل بن احمدؒ بہت بڑے امام ہیں، بڑے عالم ہیں، ان کے یہاں شاید یہ نسخہ مل جائے گا ان کے یہاں پہونچے، امام خلیل بن احمدؒ سے درخواست کی، کہ آنکھوں کے لیے آپ نسخہ تیار فرمائیں، امام صاحب نے فرمایا ہم یہ نسخہ نہیں جانتے، یہ تو طبیب کا کام ہوتا ہے، کہا ایک کام کیجیے طبیب صاحب کے گھر جائیں، ہوسکتا ہے جو نسخہ تیار کر کے مریض کو دیتے تھے شاید کسی پرچی میں وہ نسخہ لکھ رکھا ہو تو وہ پرچی لے آئیں، لوگ ان کے گھر گئے اور گھر والوں سے پرچی تلاش کرنے کا کہا مگر کہیں اس کا پتہ نہیں لگا لوگ بیچارے نامراد لوٹے اور امام خلیل بن احمدؒ سے عرض کیا کہ کوئی پرچی وہاں سے نہیں مل رہی ہے، تو امام خلیل بن احمدؒ نے فرمایا کہ اچھا ایک کام کیجیے وہ طبیب جس برتن میں نسخہ بنایا کرتے تھے، ان کے گھر والوں سے پوچھو کیا وہ برتن ہے؟ معلوم کیا، ہاں برتن موجود ہے، کہا کہ برتن لے آئیں، برتن وہ لے آئے دیکھئے امام کا وجدان، ان کا ذوق، ان کی حس، اس کو سونگھ رہے ہیں خوب سونگھنے کے بعد نسخہ میں جو اجزاء موجود ہیں جو چیزیں پڑی ہوئی ہیں، اس کو ایک کاغذ میں لکھ رہے ہیں، پھر سونگھتے ہیں پھر ایک چیز کو محسوس فرمایا، اس کو لکھا، بار بار سونگھنے پر سارے اجزاء آپ اس نسخہ کے نکالتے ہیں سوائے ایک جز کے، اور پھر بازار سے ان اجزاء کو منگوایا گیا اور نسخہ بنایا گیا، بنانے کے بعد مریضوں سے اسے استعمال کروایا گیا، اور اللہ نے ان کو شفا دے دی، قاری ایسا احساس ہوا کرتا ہے، پھر لکھا ہے کہ کچھ روز گزرنے کے بعد جب حکیم صاحب کے کتب خانہ کی تلاشی لی گئی، تو وہاں سے وہ پرچی مل گئی، دیکھا کہ امام

خلیل بن احمدؒ نے جو اجزاء سونگھ کر نکالے تھے، وہ تو موجود تھے لیکن ایک اور بھی تھا جس کو امام صاحب نہیں سمجھ پائے تھے، ہم آپ بھائیوں سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قاری صحیح معنیٰ میں اگر اپنے آپ کو قاری بنانا چاہتا ہے، مجود بنانا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ مشق کے لئے بیٹھے استاذ کے یہاں مشق کے لئے جائے تو پوری حاضر دماغی کے ساتھ، جب تک ہم اور آپ اس حاضر دماغی کے ساتھ کام نہیں کریں گے، وہ اداء جو لسان نبوت ﷺ سے نکلی تھی، اس کی پوری طور پر ہم اور آپ حفاظت نہیں کر پائیں گے، اسی وجہ سے دیکھئے ایک حرف صاد ہمارے یہاں لوگ اس کو پڑھتے ہیں ہونٹوں کو گول کر کے، یہ بالکل غلط ہے لیکن اس کے بعد بھی ہمارے یہاں ہوتا یہ ہے اگر اسی صاد کی ادا رکھنے والا تھوڑا سا اچھا لہجہ بنالیتا ہے تو لوگ اس کو داد تحسین دینے لگتے ہیں، کوئی ماشاء اللہ کہتا ہے، تو کوئی سبحان اللہ یہ بھی ذوق کی بات ہے۔

امانتوں کی حفاظت ہماری ذمہ داری

میرے بھائیو! ہم آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ آپ میں اور عوام میں بہت بڑا فرق ہے، ارباب مدارس کی بہت بڑی ذمہ داری یہ ہیں کہ ان اداؤں کو سو فیصد ہم اور آپ محفوظ رکھیں یہ امانتیں ہیں جن کو ہمارے اسلاف ہمارے حوالے کر کے تشریف لے گئے ہیں، ان امانتوں کا خیال ضروری ہے، پہلے تلفظ بنتا ہے تلفظ بننے کے بعد پھر اپنے آپ کو مشق کے اور لہجوں کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کیجیے، اگر تلفظ کے باب میں اس تیقظ سے کام نہ لیا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ عبارتِ کتب کچھ اور ہیں اور ہماری تلاوت کچھ، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مارکیٹ میں قسم قسم کے لہجے آرہے ہیں وہ جو پرانے لہجے تھے یوں سمجھیں کہ لہجوں کی روح تو وہی ہے لیکن اس کی بوڈی الگ

الگ کر کے پیش کی جارہی ہے۔

مدود کے باب میں ملا علی قاریؒ کا ایک قیمتی نوٹ

میرے بچو! اس کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھنا ہے، اور اس کو دھیان میں رکھیں کہ ایسے لہجوں کی آڑ میں چور دروازے سے بہت سی چیزوں کو داخل کیا جارہا ہے، اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، ہم دیکھتے ہیں ہمارا قاری یا، جن قراء کو ہم سنتے ہیں وہ جب کسی موقف پر مد عارض کے موقع میں وقف کرتا ہے اور جب اسے ایک لہجہ بنانا ہوتا ہے، تو پانچ الف سے بھی زیادہ کہیں مد کرتا چلا جاتا ہے، کیا اس کی اجازت ہے؟ نہیں، اجازت نہیں ہے، ''المنح الفکریہ'' دیکھیں ملا علی قاریؒ نے کیا لکھا ہے؟ قرآن کریم میں تلاوت کے دوران پانچ الف سے زیادہ مد کسی بھی جگہ نہیں ہے، اذان میں زیادہ سے زیادہ سات الف ہے اور وہ بھی ایک شافع المسلک مصنف کا ہے، اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ کوئی شافعی المسلک امام اگر کھڑا ہو جاتا ہے تو ہم میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حنفی المسلک امام موجود ہے تو ان سے کیوں نماز پڑھوائی جاتی ہے اس کے بالمقابل اذان کا حال یہ ہے کہ کوئی حنفی المسلک عالم اذان میں پانچ الف سے زیادہ کی اجازت نہیں لکھ رہا ہے، اور جہاں سات الف کی اجازت ہے تو وہ بھی شوافع سے ہیں لیکن اس کا استعمال سب کر رہے ہیں، یہ تو اچھا ہے، کہ ہمارے مؤذن کی سانس کی ایک حد ہوتی ہے، ورنہ وہ اتنا لمبا مد کرتے کہ پندرہ، بیس الف تک مد ہی ہوتا رہتا پھر بھی اس کو تسکین ہی نہ ہوتی اور وہ کھینچتا چلا جاتا، میرے بچو! اس کا نام فن نہیں ہے، مدارس میں تو فن سکھایا جاتا ہے، مدارس تو مراکز تحقیق ہیں، یہاں کسی بھی مسئلہ کے سارے نواحی کو ملحوظ رکھ کر گفتگو کی جاتی ہے، شاید گفتگو لمبی ہورہی ہے ہم،

آپ عزیزوں کو بہت دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، بہت اچھی کاوش آپ نے پیش کی ہے بعض بچوں نے تو بہت ہی اچھا پڑھا، اللہ آپ کے علم وعمل میں خوب برکت عطا فرمائیں یہ شعبہ کی ترقی کی علامت ہے، حضرات اساتذہ کو بھی اللہ اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائیں، ادارے کو ہر طرح کی ترقیات سے نوازیں، اور ہر طرح سے حفاظت فرمائیں، ضرورت اس کی ہے کہ اس ذات نے تو ہمارا اور آپ کا انتخاب فرمایا ہے اور یہ اسی انتخاب کا نتیجہ ہے ورنہ لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں کہ رات کی اس اندھیری میں نہ معلوم کن کن واہی تباہی میں ہوں گے اور اپنے آپ کو رحمت خداوندی سے کس قدر دور کر رہے ہونگے لیکن اس کی توفیق اور اس کی کرم فرمائی ہے کہ اس ذات نے مجھے اور آپ کو کیسی نیک نسبت پر یہاں جمع فرمایا ہے، اگر رحمت خداوندی ایسی مجالس کی طرف متوجہ نہ ہوگی تو کس کی طرف متوجہ ہوگی؟ شکر بجالائیں، اور اس کے انتخاب کی لاج رکھنے کی کوشش کیجیے اللہ ہمیں اور آپ کو صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین﴾

بیان (۱۴)

کتاب اللہ کی تلاوت پر رحمت کا نزول

جامعہ نور العلوم گٹھامن ﴿پالن پور﴾

تفصیلی فہرست

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: أمابعد: روی عن النبی ﷺ ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ یتلون کتاب اللّٰہ ویتدارسونہ الّا حفّتھم الملائکۃ الی اٰخر، أو کما قال علیہ الصلاۃ والسلام.

حضرات علماء کرام، اور میرے عزیز بھائیو! کوئی خطابت مقصود نہیں ہے، آپ بچوں سے دو چار باتیں جس کو ہم نے محسوس کیا ہے، اس کو عرض کرنا ہی مقصود ہے، آپ سے یہ جو مختصر ملاقات ہوئی، تو دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا، کہ ان بھائیوں کے ساتھ دو چار منٹ کی مجلس میں کچھ ایسے مذاکرے ہونے چاہیے جو میرے اور آپ کے لئے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ مفید ثابت ہوں گے۔

دور نبوی ﷺ کے شیخ القراء

بچو! آپ اور ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس دنیا کا وہ فرد، یا وہ شخص جس کے باب میں اگر پورے یقین کے ساتھ یہ کہہ دیا جائے، کہ اس کو اللہ رب العزت کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی توجہ حاصل ہے، تو بھلا بتائیں کہ اس سے زیادہ اور خوش قسمت اور کون ہوسکتا ہے؟ اگر کسی کے باب میں پورے یقین کے ساتھ، پورے جزم کے ساتھ یہ کہہ دیا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے محبت فرماتے ہیں، دنیا میں اس سے بہتر فرد کوئی نہیں ہوسکتا، اللہ کا شکر ادا کیجیے، علامات ایسی ہی ہمارے ساتھ ہیں، الحمد للہ ثم الحمد للہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ صحابہ کرامؓ میں ایک امتیازی شان کے حامل تھے، قد کوئی بہت بڑا نہیں تھا، رنگ ان کا سانولا تھا لیکن اللہ رب العزت نے ان کو عجیب و غریب دولت سے نوازا تھا، اور وہ دولت کیا تھی، گلا اتنا شاندار اور آواز اتنی عمدہ، جب

اللہ کے محبوب ﷺ نے آپ کو سنا تو فرمایا لقد أوتيت مزماراً من مزامير ال داؤد.

حضرت داؤدؑ کا معجزہ

حضرت داؤدؑ انبیاء کرام میں کے ایک معزز نبی ہیں، اور سنت اللہ اور عادت اللہ یہ رہی ہے، کہ ہر نبی کو معجزہ عنایت فرمایا گیا، حضرت داؤدؑ کو جو معجزہ عطاء ہوا تھا وہ خوش آوازی تھی ولقد اتينا داود منا فضلا کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں فضلا سے مراد آپ کو عنایت کی گئی خوش گلوئی اور آواز تھی، لکھا ہے کہ یہ جو باجے ہیں، میوزک ہے، ہارمونیم ہے، یہ ساری چیزیں بیک وقت آپ میں پائی جاتی تھیں، اور ان کا حال یہ تھا کہ جب آپ زبور کی تلاوت فرماتے، تو اڑتا پرندہ رک جاتا، پہاڑ جیسی جامد چیز بھی وجد میں آجاتی، یہ ان کی تلاوت کا حال تھا، یہی وجہ ہے کہ روز قیامت اہل جنت کو جنت کی جن جن نعمتوں سے نوازا جانے والا ہے، ان میں سے ایک عظیم نعمت یہ بھی ہے، کہ حضرت داؤدؑ سے تلاوت سنائی جائے گی، معلوم ہوا کہ یہ جنت کی نعمتوں میں کی ایک نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے جس کو بھی نوازا ہو اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تلاوت پر حضرت عمرؓ کا زارو قطار رونا

جناب نبی کریم ﷺ نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو سنا، تو فرمایا کہ حضرت داؤدؑ کو خوش گلوئی کا جو حصہ عطا کیا گیا تھا، ان میں کا کچھ حصہ آپ کی قسمت میں بھی آیا، ان کی تلاوت کا حال یہ تھا کہ حضرت عمرؓ انہیں بار بار درخواست فرماتے ذكرنا ربنا يا ابا موسى' اے ابوموسیٰ! تم ہمیں اپنے رب کی یاد دلاؤ، چنانچہ وہ تلاوت شروع

فرماتے اور حضرت عمرؓ اللہ کی یاد میں ڈوب جاتے اور دیکھا جاتا تھا کہ جب ان کی تلاوت ختم ہوتی تو حضرت عمرؓ زاروقطار روتے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اس ادارے میں، ویسے درسگاہ چھوٹی سی معلوم ہورہی ہے، لیکن بہت بڑی نعمت ہے جس سے آپ کو سرفراز کیا جارہا ہے، اللہ رب العزت ایسے کلام کو خوب دھیان سے، شوق سے سنتے ہیں، کل ہم نے کسی مجلس میں کہا تھا کہ لوگ دعاؤں میں روتے ہیں، آہ وزاری کرتے ہیں، اور زور زور سے چیختے ہیں، کہ اللہ آپ کی تھوڑی توجہ ہمیں نصیب ہوجاتی تو ہمارا کام بن جاتا، آپ کی ذراسی توجہ سے ہماری ساری حاجات پوری ہوجاتیں، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ آپ کے پاس تو ایسی نعمت ہے آپ ذراسی قرآن کی تلاوت اللہ کی رضا کے لئے شروع کریں تو اس کی توجہ کے آپ مرکز بن جاتے، اس کی رحمت آپ کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے، کتنی بڑی دولت ہے جو آپ کے حصے میں آئی ہے، حضرت سالمؓ کو جب نبی اکرم ﷺ نے رات میں سنا، صبح میں جب ان کی ملاقات ہوئی تو فرمایا الحمد للّٰہ الذی جعل فی أمتی مثل ھذا حضور ﷺ نے ان پر فخر فرمایا، حضور ﷺ کی خدمت میں اور آپ کی صحبت میں کتنے لوگ تھے، لیکن حضرت سالمؓ کی تلاوت کی عمدگی اور ان کی خوش الحانی، ان کی تلاوت کا شوق، اور صوتی درد کے پیش نظر ان سے کہا گیا، کہ اتنی اچھی تلاوت کرنے والے لوگ میری امت میں موجود ہے، معلوم ہوا کہ پرسوز تلاوت کرنے والے لوگ قابل فخر کہلاتے ہیں، اور فخر کون کررہا ہے؟ سرکار دوعالم ﷺ۔

اساتذہ آپ کے مخلص اور ہمدرد معالج

مجھے آپ بچوں سے جو بات عرض کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ توجہات ربانی کا

مرکز بن سکتے ہیں، رحمت خداوندی کا مورد بن سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ مشق کو کو اپنایا جائے، اس کے لئے اسباب اختیار کئے جائیں، منجملہ اسباب میں ایک بنیادی سبب اچھا گلا، اچھی آواز، لہجے کا سوز، ایسے مربی یہ سب اسباب تو الحمد للہ ثم الحمد للہ میسر ہیں، اب صرف یہ ہے کہ آپ اپنے اوقات عزیز کی قدر جانیں، یہ جو حضرات آپ کے مستقبل کو سنوارنے میں مصروف ہیں، یہ جتنی قربانیاں دے رہے ہیں، جو اتنی جفاکشی سے کام لے رہے ہیں، کیا انہیں آرام پسند نہیں ہے؟ انہیں بستر پسند نہیں ہے؟ انہیں دوستوں کی محفل پسند نہیں ہے؟ آج خلق خدا کتنی بڑی تعداد میں ہیں، لیکن یہ جو حضرات ہیں، دوستوں کی محفل کو، اپنے آرام کو، آپ کی تعمیر کے لئے قربان کئے ہوئے ہیں، آپ کے مستقبل کو سنوارنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی یہ کوششیں، ان کے مذاکرے، ان کی فکریں، ان کی دعائیں، ان کی عرق ریزی، ان کا جو پسینہ بہتا ہے وہ کس کے لئے بہتا ہے، آج کس کو دوسرے کا فکر ہے؟ ہر ایک کو اپنا فکر لاحق ہے، یہاں روح کی تربیت کی جارہی ہے، الحمد للہ روحانی غذا دی جارہی ہے اور جسمانی غذا بھی مل رہی ہے، یہ اساتذۂ کرام، یہ مخلصین، اور یہ ہمارے ہمدرد، اور ہمارے مستقبل سے دلچسپی رکھنے والے لوگ، جو ہماری تربیت میں مصروف ہیں، اگر ہم سے ایک گھنٹے کے ایک ہزار روپے بطور فیس کے مانگے، کیا ہم سے ممکن ہوگا، ہم ۱۰۰ روپے نہیں دے سکیں گے، اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ ساری چیزیں مفت میں آپ کے حصے میں آرہی ہیں، کم از کم اتنا کیجیے ہر نماز کے بعد اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھائیں، اور اپنے اس جامعہ کے لئے، اپنے ان اساتذہ کے لئے، اللہ سے دعاء کیجیے، اور ان کا ساتھ نبھائیں، جن لوگوں نے اساتذہ کے در غلامی کو اپنے لئے شرف خیال کیا ہے، اور جنہوں نے اساتذہ کے در کی غلامی کرتے کرتے اپنی طالب علمی کی عمر کو مکمل کیا ہے،

اللہ نے ان کو کیسی کیسی نعمتوں اور عزتوں سے نوازا ہے، آپ ابھی اس عمر میں اس کا تصور نہیں کر سکتے، لیکن جن کو آپ آج دنیا میں معزز دیکھ رہے ہیں، جن کی مقبولیت ہے، یہ کیا ہے؟ اساتذہ کے در کی غلامی کا ثمرہ ہے۔

اساتذہ باعث عز وشرف

بچو! یہ کرنا ہی ہوگا اگر آپ بھی چاہتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں آپ بھی معزز ہوں، تو اس راہ کو اپنائیں، ایک مرتبہ اپنا کے دیکھیں، اساتذہ کے در کی غلامی کا کیا صلہ ملتا ہے، کوئی مدرس کسی کا دشمن نہیں ہے، اگر کسی نے آپ کے ساتھ تھوڑی تنبیہ کر لی، کبھی وہ تھوڑی سختی سے پیش آ گئے، ان کا منشا کوئی دشمنی نہیں ہے، ہمارے استاذ تو ہمیں تدریس کے دوران ہر ہفتے نکال دیتے تھے، جاؤ اب معافی مانگو، بار بار معافی مانگتے، اتنی معافی مانگتے کبھی کبھی تو ایسا ہوا کہ ہفتہ بھر معافی مانگنے کے بعد بھی معافی نہیں ہوئی تو ہمیں معافی نامہ تحریر کرنا پڑتا لکھنا پڑا، ہم جاتے معافی کے لئے استاذ ایک کروٹ لیٹے ہوئے ہیں ہم سامنے بیٹھ کر معافی طلب کر رہے ہیں، استاذ کروٹ بدل دیتے ہیں، پہلو بدل دیتے ہے، رو رو کے معافی مانگ رہے ہیں، کیا ضرورت تھی؟ انہیں کیا ملا؟ معافی سے انہیں کچھ نہیں ملا، جو کچھ ملا ہمیں ملا، الحمد للہ ثم الحمد للہ آج ہم اس کو اپنے لئے شرف خیال کرتے ہیں، ہم ان کو یاد کرتے ہیں ہمیں اس کا افسوس ہے کہ ہم ان کی کوئی خدمت نہیں کر سکے جو کچھ ہے وہ ان کی تلخیوں کا صلہ ہے۔

جملہ علوم وفنون کے ساتھ یکساں سلوک

بچو! استاذ کے یہاں معافی کو بھی شرف خیال کیجیے، محنت میں لگ جاؤ، اپنے اوقاتِ عزیز کی قدر جانو! جتنے فنون اور جتنے مضامین آپ سے متعلق ہیں سب کو

یکساں اہمیت دو، سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو، آپ دوسری کتابوں کے اسباق میں جارہے ہیں اس میں بھی اتنا ہی شوق سے جائیں، جو لڑکے مشق کررہے ہیں، ان کی خدمت میں ہم ایک بات عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے یہ طے کریں کہ دنیا میں جو اصول ہیں اس کو آپ کو اپنانا پڑے گا، سر چڑھانا پڑے گا، اصول دنیا کا یہ ہے کہ کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑے گا، دنیا میں جو تاجر ہیں، جن کو آپ دیکھتے ہیں، ان کے پاس خوب مال و دولت ہے، ایسے نہیں آجاتا، وہ صبح سے شام تک اپنے بچوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اپنا گھر بھول جاتے ہیں، اپنا بستر بھول جاتے ہیں، ان کو دوپہر کا کھانا بھی ٹھیک سے نصیب نہیں ہوتا، جب وہ شام میں لوٹتے ہیں تو جیب بھری ہوتی ہے، تو کچھ بندے ایسے ہیں کہ سب کچھ قربان کرنے کے بعد بھی شام میں خالی ہاتھ لوٹتے ہیں، کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی توجہ آپ کو حاصل ہو، تو کچھ چیزیں آپ کو قربان کرنی پڑے گی، شاید آپ کا علاقہ ایسا ہے جس میں تمباکو وغیرہ کھایا جاتا ہے، آپ کے یہاں یہ طلبہ تو مجھے کچھ معلوم نہیں، کیا آپ لوگ تمباکو کھاتے ہو، یا نہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ کھا رہے ہیں، اس لئے کہ یہ اگر نہیں کھاتے ہوتے تو اولِ وہلے میں انکار کر دیتے، اور انہوں نے انکار نہیں کیا، ماشاء اللہ ان کی راستی و سچائی کی بات ہے، ہم اس کی قدر کرتے ہیں، بڑی بات ہے ورنہ طالب علم جھوٹ بھی بول سکتا ہے، اس سچائی پر ہم آپ کو گلے لگاتے ہیں۔

مشق کے لئے مضر اشیاء

لیکن بچو! یاد رکھو، تمباکو اور مشق یہ کبھی جمع نہیں ہوسکتے، تمباکو اور مشق یہ کبھی جمع

نہیں ہوں گے، یہ یاد رکھیں، اگر جمع ہو بھی گئے تو دو چار سال سے زیادہ اس کی عمر نہیں ہے، ویسے بھی گجراتی اور ہندوستانی کی مشق کی عمر ۳۰ ر سال ۴۰ ر سال سے زیادہ نہیں ہے لیکن اگر کسی کو اللہ نے مشق میں اچھا ذوق دیا ہے، حساس ہے، تو وہ اپنی مشق کی عمر کو طول بھی دے سکتا ہے، ناممکن بھی نہیں ہے لیکن اگر تمبا کو کی عادت ہے، ٹھنڈے پانی کی آپ کو عادت ہے، پکوڑے کھانے کی عادت ہے، یہ ساری چیزیں مشق کے لئے زہر خیال کی جاتی ہیں، ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے جو مشق کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے کبھی نہیں ہو سکتی، گٹکھا بھی کھاتے ہیں، کیا ملتا ہے گٹکھے سے؟ جو لوگ گٹکھا نہیں کھاتے وہ مر جاتے ہیں؟ یہ سارے آپ کے اساتذۂ کرام ہیں جو گٹکھا نہیں کھاتے، وہ سب الحمدللہ زندہ ہیں، اچھے ہیں، اچھی صحت میں ہیں، صحت کے پیچھے محنت کرو، اچھا جسم ہوگا، آپ اچھی مشق کر سکیں گے، اگر آپ اچھے مشاق بننا چاہتے ہیں، تو بنیادی طور پر جیسا کہ ہم نے کہا کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے، جن چیزوں سے ہاتھ دھونا ہے جن چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے ان چیزوں کو سمجھ لیجیے وہ کیا ہے (۱) آپ کے ماحول کے مطابق تمبا کو (۲) وہ پان جس میں چھالی پڑتی ہو یعنی سوپاری وہ کبھی نہیں چل سکتی، سونے سے پہلے گھی کبھی استعمال نہیں کریں گے، اس لئے کہ یہ گھی کا علاقہ ہے، یہ بہت اہم چیزیں ہیں، غلط صحبت، غلط دوستی یہ مشق کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، یہ یاد رکھیں، اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ قرآن کی تلاوت ہو اور رحمت خداوندی اس کی طرف متوجہ ہو، تو اس کو روزِ اول سے غلط صحبت سے چھٹی کر دینی چاہیے، اور صرف اس کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ حصولِ علم دین کے لئے جو بھی آیا ہے غلط صحبت اس کے لئے زہر ہے، غلط صحبتیں غیرتِ خداوندی کو چیلنج کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے بڑی دولتوں سے نوازا ہے، اتنا اچھا ماحول عنایت فرمایا ہے، اور وہ اس کے بعد بھی

بری صحبت میں رہتا ہے، یوں سمجھیں کہ وہ اللہ کی ذات کو چیلنج کرتا ہے، جاؤ کیا کر سکتے ہیں، نعوذ باللہ ثم استغفر اللہ۔

مشق کے لئے مفید اشیاء

لڑکو! ایسی صحبت میں بیٹھنا تو در کنار، اس جگہ سے گزرنا بھی اپنے لئے گناہ خیال کیجیے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، چونکہ یہ مدرسہ کا ماحول ہے، اور یہ امراض مدرسہ سے ہے، اس لئے آپ سے عرض کرتے ہیں کیا کرنا، کیا کھانا ہے، آپ دودھ استعمال کیجیے، چنا استعمال کیجیے، اور روٹی تو مدرسہ میں پکتی ہی ہے، لیکن چوری نہیں کریں گے، جیب میں اس کو نہیں لائیں گے، اجازت سے لائیں گے، اس روٹی کو دھوپ میں سوکھا دیجیے، جب وہ بسکٹ کے انداز کی ہو جائے، رات میں سوتے وقت اس کو کھالیا کرو، چبالیا کرو پھر کلی کر کے سو جاؤ، پانی نہیں پیتے، چنے رات میں پھانک لیا کرو، پھر پانی نہیں پیتے، پھر آپ کا گلا دیکھیں، سستہ سودہ ہے، یہ روٹی کتنے روپے کی آتی ہے، ہزار روپے کی؟ چنے کتنے روپے کے آئیں گے، پانچ روپے، سستی چیزیں ہیں لیکن نفع اس کا کتنا ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم اچھے مشاق بنیں، ہم بھی آپ کے لئے دعاء کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو مشق کی دولت سے نوازے، قراءت کا فن یہاں سے اجاگر ہو یہاں سے فراغت پانے والا، فضیلت حاصل کرنے والا طالبِ علم قراءت کی بہترین دولت سے بھی مالا مال ہو کر جائے گا۔

مشق کے لئے مزید کوشش کی ضرورت

اس کے لئے مزید جو کوششیں کرنی ہیں، وہ یہ ہیں کہ بہترین قراء کی کیسٹ آپ کے کانوں میں ہو، ہم نے آپ کے اساتذہ کرام، منتظمین سے مشورہ کیا ہے کہ آپ تو

خود ٹیپ کو استعمال نہیں کریں گے، مگر جب مدرسہ آپ کو سنائے تو دھیان سے سنیں گے، ان قراء کے انداز پر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کیجیے، اللہ نے ان کو کتنا عمدہ انداز دیا ہے، ابھی قاری صاحب تلاوت کر رہے تھے، حالانکہ مختصر رکوع تلاوت کیا لیکن آپ نے دیکھا، ادا کیا ہے؟ آواز کیا ہے؟ لہجہ کیا ہے؟۔

ضیاع وقت سے اجتناب

لڑکو! ایک طویل عرصہ سے آدمی پورا شوق بن کر اس کے پیچھے پاگل بن جاتا ہے، پاگل پنے کی محنت جب تک نہیں ہوگی، وہاں تک یہ چیزیں پیدا نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں، خاص کر کے مشق کرنے والے بچے، میری ان باتوں کو نوٹ کریں، وہ اللہ کے اس عطیہ کی قدر جانیں، باقی جو بچے ہیں جن کو دوسری نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہیں، مثلاً کسی کو ذکاوت دی ہے، کسی کو ذہن دیا ہے، کتب بینی کی صلاحیت دی ہے، مطالعہ کا ذوق ان کو دیا ہے، وہ اپنی ان نعمتوں کی قدر کریں، اساتذہ سے مل جل کر مطالعہ کریں، بجائے اس کے کہ وہ رات کو گپ شپ کریں اور اگر آپ کتابوں کے مطالعہ سے تھک گئے ہیں تو تسبیح لیجیے اور درود پڑھتے پڑھتے سو جائیں، لیکن کہیں بیٹھنے والی بات ختم کیجیے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں، ہم کو تو آپ کے ساتھ مذاکرہ ہی کرنا تھا ہم تو یہ چاہ رہے تھے کہ صرف طلبہ کے ساتھ بیٹھ جائیں اور ان سے اس طرح حلقہ لگا کر بات کر لیتے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں، ہم سب کو اپنے دین متین کی خدمت کے لئے زندگی کے آخری سانس تک قبول فرمائیں، یہ ہمارے لئے بہت بڑے شرف کی بات ہے، اس دنیا میں نہ معلوم کتنے لوگ آتے ہیں، اور جاتے ہیں ہر ایک کا ایک وقتِ موعود ہوتا ہے کوئی ۷۰/

سال کی عمر لے کر آتا ہے، تو کوئی ۶۰ رسال کی عمر لے کر آتا ہے، عمر ختم ہوتی ہے وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے لیکن بعض جانے والے دین متین کی خدمت کے ساتھ جاتے ہیں، اللہ کی رضا کے ساتھ جاتے ہیں کچھ ایسے اسباب لے کر جاتے ہیں، جس کی بنا پر ایسی امیدیں کی جاتی ہیں کہ اللہ کے یہاں ان کی معافی ہو جائے گی، جب وہ جاتا ہے تو وہ قابل رشک ہوتا ہے، لوگ اس کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، کہ بھائی اس نے بہت کچھ کیا ہے، اس نے اتنی خدمت کی ہے، اللہ کرے ان قابل رشک لوگوں کی فہرست میں ہمارا آپ کا نام بھی درج ہو جائے اللہ کی فہرست میں خدامِ دین کی حیثیت سے، خدام قرآن کی حیثیت سے، حاملین قرآن کی حیثیت سے، ہمارا نام درج ہو جائے، یہ بہت بڑا شرف ہے، اتنی بڑی دولت لے کر دنیا سے ہر کوئی نہیں جاتا، اللہ کریں یہ نعمتیں ہمارے آپ کے حصہ میں آجائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

اللہ اکبر اللہ اکبر

بیان (۱۵)

قرآن کریم کا نزول اور اس کی حفاظت

جامعہ فیضان القرآن ﴿ احمد آباد ﴾

تفصیلی فہرست

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى اله و أصحابه وأجمعين أما بعد : فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحيم انا نحن نزّلنا الذكر وانا له لحافظون : صدق الله مولانا العظيم۔

توفیق خداوندی ایک اہم دولت

گرامی قدر قابل صد تکریم، اربابِ علم و فضل، اصحابِ معرفت، سرکار دو عالم ﷺ کے معزز مہمانو! ہم اپنی قسمت پر جتنا ناز کریں کم ہے، ہم اس کو اپنے لئے سعادت اور فخر خیال کرتے ہیں اور بارگاہِ قدس میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو خود سراپا شکر خیال کرتے ہیں کہ اس ذات نے ہمیں اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود ایسی نیک صحبتوں سے وابستگی عنایت فرمائی، بہت بڑی دنیا ہے، بہت سارے لوگ ہیں، بہت سارے اسباب انہیں مہیا ہیں لیکن توفیقِ خداوندی کی دولت ان کے حصے میں نہ آنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ کا منادی پانچ وقت اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے پھر بھی لوگ مسجد سے کوسوں دور رہتے ہیں، اور ہماری آپ کی قسمت ہے کہ الحمد للہ کافی دیر تک ان مہمانانِ رسول ﷺ اور ان معصوموں کی زبان سے اللہ کے کلام کو کتنا عمدہ سن رہے تھے، کتنے عمدہ انداز میں ہمارے یہ عزیز اللہ کے کلام کو تلاوت کررہے تھے، ہم بیٹھے بیٹھے یہ سوچ رہے تھے کہ ان بچوں نے اپنی اس قراءت کو سنوارنے نکھارنے اور اس کی تحسین کے لئے نہ معلوم اپنے گلوں کو کتنا کھپایا ہوگا، اپنے اساتذۂ کرام کی تلخیوں کو کتنا جھیلا ہوگا، اپنے آرام کو کتنا چھوڑا ہوگا؟۔۔

قرآنی آیات ایمان میں ترقی کا موجب

میرے بچو! ہم آپ کو بتلانا چاہ رہے ہیں کہ یہ ان درس گاہوں کی برکت ہے اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اس نے اس توفیق سے نوازا ہے کہ کیسے نیک اور پاکیزہ ماحول میں، روحانی ماحول میں ہم اور آپ موجود ہیں، کچھ حضرات وہ ہیں جن کے حصے میں یہ دولت نہیں آئی ہے، ایک ایک نیکی کے لئے وہ ترستے ہیں ان کی دنیا ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے، کہیں کسی کو چین وسکون نہیں ہے اور اللہ کا شکر ہے کتنی دیر سے ہم بیٹھیں ہیں یہ بچے جب تلاوت کر رہے تھے، اللہ گواہ ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرب خداوندی کے درجات طے ہو رہے تھے، روحانی ماحول ہے ہم روحانی اعتبار سے الحمدللہ ترقی کر رہے ہیں ویسے بھی قرآن کریم کی آیت و اذاتلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا ایمان میں ترقی کا موجب ہوا کرتی ہیں اور پھر ایسے بچے تلاوت کریں اور وہ بھی عمدہ انداز میں ان کا تلفظ نکھرا ہوا ہے، اور ان بچوں نے معصومیت کی عمر کے باوجود لہجے کی نزاکت کو سمجھا اور پایا ہے، ہم آپ کو بہت ہی زیادہ مبارک باد پیش کرتے ہیں، آپ کے یہاں ہماری بار بار حاضری ہوتی ہے، آپ ہم سے واقف ہیں، آپ کا تعارف ہمیں ہیں، آج کی مجلس میں ہم نے خصوصی طور پر محسوس کیا ہے کہ آپ کے لہجے کا جو قالب ہے جو سانچہ ہے وہ بدل رہا ہے، اب آپ لہجے کے ایک نئے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال رہے ہیں الحمدللہ، آج کی اس مجلس میں آپ بچوں نے جن لہجوں میں تلاوت کیا ہے یہ وہ لہجے ہیں جس کو دنیا آج گلے لگا رہی ہے۔

اب ذوق بدل گیا ہے

میرے بھائیو! ہم ایک مرتبہ لکھنؤ گئے، ہمارے قاری (عبدالعزیز صاحب) بھی

ہمارے ساتھ تھے، ہم تو وہاں اس امید کے ساتھ گئے تھے کہ فرقانیہ ہندوستان میں ایک لمبے عرصے تک مرکزِ قراءت کی حیثیت سے رہا اور اس کو پورے ہندوستان میں قراءت کے باب میں ایک طویل عرصے تک مرکزیت حاصل رہی، وہاں مکۃ المکرّمۃ سے کئی لہجوں کے ماہرین حضرت قاری محمد صدیق صاحب میمن سنگھیؒ، حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ، حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحبؒ جیسے فن کے آفتاب ومہتاب تشریف لائے اور اپنا فیض جاری کیا جس کے نتیجے میں اس کو قراءت کے باب میں مرکزیت حاصل رہی، ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم تو اس امید کے ساتھ یہاں آئے ہیں کہ جو فرقانیہ کا امتیاز کہا جاتا ہے اور فرقانیہ کی جو قدیم روایت کہلاتی ہے ہم ان لہجوں کو یہاں سننے آئے ہیں، ہم آپ کو ان کا جواب سنانے کے لئے یہ قصہ پیش کر رہے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ قاری صاحب دنیا بدل گئی ہے، اب لوگ مارکیٹ دیکھ رہے ہیں، پرانے لہجے کے جو پرانے خریدار تھے اس وقت اس کی قیمت آیا کرتی تھی، اب تو خریدار بدل گئے ہیں لہٰذا مارکیٹ میں ان لہجوں کا کوئی خریدار نہیں رہا، ذوق بدل گیا، جب نسلیں بدلتی ہیں تو لہجہ بھی بدلتا ہے۔

کیف ایسی دولت ہے جو روپے پیسوں سے خریدی نہیں جاتی

اس وقت دنیا میں جو لہجے ہیں الحمدللہ آپ نے ان لہجوں کو اپنانا شروع کیا ہے آج آپ کی ان قراءتوں کو سن کر امید بنی ہے کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اس درس گاہ سے ایسے افراد تیار ہوں گے جو لہجوں کے باب میں لوگوں کی تسکین کا باعث ہوں گے، جن کے قرآن کو سن کر لوگوں کو کیف محسوس ہوگا، کیف ایسی دولت نہیں جو روپے پیسوں سے خریدی جاسکتی ہو، کیا معنیٰ کیف کا؟ جس میں آدمی بے خود ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو

بھلا دے اور اس کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگیں جس کی دل کی دنیا بدل جائے اور اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ رب العزت سے تعلق ہو جائے اور اس کی یادوں سے اس کا دل معمور ہو جائے، کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ بہت غریب ہیں آپ بچوں کے پاس وہ دولت ہے جو آپ مارکیٹ میں کروڑ روپئے لے جانے کے بعد بھی نہیں حاصل کر سکتے، بس دعاء کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خود اپنی قدر نصیب فرمائیں، اپنی قدر پہچاننا نصیب فرمائیں، عجیب بات ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں بڑی دولتیں ان کے حصے میں آئی ہے لیکن وہ ناسمجھی کی وجہ سے قدرت کے اس عطیات کو کبھی نہیں سمجھتے ہیں اور نہ کبھی ان عطیات سے اپنی ترقی کی کوشش کرتے ہیں۔

فن کی حفاظت ہماری ذمہ داری

میرے بھائیو! جو لہجے آپ نے اپنائے ہیں، اس میں آگے بڑھیں، ترقی کیجیے البتہ بطور مشورہ کے یہ عرض ہے، چونکہ اس وقت ہم بھی مدارس کا سفر کر کے آ رہے ہیں، وقت کی جو ضرورت ہے، اور جس چیز کو ہمیں اور آپ کو یاد رکھنا ہے، وہ یہ کہ ہم اور آپ اللہ تعالیٰ کی کریم ذات کی طرف سے فن کی حفاظت کے لیے منتخب ہیں، فن کی حفاظت ہمارے اور آپ کے ذمہ میں کی گئی ہے، یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھیں کہ سب سے پہلے اپنے تلفظ، اپنی اداء میں کمال پیدا کریں، ابھی آپ ہمارے قاری صاحب کو سن رہے تھے آپ نے محسوس کیا ہوگا، ہوش مند وہ بچے کہلاتے ہیں، جو اپنے بڑوں کے ساتھ سب سے پہلے اپنا انطباق کریں، کہ ہمارے بڑے اور ہمارے درمیان کتنا فصل ہے، کتنا بعد ہے، کتنا فرق ہے، وہ کیا چیزیں ہیں جو ان میں ہیں اور ہم میں ابھی تک نہیں آپائی ہیں، وہ سب سے پہلے

تلفظ کا کمال ہے، اداء میں کمال لانے کی کوشش کیجیے، لہجے اپنائیں آپ کی طبیعت اور آپ کے دل کا میلان جس لہجہ کی طرف ہے کوئی قید و بند نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ لہجہ ایسا ہو جس کی شریعت میں اجازت ہو، جیسا کہ ابھی ہم نے آپ سے عرض کیا کہ ہم کئی مدارس سے ہو کر آپ کے یہاں پہنچ رہے ہیں، اس وقت تھوڑی سی کمی ہے، جس کا ہمیں احساس ہوا، ایسا لگ رہا ہے کہ ہمارے یہ جو صحیح راہ سے تھوڑا سا ہٹے ہوئے ہیں ہمارا جو رخ ہونا چاہیے تھا، بزرگان دین نے اور اسلاف نے اور رجالِ فن نے فن کا جو خطہ ہمارے اور آپ کے سامنے پیش کیا ہے، ہم ذرا سے اس سے ہٹے ہوئے ہیں، وہ کیا ہے؟ لہجوں کی رغبت میں، اس کے شوق میں تھوڑی سی اصول شکنی ہو رہی ہے، مثلاً کبھی لہجہ نہیں بن رہا ہے یا جو لہجہ آپ چاہ رہے ہیں اس کو بنانے کے لئے مواقع قصر میں جہاں ایک الف مد ہوتا ہے، وہاں ہم دو دو تین تین الف مد کرتے ہیں۔

انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے

میرے عزیزو! دنیا میں جتنی نئی چیزیں ایجاد ہو رہی ہیں، سب کا استعمال شوق سے کیجیے، لیکن شریعت کے دائرے میں رہ کر، بزرگانِ دین کے خطے کو مدنظر رکھتے ہوئے لہجہ اپنائیں، اصل تو کیف ہونا چاہیے، لیکن ان لہجوں کو اپنانے میں اس کا اہتمام کیجیے، اتنا خیال رکھیں کہ ایسی کوئی اصول شکنی نہ ہونے پائے، ورنہ آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ایک طبقہ ہے جو اس وقت دنیا میں ترتیل کا مخالف بنا ہوا ہے، جن کو ترتیل سے مناسبت نہیں ہے، مناسبت نہ ہو کوئی حرج نہیں ہے لیکن انصاف کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹا ہوا ہے ان کی فہم تھوڑی خطا کر رہی ہے اور اس خطا کا انہیں احساس بھی نہیں ہے، اور وہ ترتیل کا انکار کر رہے ہیں آپ یہاں سے جب جائیں گے ابھی تو بہت

اچھا ماحول ہے یہاں اگر کسی کو کوئی سوال بھی ہوگا تو اپنے اساتذہ کرام کی طرف رجوع کر کے وہ اپنے اعتراض کو ختم کرے گا لیکن جب آپ ان چہار دیواری کو چھوڑ کر کہیں اور جائیں گے اور کسی مجمع میں آپ ترتیلا تلاوت کریں گے، اللہ کا کوئی بندہ جب آپ سے سوال کرے گا کہ یہ جو آپ ترتیل پڑھ رہے ہیں کہیں اس کا ثبوت بھی ہے؟ بہر حال یہ الگ موضوع ہے، ہم تو صرف آپ سے یہ عرض کر رہے تھے کہ ایک طبقہ ہے جو ترتیل کا مخالف ہے، اس بات کو سمجھیں کہ آخر انکار کی نوبت کیسے آئی؟ وہ ارباب دانش ہونے کے باوجود ترتیل کا انکار کیسے کر رہے اس پر بہت سے واسباب اور عوامل ہیں (۱) ان کے مزاج میں ترتیل نہیں ہے (۲) وہ ترتیل پر قدرت نہیں رکھتے، ان سے اگر کہا جائے کہ آپ کرسی پر بیٹھ کر مجمع کے سامنے ایک رکوع ترتیلا تلاوت کر دیں ان کے بس میں نہیں، انکار کے جہاں اور عوامل ہیں ایک سبب یہ بھی ہے کہ اصحاب ترتیل نے لہجوں کی وجہ سے جو آزادی اختیار کر رکھی ہیں اس آزادی کی وجہ سے انہیں موقع مل رہا ہے کہ وہ آپ پر جرح وتنقید کریں کہ ترتیل سے جو گریز اختیار کیا ہے وہ اس لئے کہ ترتیل پڑھنے والے لوگ بے موقع مد کرتے چلے جاتے ہیں، کسی جگہ ایک لڑکے نے عمــــایشر کون پر وقف کیا، آیت بہت مختصر تھی، اور اس بچے کو وقف کرتے ہوئے بہت اچھے لہجے کا شوق تھا، اس نے اتنا لمبا مد کیا اور اس کی سانس میں بھی گنجائش تھی، مد کرتا چلا گیا اور اتنا لمبا مد کیا کہ ہم کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ طول ہے، طول کا بھی کوئی دائرہ ہے، رجالِ فن نے طول، توسط کے دائرے متعین کیے ہیں، حدود قائم کی ہیں، وہ اسی لئے کہ الفاظ و مدود کی رعایت کی جائے اگر حدود نہ ہو تو طول کرنے والا حدِ سانس تک طول کرتا ہی چلا جاتا، جبکہ طول کی تو مقدار ہے پانچ الف۔

امام حمزہؒ کے تلامذہ اور ان کی اصول شکنی

ہم آپ بچوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ آپ صرف قراءت کو سنوارنے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ آپ فن کے محافظ ہیں آپ کو اپنی قراءتوں کو سنوارنا بھی ہیں، کیف پیدا کرنے کی بھی کوشش کرنی ہے، اور فن کے سارے اتار چڑھاؤ کو بھی سمجھنا ہے جہاں اصول شکنی ہوتی ہو آپ فوراً وہاں رک جائیں، آپ کی طبیعت آپ کو خود منع کردے ایسے اصحاب کی فن کو بڑی ضرورت ہے اور یہ ضرورتیں آپ پوری فرمائیں، ائمہ سبعہ میں ایک بہت بڑے امام امام حمزہؒ ہے، ہمارے بعض بچوں نے ابھی جو خلفؒ کی روایت پڑھی وہ روایت خلف عن حمزہؒ ہے، یہ کوفہ کے بہت بڑے امام ہے، امام عاصمؒ کے بعد جن کی امامت کو لوگوں نے تسلیم کیا، وہ امام حمزہؒ ہے ان کی قراءت کا لوگوں نے انکار کیا کہ یہ قراءت ہمیں منظور نہیں ہیں ان سے پوچھا، کہ کیا بات ہے؟ کہا کہ امام حمزہؒ کی قراءت پڑھنے والے تلامذہ کو ہم نے سنا کہ ان میں اتنا تکلف تھا کہ قرآن کریم کی تلاوت اتنے تکلف کی متحمل ہے ہی نہیں، ان کی تلاوت میں اتنا تکلف ہو ہی نہیں سکتا، پھر اتفاقاً ایسا ہوا ان منکرین قراءتِ حمزہؒ کو موقع ملا کہ وہ بالمشافہ امام حمزہؒ ہی سے قراءت کو سنیں، انہوں نے امام حمزہؒ کی قراءت کو سنا، تو یہاں کوئی تکلف ہی نہیں ہے، ان سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو مقتدی تھے اور مقتدی کو تو بہت سے تکلفات کا مکلف کیا جاتا ہے، کہ وہ کسی بھی حرف کو ادا کرنے میں خوب زور لگائے، جب زور لگاتے لگاتے مطلوبہ اداء کو پہنچ جاتا ہے، اور پہنچ جانے کے بعد اس کا عادی بن جاتا ہے، تو وہ زور لگانا، تکلف، دھیرے دھیرے کم ہو جاتا ہے، جب انہوں نے سنا کہ امام حمزہؒ کے یہاں ایسا کوئی تکلف نہیں تو ان کی رائے بدل گئی، انہوں نے

اپنی رائے سے رجوع کرلیا ہم آپ بچوں کو یہ سنانا چاہتے ہیں کہ امام حمزہؒ کی قراءت کا انکار کا سبب صرف اور صرف کیا تھا؟ ان کے تلامذہ میں پائی جانے والی بے اصولی تھی، تکلف تھا، ہم اور آپ جب ایسی قراءت اپنائیں گے تو طبیعت کی سلامتی والے لوگ قبول نہیں کریں گے، رد کر دیں گے اس لئے ضرورت ہے اس کی کہ ہم بہت اچھے قالب اور سانچہ میں اپنی قراءتوں کو ڈھالنے کی کوشش کریں، کتنے اچھے اساتذہ میسر ہیں آپ کو، کتنا اچھا ماحول میسر ہے، اس لئے کوشش کیجیے یہاں سے امید کی کرن نظر آرہی ہے انشاءاللہ یہاں سے رجالِ فن تیار ہوں گے۔

شہر احمد آباد ماضی میں فن کا مرکز

حضرت مولانا (حبیب صاحب) نے فرمایا کہ احمد آباد شہر ماضی میں قراءت کا مرکز رہا ہے، جہاں نسلاً بعد نسلٍ پشتوں تک یہ فن رہا، اتنے سارے لوگ پڑھنے پڑھانے والے رہے ہیں لیکن قسمت کی شومی تھی کہ یا کوئی غفلت تھی بہت بڑی خیر ہمارے حصے سے چلی گئی الحمدللہ اب وہ کھویا ہوا سرمایہ پھر اپنے ہاتھ آرہا ہے اللہ کا شکر ہے اور ان درس گاہوں کی برکت ہے یہ درس گاہیں نہ ہوتیں تو کون یہاں قراءت پڑھتا پڑھاتا، اپنے اساتذۂ کرام کے لئے، اپنے ادارے کے لئے، اربابِ انتظام کے لئے خوب دعائیں کیجیے کہ ان کی برکتیں ہیں کہ یہ نعمتیں ہمارے حصے میں آرہی ہیں، پھر ایک بار مبارک باد پیش کرتے ہوئے اپنی گفتگو ہم ختم کر رہے ہیں اور آپ عزیزوں سے اس کی امید کرتے ہیں آپ اپنی اس محنت کے سلسلے کو آگے بڑھائیں اور ہماری جو امیدیں آپ سے وابستہ ہیں ان کو پورا کرنے کی کوشش کیجیے، آپ کو دیکھ کر امید بن رہی ہے کہ ہمارے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کی جو امانتیں آپ کے حصے

میں بطور وراثت کے آرہی ہیں آپ ان کے ساتھ پوری امانت داری کا معاملہ فرمائیں گے اور اس کے لئے جتنی محنت درکار ہے سب کو کر گزرنے کا عزم کریں گے۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۱۶)

لحن داؤدی بہت بڑی نعمت

جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ﴿سورت﴾

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم :اما بعد فاعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم۔ ولقد اتینا داؤد منا فضلا۔ صدق اللّٰه مولانا العظیم۔

قرآنی مجالس نورانی ساعات

قابل صد تکریم و تعظیم ،بقیۃ السلف عارف باللہ، صدر گرامی، ۱۰۰ر سے زائد سال کے عرصہ سے امت مسلمہ جس درس گاہ سے فیض یاب ہورہی ہے ایسے صوبۂ گجرات کی ممتاز ترین درس گاہ کے ارباب بصیرت، اساطین علم وفضل، اطراف و جوانب سے تشریف لائے ہوئے حضرات قراء کرام ،اور میری ان معروضات کے اصل مخاطب حاملین قرآن ،شب جمعہ مغرب سے لے کر آج تک کی پانچ مجالس میں آپ عزیزوں نے اپنی عمدہ کاوشوں کو پیش فرمایا، کیا ہی منور فضا تھی اور کیسی بابرکت مجلس تھی، جس پر رحمت خداوندی برس رہی تھی، قلوب پر کیف و رقت طاری تھی ،اللہ رب العزت کی یاد میں تازگی آپ کی قراءت سے ہورہی تھی، بعض ساعات ایسی بھی میسر آئیں جس میں دل بھر آیا، اور ذرا سی دیر کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا، ان نیک ساعات میں ہم محتاج بندے قاضی الحاجات کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرتے ہیں۔

خوش الحانی اور اس کی ناقدری

میرے عزیزو! یہی دراصل سرکار دوعالم ﷺ کا منشا تھا ورنہ یہ امت اپنی حسین آواز اور لہجوں کی عمدہ صلاحیتوں کو کس کس طرح ضائع کررہی تھی، کہ بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت اللہ رب العزت کے وہ بندے جو خوش الحانی کی دولت کو قسامِ ازل کی طرف

سے پائے ہوئے تھے، ان بیچاروں کو نہیں معلوم تھا، کہ کیسا نسخۂ کیمیا ان کے پاس ہے، انہیں اس نسخۂ کیمیا کی نہ قدر و منزلت معلوم تھی، نہ اس کا احساس تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اتنی بڑی دولت کے حاملین، اصحاب ثروت کے یہاں چند کوڑیوں کے عوض نوکری و غلامی کر رہے تھے کوئی مغنی کی حیثیت سے، تو کوئی مغنیہ کی حیثیت سے، اور اصحاب ثروت کا حال یہ تھا کہ وہ ایسے مغنی اور مغنیات کو اپنے یہاں تقرر کر کے اس کو باعث فخر خیال کرتے۔

قرآنی آیات کی تلاوت پر بصرہ کے جوان کی روح پرواز کر گئی

ابن رجب حنبلیؒ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، کہ بصرہ کا ایک جوان کشتی میں سفر کر رہا تھا، وہ اپنے ساتھ ایک مغنیہ رکھتا تھا بڑی عمدہ آواز کی حامل تھی، سفر جب شروع ہوا، دیکھا کہ سارے لوگ خاموش ہیں ہر ایک کسی ایسی مصروفیت کو چاہتا ہے جس سے سفر کی طوالت کا احساس نہ ہو، اس نے اپنی مغنیہ سے کہا کہ گانا شروع کرو، اور اس نے ایک شراب کا جام ہاتھ میں لے لیا، مغنیہ نے گانا شروع کیا وہ جوان یہ دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان جو اس کے سامنے بیٹھا ہے کسی دوسری ہی دنیا میں گھوم رہا ہے، اس کو نہ مغنیہ کی آواز کی عمدگی کا احساس ہے اور نہ مغنیہ کے کلام سے وہ کوئی خاص محظوظ ہو رہا ہے، کچھ بے حس سا معلوم ہو رہا ہے، اس جوان سے نہ رہا گیا تھوڑی دیر کے بعد اس مغنیہ کو روک کر اس جوان کو للکارتے ہوئے کہا کہ بھائی! تم اس سے بھی اچھا کچھ گا سکتے ہو؟ کچھ پڑھ سکتے ہو؟ اس جوان نے کہا کہ اس سے اچھا و عمدہ کلام اس سے بھی اچھی آواز میں سنا سکتا ہوں، جوان نے کہا، اچھا سنایئے

رخ فریں من منیگر کہ پائے آہنی دارم تو چہ دانی کہ در باطل چہ شاہِ ہم نشی دارم

اس جوان نے اس کے اس چیلنج پر قرآن کی ان آیات کو تلاوت کرنا شروع کیا قل متاع الدنیا قلیل والآخرۃ خیر لمن اتقی ولا تظلمون فتیلا ابھی اس نے ان آیات کو تلاوت کیا ہی تھا، کہ بصرہ کے اس تاجر جوان کے دل کی کیفیت بدلنے لگی، اس کے دل کی دنیا میں انقلاب آنے لگا، جب اس نے ختم کیا، تو اس نے کہا اور کچھ سنا سکتے ہو؟ اس جوان نے پھر قرآن کریم کی ایسی آیات کا انتخاب فرمایا اور پڑھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ان آیات کا تلاوت کرنا تھا کہ اس جوان پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس کا جام ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس کے پاس جو کچھ شراب موجود تھی اس کو سمندر میں انڈیل دیا، اور اس جوان سے کہا کہ ہم نے زندگی برباد کردی، کیا اللہ کے یہاں اس کے بعد معافی کی کوئی سبیل ہے؟ اس جوان نے کہا ناامیدی اس ذات کے وہاں نہیں ہے، اس نے پھر قرآن کریم سے ایسی آیات کا انتخاب کیا اور تلاوت شروع کی قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ابھی ان آیات کو تلاوت کرنا ہی تھا کہ بصرہ کا وہ تاجر جوان، جو اپنی مغنیہ پر فخر کررہا تھا، وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا، لوگ دوڑے بھاگے اس کے یہاں پہنچیں، دیکھا کہ اس کی روح پرواز کرگئی ہے۔

خوش الحانی ہزار نعمت

میرے عزیزو! بہت بڑی دولت ہے جو آپ کے حصہ میں آئی ہے، ہم یہ عرض کررہے تھے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے، دیکھا کہ یہ امت کیسی گمراہی میں مبتلا ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کو کیسا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا ہے لیکن انہیں اس کا احساس نہیں ہے پھر عرب کا حال یہ تھا جیسا کہ علامہ قسطلانیؒ نے ابن

العربی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ تو جب اونٹوں پہ سوار ہوتے تو گانے گاتے، وہ جب اپنے گھر کے صحن میں مجلس لگا کر بیٹھتے تو ان کے یہاں گانا ہوتا تھا، وہ گانے گنگنانے کے دلدادہ تھے، وہ اپنے سارے اوقاتِ عزیز ایسی ہی چیزوں میں ضائع کر رہے تھے سرکار دوعالم ﷺ پر قربان جائے کہ آپ نے امت کے دھارے کو بدلا اور بڑی حکمت عملی سے ایسی گمراہ امت کو صحیح راہ دکھائی اور فرمایا زینو القرآن باصواتکم تو کہیں فرمایا زینوا اصواتکم بالقرآن تو کہیں فرمایا اللہ اشد اذنا للرجل حسن الصوت بالقرآن من صاحب القینة الی قینته او کما قال علیہ السلام ایسے ایسے ارشادات کے ذریعہ اللہ کے محبوب علیہ السلام نے اس امت کو صحیح راہ دکھائی مجھے یہ گفتگو کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آرہی ہے کہ کچھ کور چشم لوگ، واحد العین، جو منشأ نبوی ﷺ کو نہیں سمجھ پائے انہوں نے ایسی خوش الحانی اور عمدہ لہجوں سے قرآن کریم پڑھنے پر نہ معلوم کیسے الٹے سیدھے اور گندے تذکرے کیے ہمیں بڑی مسرت ہے کہ آپ بھائیوں نے بڑی محنت کے ساتھ اپنے گلوں کو سنوارا، اور آواز کو بنایا، صوتی متانت کو آپ نے سمجھا، تلفظ کے کمال کو آپ نے حاصل کیا، اور پھر لہجوں کی جو باریکیاں ہیں، اس کی جو نزاکتیں ہیں، اس کی جو جاذبیت ہے اس کو بھی آپ نے سمجھا بہت مبارک ہو! ہم آپ کی ان کوششوں سے بہت متاثر ہوئے ہیں اللہ رب العزت آپ کے علم وعمل میں خوب برکت عطا فرمائیں، اور آپ کو خدمت فن کے بہترین میادین نصیب فرمائیں، ہم یہاں ایک شاگرد کی حیثیت سے حاضری دیتے ہیں، اور آج بھی شاگرد کی حیثیت سے آئے ہوئے ہیں، مجھے بڑا تکلف ہو رہا تھا کہ ہم کیا عرض کریں گے، ہم یہاں کے اربابِ انتظام، اور ان بزرگانِ محترم، اور آپ عزیزوں کے دلی شکر گزار ہیں کہ آپ بھائیوں نے ایسی بابرکت مجلس میں مجھ

جیسے گنہگار کو یاد فرمایا اور شرکت کا موقع عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارے اٹھنے بیٹھنے کو قبول فرمائیں اور ہم سب کے لئے اس کو ذریعۂ نجات ثابت فرمائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۱۷)

قرآن کریم آسان ہے یاد کرنے والوں کے لئے

مدرسہ ابراہیمیہ جام نگر

تفصیلی فہرست

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر : صدق اللہ مولانا العظیم۔

حضرات علماء کرام، مہمانان عظام، بزرگان محترم، اور میرے عزیز بھائیو! بہت ہی بابرکت، پر رونق اور ایک ایسی مجلس جس پر رحمت خداوندی کا نزول ہوا کرتا ہے، ایسی مجلس میں ہم اور آپ شریک ہیں، اللہ رب العزت کی طرف سے جو توفیق ہمارے اور آپ کے حصہ میں آئی اس کی توفیق ارزانی کا شکریہ ادا کریں، بہت بڑی نعمت ہے۔

امت کے شریف ترین افراد حاملین قرآن

میرے عزیزو! اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی بابرکت زبان سے امت کے ایسے افراد کے بارے میں جنہوں نے اپنے آپ کو قرآن کریم کے لئے وقف فرمایا ہے، جدو جہد فرمائی ہے، ارشاد فرمایا ہے أشراف أمتي حملة القرآن میری امت کے شریف ترین افراد وہ حاملین قرآن ہیں، امت تو بہت بڑی ہے، امت کے افراد کے انواع مختلف ہیں، کوئی کس مشغلہ میں ہے، کسی نے کسی فن میں مہارت حاصل کی ہے، لیکن کچھ بندے اللہ کے وہ ہیں جنہوں نے دنیا کے سارے اسباب و وسائل جو تن آسانی کے لئے، یا راحتوں کے حصول کے لئے ہیں، ان کو چھوڑ کر اللہ کے کلام کے لئے اپنے آپ کو فارغ فرمایا، اللہ کے محبوب ﷺ نے ان کے لئے ارشاد فرمایا، کہ یہ میری امت کے شریف ترین لوگ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے، محبوب ترین بندے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوا کرتی ہیں، جن کو اللہ رب العزت نے اپنا فرمایا ہے، اپنی جماعت میں، اپنے لوگوں میں، اپنے خاص بندوں میں شامل فرمایا

ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ وہ حافظ قرآن ہیں۔

قرآن کریم بہت بڑی نعمت

میرے بھائیو! یہ بہت بڑا شرف ہے، جو ہمارے اور آپ کے حصہ میں آیا ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے اس انتخاب کی لاج رکھیں، جو نعمت ہمارے اور آپ کے حصہ میں آئی ہے وہ ایسی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے، اس نعمت کا احساس ہمیں اور آپ کو ابھی نہیں ہے، ابھی ہم نے دنیا میں کسی کو بہت اچھے موبائل سے دیکھا ہے، تو ہم للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کبھی کسی کو اچھی گاڑی لے کر جاتے دیکھا ہے، تو ہماری نگاہیں للچائی ہوئی دیکھتی ہیں، میرے بھائیو! قرآن کریم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگیں، کہ اللہ تعالیٰ اس کی عظمت ہمارے دلوں میں راسخ فرمائیں، ہمارے قلوب کو عظمت قرآنی سے بھرپور فرمائیں۔

عظمت قرآن کا ایک نادر واقعہ

عزیزو! اندازہ لگائیں، دنیا کے وہ لوگ جنہوں نے مال داری میں زندگی گزاری ہیں مگر ان کے یہاں مال کی کوئی قیمت نہیں، سلطان محمود بیگڑہ کا نام آپ نے سنا ہوگا، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ایک عالم دین تراویح کے بعد اپنے بیان میں قرآن کے فضائل بیان فرما رہے تھے، انہوں نے دوران گفتگو یہ فرمایا کہ حافظ قرآن کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس کے خاندان کے وہ دس افراد جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے، ان سب کی نجات و مغفرت فرما دیں گے، جنت نصیب فرمائیں گے، یہ بیان ہو رہا تھا سلطان محمود بیگڑہ نے ایک آہ بھری اور حسرت کے انداز میں یہ کہہ گئے کہ میرے خاندان میں، میری نسل میں

میری اولاد میں کوئی ایسا ہوتا تو کاش میں بھی اس دنیا سے اس امید کے ساتھ جاتا، لکھا ہے کہ اسی مجلس میں موجود ان کے جوان بیٹے خلیل خاں نے اپنے باپ کی تمنا اور ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی آہ کو محسوس فرمایا، اور یہ طے کیا کہ والد کی اس تمنا کو پورا کرنا ہے، چنانچہ رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہوا، تو معمول کے مطابق بڑودہ کا جو علاقہ ان کے حوالہ تھا، تشریف لے گئے، اور جانے کے بعد اپنی ساری ذمہ داریوں کے ساتھ رات میں قرآن کریم کا حفظ شروع کیا، رات کی بیداریوں کی وجہ سے اور رات میں دیر تک حفظِ قرآن کریم میں محنت کرنے کی وجہ سے، نیند کی کمی کی وجہ سے، ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، لوگوں کو فکر لاحق ہوا، اطباء کو بلایا گیا، اطباء نے جو نسخہ تجویز فرمایا، جو علاج تجویز فرمایا، وہ یہی کہ کوئی مرض نہیں ہے، یہ صرف بیداری کا اثر ہے، آپ رات جلدی سو جائیں، کوئی بات ہے جس کی وجہ سے آپ نیند کو پورا نہیں کر پارہے ہیں جب تک آپ اپنی نیند پوری نہیں فرمائیں گے، ضرورت کا سونا نہیں سوئیں گے، وہاں تک آنکھوں کی سرخی ختم ہونے سے رہی، خلیفہ نے کہا ارے! یہی آنکھوں کی سرخی ہے جو روز قیامت سرخ روئی دلانے والی ہے اس کو ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں، بالآخر تقریباً پونے دو سال میں حفظ مکمل کرلیا، ان کے والد کو اس کا پتہ تک نہیں چلا، جس سال آپ نے حفظ مکمل کرلیا، اور رمضان المبارک آیا تو آپ والد محترم کے یہاں تشریف لے گئے اور عرض کیا ابا جان! اس سال محراب ہم سنائیں گے اور چپ ہوگئے، ان کے والد نے فرمایا کہ آپ تو حافظ نہیں ہیں، تو انہوں نے کہا کہ میں نے حفظ مکمل کرلیا ہے ۱۵/ روز ہوئے تھے کہ ان کے والد سے رہا نہ گیا اور ان سے کہا کے بیٹے سلطنت کی جو کرسی ہے تم حافظ ہو، یہ جگہ تمہاری ہے تم ان کے مالک ہو، ان کے والد نے خود اٹھ کر ان کو کرسی پر بٹھایا۔

دولت قرآن کا احساس اور اس کا بے مثال واقعہ

دوستو! یہ بہت بڑی دولت ہے بس صرف یہ ہے کہ اس دولت کا احساس ہمیں، آپ کو نہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے والد محترم سے سن کر ایک واقعہ ''انفاس العارفین'' میں لکھتے ہیں کہ پنجاب کے کھیری نامی گاؤں میں عبداللہ نامی ایک جوان تھا بچپن میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا، والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، بچہ ایسے ہی بڑا ہو رہا تھا، شوق لاحق ہوا کہ کسی اللہ کے ولی کی خدمت میں پہنچا جائے اور تصوف وسلوک میں قدم رکھ کر اس کے منازل طے کیے جائے، چنانچہ لوگوں سے پوچھا کہ کسی اللہ کے ولی کی طرف رہبری کر سکتے ہو، لوگوں نے کہا کہ اس ویرانے میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے، وہاں ایک اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے، جو بیٹھا رہتا ہے تم وہاں چلے جاؤ، اور اپنی تمنا پوری کرو، وہ جوان جانے لگا تلاشتے تلاشتے ویرانے میں ایک چھوٹی سی مسجد نظر آتی ہے، اندر دیکھا تو ایک استاذ ہے اور کچھ تھوڑے بہت شاگردان کے سامنے بیٹھے ہیں، یہ عبداللہ نامی جوان ان کی خدمت میں پہنچتا ہے اور کہتا ہے ہم تو آپ کے یہاں سلوک کی غرض سے آئے ہیں، بیعت کی غرض سے آئے ہیں، آپ ہمیں بیعت فرمالیں، تو استاذ نے فرمایا کہ بھائی بیعت وارشاد تو بڑے لوگوں کا کام ہے، میں تو یہاں بیٹھ کر اللہ کے کلام کی خدمت کرتا ہوں اور یہ سب بچے ہیں، جو سب مجھ سے حفظ کر رہے ہیں اگر تم بھی چاہتے ہو تو اس دولت سے مشرف ہو جاؤ، عبداللہ کی سمجھ میں یہ بات آئی، تو انہوں نے استاذ کے یہاں رہ کر قرآن کریم کا حفظ شروع فرمایا، ایک مدت ہونے پر حفظ مکمل کر لیا، استاذ اور شاگرد کے درمیان رشتہ، رابطہ، تعلق اتنا مضبوط ہو گیا، کہ استاذ اور شاگرد دونوں کا یہ معمول ہو گیا کہ فجر کی نماز کے بعد کبھی استاذ پڑھتے ہیں، شاگرد

سنتے ہیں اور کبھی شاگرد پڑھتے ہیں، استاذ سنتے ہیں، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ استاذ پڑھ رہے تھے، شاگرد سن رہے تھے، استاذ مست ہو کر قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے، انہیں کچھ معلوم نہیں کون آرہا ہے؟ شاگرد نے دیکھا کہ ایک جماعت آرہی ہے، سفید لباس میں ملبوس ہے، بالکل نورانی چہروں کے حامل اور ان کے چہروں پر ایسا نور کہ کبھی ایسے نورانی چہروں کی زیارت نہیں ہوئی، ان کے یہاں آکھڑی ہوئی، دیر تک جماعت نے استاذ کی تلاوت کو سنا، اور پھر میرِ کارواں نے جاتے جاتے یہ فرمایا بارک اللہ ادیت حق القرآن استاذ ان کو سن رہے تھے، تلاوت کی وجہ سے استاذ نے آنکھیں بند رکھی تھی، بہر حال میرِ کارواں اپنی جماعت کے ساتھ وہاں سے گزر گئے، جب تلاوت ختم ہوئی تو استاذ نے پوچھا بیٹا! کون لوگ تھے تو شاگرد نے فرمایا حضرت زندگی میں کبھی ایسے نورانی چہروں کی زیارت نہیں ہوئی، اتنے نورانی چہروں کے حامل لوگ، پتہ نہیں کہاں چلے گئے، استاذ اور شاگرد ابھی اسی گفتگو میں مصروف تھے، دیکھا کہ ایک جوان اسی جماعت کا بچھڑا ہوا، جیسے اسی تسبیح کا ٹوٹا ہوا ایک دانہ ہو، وہ آئے اور آتے ہی پوچھا، کیا سرکار دو عالم ﷺ کا یہاں سے گزر ہوا ہے، میں علیؓ ہوں، گذشتہ رات سرکار دو عالم ﷺ یہ ذکر فرما رہے تھے، کہ اس ویرانے میں استاذ اور شاگرد قرآن شریف کی تلاوت اس انداز سے فرما رہے ہیں، کہ اس کے چرچے آسمانوں میں ہو رہے ہیں، ہم بذات خود انہیں سننے کے لئے کل چلے نگے، استاذ کے آنکھوں میں آنسوں آگئے بچو! یہ کتنی بڑی دولت ہے جو ہمارے، آپ کے حصہ میں آرہی ہے۔

حفظ قرآن کے بعد بہت بڑی ذمہ داری اس کی حفاظت

بچو! حفظ قرآن کریم غیر معمولی دولت ہے، اس کی قدر و منزلت ہمیں، آپ کو

نہیں، اللہ رب العزت ایسے بچوں کو گلے لگاتے ہیں، پیار فرماتے ہیں، محبت کرتے ہیں، جن بچوں نے ابھی حفظ قرآن کریم کی تکمیل فرمائی ہیں، ہم ان کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں، کہ یہ نعمت جہاں بہت بڑی ہے، وہاں اس کی حفاظت کے لئے بڑے تیقظ کی ضرورت ہے، بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی حفظ مکمل کر لیتا ہے تو اپنے آپ کو فارغ خیال کرتا ہے، اس کے بعد دور کا اہتمام نہیں ہوتا، بچو! دور کا اہتمام کیجیے، اور اچھے سے اچھے انداز میں پڑھنے کی کوشش کیجیے، یہ وہ دولت ہے جس سے آپ قربِ خداوندی کے منازل بہت جلدی طے کر سکتے ہیں، کبھی آپ تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ کے کلام کو مست ہو کر پڑھیں، اور پھر دل کی دنیا کا جائزہ لیجیے، کہ دل کا کیا حال ہوتا ہے، جو کیف محسوس ہوتا ہے، دنیا میں کسی کو نہیں ہو سکتا، آدمی رات کی تنہائیوں میں اللہ کے کلام کو پوری مستی کے ساتھ، پورے کیف کے ساتھ، تلاوت کرے، کسی اچھے قاری کی کسیٹ سنے، اس کے سننے کے بعد دل کا کیا حال ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ اللہ سے مانگنے کی سب سے بہتر گھڑی یہی ہے، یہ دولت ہمارے، آپ کے حصہ میں آئی ہے، ہم آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، آپ کے اساتذۂ کرام کو، اربابِ انتظام کو، بھی مبارک ہو، اللہ تعالی ادارے کو ہمہ جہتی ترقیات سے نوازے، اس کی ضروریات کا اللہ تعالی غیب سے تکفل فرمائیں، آفات اور بلیات سے اس کی حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾

بیان (۱۸)

قرآن کریم کی تلاوت روز قیامت شفاعت کا باعث

جامعہ دار القرآن والحدیث ٹنکاریہ ﴿بھروچ﴾

تفصیلی فہرست

الحمد للّٰه رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلىٰ اله وأصحابه أجمعين: أمابعد: فأعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. ورتل القرآن ترتيلا. صدق اللّٰه مولانا العظيم.

جتنا شکر ادا کریں کم ہے

اساطین علم وفضل، بزرگان محترم، اور آج کی اس بابرکت اور روح پرور اور پرکیف اجلاس میں کشاں کشاں تشریف لائے ہوئے میرے نوجوان بھائیو! ہم سبھی کو اللہ رب العزت کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس ذات نے آج کی اس رات میں جیسا کہ ابھی ہم نے ہمارے صدیق محترم جناب مولانا یوسف صاحب دامت برکاتہم سے سنا کہ نہ معلوم کتنے بندگان خدا ہیں، جو انعامہائے خداوندی سے کس قدر مستفیض ہونے کے باوجود آج نہ معلوم کیسی کیسی گندگیوں میں ہوں گے اور اپنے اس کردار سے وہ رحمت خداوندی سے اپنے آپ کو کوسوں دور کر لئے ہوں گے، ایسے وقت میں اس ذات نے مجھے اور آپ کو اس توفیق سے نوازا، کہ یہاں اس کے کلام پاک کی تلاوت اور سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت بابرکت میں عقیدت کے پھول جہاں برسائے جارہے ہیں ایسی مجلس میں مجھے اور آپ کو شرکت کا موقع عنایت فرمایا اس کی توفیق پر ہم اس ذات کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔

پرسوز قراءت سے دلوں کی دنیا بدل جاتی ہے

میرے بھائیو! اصل گفتگو تو ہمیں ہم سب ہی کے محسن اور مربی ہی سے سننا ہے، آپ ہی کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہونا ہے، مجھے بہت ہی مختصر انداز میں یہ

عرض کرنا ہے کہ جس آیت کریمہ کو ابھی ہم نے اپنی گفتگو کے لئے بطور عنوان کے یا اپنی گفتگو کے سہارے کے طور پر تلاوت کیا ہے، حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہے کہ لغت میں ترتیل صاف اور واضح انداز سے پڑھنے کو کہتے ہے، شریعت میں امور سبعہ سات چیزوں کے لحاظ سے اور سات حقوق کی ادائیگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا نام ترتیل ہے، ان میں کا ایک اہم جزوہ آواز کو بوقت تلاوت عمدہ بنانا اور خوش آوازی سے تلاوت کرنا ہے، اس لئے کے خوش آوازی سے ہونے والی قراءت وہ قلب سے اپیل کرتی ہے، قلب اس سے بہت جلدی متاثر ہوتا ہے اور وہ نصائح قرآنی کو بہت جلدی اخذ کرتا ہے جیسا کہ خود آپ اس کی مثال پیش فرماتے ہے، کہ قلب کو اگر کوئی دوائی پہنچانا ہے، کسی کے قلب کو مرض لگا ہوا ہے اور کوئی طبیب اس کا علاج کرنا چاہتا ہے، تو آپ فرماتے ہے کہ اطباء کے یہاں ایسے بندے کے علاج کے لئے جو بھی دوا تجویز ہوتی ہے تو اس دوا کو کسی خشبو میں ملایا جاتا ہے اور پھر خشبو میں ملائی ہوئی دوائی اس مریض سے استعمال کروائی جاتی ہے، اس لئے کے دل خوش بو کا دلدادہ ہے، لہٰذا خوش بو کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے اور خوشبو کے ساتھ ساتھ وہ دوائی بھی اس کے قلب تک پہنچتی ہے، بہت جلدی پہنچتی ہے اب دل دوائی کا بہت جلدی اثر قبول کرتا ہے، اسی طرح اگر کسی کو جگر کا مرض لگا ہوا ہے اور اس کے جگر کے علاج کی ضرورت ہے، تو اطباء کے یہاں اصول یہ ہے کہ اس کی دوائی کو کسی مٹھائی میں ملایا جائے، کسی شیرینی میں ملایا جائے، کہ جگر شرینی کو، حلاوت کو، پسند کرتا ہے، جب دوائی کو کسی میٹھی چیز میں، شیریں چیز میں ملائے گئے تو جگر اس کو بہت جلدی قبول کرتا ہے اور اس کے ضمن میں وہ دوائی بھی جگر تک جلد پہنچ جاتی ہے اور جگر اس سے صحت یاب ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ رب العزت کے کلام کو، تلاوت

تو کرنا ہی ہے، لیکن جب بندہ پرسوز، پرکیف اور حلاوت سے بھرپور آواز میں اللہ کے کلام کو تلاوت کرتا ہے، تو ایسی تلاوت بہت جلدی قلوب کو اپیل کرتی ہے اور یہ تلاوت بہت سوں کے دلوں کی دنیا بدل دیتی ہے۔

کلام پاک کی تلاوت پر قبول اسلام

بزرگان محترم! پرکیف انداز میں تلاوت ایک مقام رکھتی ہے، کتنے لوگوں کی دنیا کو بدل دیتی ہے، شیخ عبدالباسط مرحوم کے حالات میں لکھا ہے کہ ۱۰۰ر سے زیادہ لوگوں نے صرف ان کی تلاوت سے اسلام قبول کیا، اللہ کا شکر ادا کیجیے، اس ذات کا شکر ادا کیجیے کہ اس ذات نے بڑی محبت کے ساتھ، بڑی عقیدت کے ساتھ اس مجلس میں مجھے اور آپ کو شرکت کا موقع عنایت فرمایا، ہم اپنے ان قراء کرام کے بھی شکر گزار ہیں جو زحمت گوارا فرما کر یہاں تشریف لائے، اور ان کی پرسوز آواز میں ہمیں اور آپ کو تلاوت سننے کا موقع ملا ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، یہ امت مسلمہ اور خاص کر کے ہمارے آپ کی بدذوقی کی بات ہے کہ اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے، اس کے معانی سے بھی ہم ناواقف ہیں، اس کے آداب سے بھی ہم ناواقف ہیں اور اس کی طرف جس قدر اعتناء ہونا چاہیے وہ بھی ہمیں میسر اور حاصل نہیں ہے ورنہ اگلے لوگوں کے حالات دیکھیں۔

فن کے باب میں حضرت ابوالدرداءؓ کا جہد مسلسل

حضرت ابوالدرداءؓ کے بارے میں کبریٰ زادہ نے ''مفتاح السعادۃ'' میں لکھا ہے کہ دمشق کی جامع مسجد میں فجر کی نماز کے بعد وہ بیٹھتے اور ایک بڑی تعداد ان سے اللہ کے کلام کو سیکھتی، ہمارا حال تو یہ ہے کہ مکتب میں بچہ گیا ۱۲ر۱۳ر سال کی عمر تک پڑھا

اس کے بعد وہ فارغ ہو گیا ان کے یہاں فجر کی نماز کے بعد بہت بڑی تعداد اور اتنی بڑی تعداد کہ ایک شخص اس کو نہیں سنبھال سکتا، ان کو دس دس کے حلقوں میں تقسیم کیا جاتا، اور وہ بذات خود محراب میں تشریف رکھتے، اور ہر حلقے پر ایک نگراں ہوتا اور سارے نگراں کی آپ محراب میں بیٹھ کر نگرانی فرماتے، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مسجد کے وہ سارے طلبۂ عزیز کی تعداد کو شمار کیا تو ۶۰۰ ار کی تعداد تھی، اللہ سے دعاء کیجیے کہ یہ بہت بابرکت مجلس ہے، اللہ کے بہت نیک بندے اس مجلس میں شریک ہیں، یہ وہ اللہ کا کلام ہے کہ اس کی ادائیں، اس کا تلفظ منزل من اللہ ہے، ہم اللہ رب العزت سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ ذات ہمیں اور آپ کو قرآن کریم سے ایسا تعلق نصیب فرمائیں۔

امام کسائیؒ کی مغفرت اور سرکار دو عالم ﷺ سے ملاقات

ایک مختصر واقعہ سنا کر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں امام کسائیؒ کوفہ کے بہت بڑے امام ہیں، امام کسائیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ اگر کوئی علم نحو میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کسائی کے در کی غلامی کے بغیر ممکن نہیں، علامہ ابو شامہؒ نے شاطبیہ کی ایک بہت ممتاز شرح ''ابراز المعانی'' میں لکھا ہے کہ امام کسائیؒ کی وفات ہوگئی، وفات کے بعد کسی نے امام کسائیؒ کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ کیا گذری، اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو فرمایا کہ اتنی بڑی نوازش رہی کہ اولاً اس ذات نے تو میری مغفرت فرمادی اور مزید کرم یہ فرمایا، کہ سرکار دو عالم ﷺ سے میری ملاقات کرادی، سرکار دو عالم ﷺ نے ملاقات پر مجھ سے فرمایا کہ کیا تم علی بن حمزہ کسائی ہو، کہا جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کرو، امام کسائیؒ فرماتے ہے، میں نے ''والصافات صفا'' شروع کی اور جب میں لھا شھاب ثاقب پر پہونچا تو

اللہ کے محبوب ﷺ فرماتے ہے کہ اے کسائی! میں روز قیامت تمہارے ذریعہ میری امت پر فخر کروں گا، یہ مقام، یہ مقبولیت کس کا نتیجہ ہے، قرآن کریم سے شغف اور اس سے تعلق کا نتیجہ ہے اللہ رب العزت سے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ذات قرآن کریم سے عاشقانہ اور والہانہ شغف مجھے اور آپ کو نصیب فرمائیں۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین﴾

الله تمت الله

قیمتی نصائح

استاذ محترم نے اپنے شاگردوں کو فلاح دارین ترکیسر طلب فرما کر فن کی اشاعت وترقی کے لئے قیمتی نصائح فرمائی جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں

(۱) مشغلۂ درس وتدریس پر شکر کا جذبہ اور تدریسی خیر کا احساس (۲) خدمت قرآن کریم کو معمولی نہ سمجھا جائیں اس کے شکریہ کے لئے ہو سکے تو روزانہ دو رکعت شکرانہ پڑھ لیا کریں (۳) صرف رضائے الٰہی کی نیت سے تدریس کریں اور اس کا خوف رکھیں (۴) آپ فن کے امین ہیں تو اولاً فن کے ساتھ امانت داری کا سلوک کریں (۵) طلبۂ عزیز اور ادارے کے ساتھ وفاداری کا سلوک کریں، بے وفائی سے احتراز کریں (۶) مدرسہ کے اصول وضوابط کے معین ومددگار رہیں، معاونت کریں، مزاحمت نہ کریں اسی میں راز، عزت وعافیت مضمر ہے (۷) عملہ کے پاکیزہ فکر اساتذہ کرام سے صحبت رکھیں، دیگر عالی فکر اساتذہ سے استفادہ کا شوق رکھیں (۸) رجال فن سے ملاقات کا اشتیاق اور استفادہ کا جذبہ (۹) اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیں، درس گاہ میں وقت سے پہلے آکر کچھ دیر محاسبہ کر لیا کریں، اپنے اساتذہ کرام اور مصنفین کرام کے لئے ہر روز درس گاہ میں ایصال ثواب کیا کریں (۱۰) بلا ناغہ بالالتزام خود کم از کم ۱۵/۲۰ منٹ مشق کا معمول بنائیں، ترتیل وتدویر کی مشق میں ترقی ہوگی (۱۱) خوش اداء قراء کرام کے شریطات سے استماع واستفادہ کا شوق رکھیں، نیز اپنے طلبۂ عزیز کی اس باب میں رہبری فرمائیں (۱۲) اپنی آواز کا ہر روز جائزہ لیں، اور ضرورت پڑنے پر احتیاط بھی کریں (۱۳) مجالس میں پڑھنے سے گریز کرنا مشق میں تنزلی کا باعث ہے (۱۴) جن رکوعات کی مشق کرانا ہے ان کو پہلے مشق کرنا یہ بھی مطالعہ ہے (۱۵) طلبۂ عزیز سے تدویر

وترتیل خوب دھیان سے سنیں اس وقت دوسرا شغل صحیح نہیں ہے (۱۶) طلبہ عزیز سے خود آپسی غلطیوں کو پوچھنا غلطی کے سمجھنے کی استعداد پیدا کرانا ہے بعض طلبہ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ غلطی سمجھتے ہیں لیکن اصطلاحی الفاظ میں کہہ نہیں سکتے طلبہ عزیز کی اس باب میں رہبری فرمائیں (۱۷) صحیح اداء مخدوم ہے، آواز، لہجہ، مشق، کتاب سب اس کے خادم ہیں (۱۸) طلبہ عزیز کو دینے کا جذبہ رکھیں چنانچہ سنتے وقت کوئی دوسرا مشغلہ ہرگز نہ رکھیں، اغلاط کی نشاندہی اور صحیح وغلط کی تمیز ضرور پیدا کریں (۱۹) طلبہ عزیز کو بنیادی قواعد خوب پختہ کرائیں اور عبارات اصول ذاتی نہ ہو بلکہ کتب تجوید ہی سے ہو (۲۰) ممتاز وذی استعداد طلبہ عزیز سے سلسلہ چلتا و پھلتا پھیلتا ہے لہٰذا اولاً دل سے ان کی قدر کی جائیں، ثانیاً خارجی اوقات میں ان کو ہر طرح سنوارنے کی کوشش کی جائے ایسے طلبہ سے ہماری نیابت ہوگی (۲۱) درس گاہ کی محنت تمام وارین کے ساتھ یکساں رکھیں البتہ خارجی اوقات میں کچھ طلبہ عزیز کا انتخاب کرکے افراد سازی کی فکر فرمائیں، چنانچہ روزانہ مشق کراتے رہیں (اللہ تعالیٰ کے حوالہ تمام معاملات کو رکھیں) (۲۲) ہر چھوٹے بڑے کام بالخصوص تعلیم وتدریس وتربیت کے سلسلہ میں اپنے اساتذہ کرام سے ضرور مشورہ کرلیا کریں ،انشاء اللہ بعد میں چل کر ندامت نہیں ہوگی (۲۳) پروگرام میں ادھر ادھر جانے سے احتیاط فرمائیں اور بعد عشاء نگرانی کو غیر معمولی خیال کرکے طلبہ عزیز کو تیار فرمائیں انشاء اللہ یہ بھی وصول الی اللہ کا ایک طریق ہے (۲۴) ہمیشہ طلبہ عزیز کی اداء بلکہ خود کی اداء پر بھی نگرانی فرماتے رہیں، چاہے کم سنائیں (۲۵) کتاب میں صرف حل کتاب کو مطلوب رکھیں ، ابتداء میں بے جا طوالت سے احتیاط فرمائیں، اجراء کا اہتمام فرمائیں (۲۶) قواعد میں مصنفین واساتذہ کرام کی عبارات یاد کرائیں اسی میں سلامتی ہے (۲۷) کتب بینی کا ذوق رکھیں اور اولاً نیچے کی کتابیں خوب دھیان سے

دیکھیں اور باقاعدہ یاد کریں، ان کے متعلقات کو دیکھ کر تقریر و تفہیم کو خوب نکھاریں، درجہ میں کی جانے والی تقریر کے الفاظ و عبارات کی بھی پہلے سے تیاری کی جائیں پھر اپنی ہی تقریر پر نظر ثانی کی جائے اگر غلطی کا کسی جگہ احساس ہو تو امانۃً طلبہ عزیز کو بتلا دیا جائے (۲۸) مسئلہ کی تحقیق اور عبارت کا حل حد اطمینان تک کرتے رہنا چاہیے (۲۹) اس باب میں دنیا سے شائع ہونے والی کتب و شریطات کی معلومات رکھی جائیں اور تھوڑا سا دہ کھا کر بھی کتابوں کو منگوایا جائے کہ کتبِ فن کے بغیر تحقیق ممکن ہی نہیں ہے (۳۰) مطالعہ کا حاصل اور جدید اجزاء کو ضرور لکھیں اور حوالوں کا اہتمام کریں (۳۱) سبق کے کسی مسئلہ کو طلبہ کے حق میں اگر مشکل پائیں تو دوبارہ ان کے پاس جا کر اس کا خود تکرار کرائیں (۳۲) قراءات مختلفہ کے اجزاء کو خوب دھیان سے سنیں اور ادائیگی کے باب میں ناجائز توسع سے ضرور احتراز کریں (۳۳) کسی اختلاف کے باب میں تشفی نہ ہو تو اسی وقت اور پھر بعد میں بھی اہتمام سے کتابوں کی طرف مراجعت کریں (۳۴) شاطبیہ، رائیہ، درّہ، طیبہ، خلاصہ مشکل کتابیں ہیں خوب محنت سے حل کرنے کی سعی فرمائیں (۳۵) الجھنے کا مزاج آپ کو تدریسی میدان میں فیل کر دے گا اور فن کو بھی نقصان پہنچائے گا (۳۶) احسان مندی کے جذبہ سے کام کریں، اور ہاضمہ بھی پیدا کریں (۳۷) طلبہ سے گفتگو کا انداز ہمدردانہ ہو (۳۸) اولیاء اللہ سے تعلق اپنے اوپر لازم کر لیں (۳۹) نماز باجماعت اور دعاء و درود کا اہتمام ہو (۴۰) اپنے آپ کو امامت کے عادی رکھیں (۴۱) باہم تعاون کا ذوق رکھیں (۴۲) ایک علمی شعبہ میں دو مختلف سلسلہ کے لوگوں کا ہونا مخل اختلاف نہیں بلکہ مفید ہونا چاہیے (۴۳) اس باب میں شرافت اور وسعت سے کام لیں (۴۴) مشاق اور کتب فہم طلبہ کی خدمت کا جذبہ بھی رکھیں (۴۵) نفس تجوید اور علم قراءت سے بقدر ضرورت مناسبت ان طلبہ کو بھی کرائیں

جو عالمیت میں ذہین ہوتے ہیں (۴۶) مشاق طلبہ کو عربی کتب میں استعداد پیدا کرنے کی تلقین ضرور کریں (۴۷) ہر انجمن میں دس منٹ بیٹھیں اس سے طلبہ میں فکر پیدا ہوتی ہے کہ ابھی آکر بیٹھیں گے اگر غلطی ہوئی تو تنبیہ ہوگی (۴۸) کسی بھی فن میں اختصاص پیدا کیجیے اور دیگر فنون سے بقدر ضرورت تعلق باقی رکھیں (قاری انیس احمد صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ قاری عبدالمالک صاحب کی ادائیگی میں نفاست تھی کی ان کی ادائیگیوں سے کتابوں کی عبارات سمجھ میں آتی تھیں (۴۹) قاری ماہر ہو با بصیرت ہو ادائیگی صاف ستھری ہو (۵۰) اپنے گلے کا مطالعہ رکھو، صحت کی حفاظت کرو، اپنی صحبت کے باب میں حیقظ پیدا کرو (۵۱) غلط صحبت کو زہر خیال کرو (۵۲) لہجوں میں سمجھ بوجھ پیدا کرو (۵۳) کتابوں کے بغیر قاری ماہر نہیں ہوسکتا، عربی عبارت کو حل کرنے کی استعداد پیدا کرنا ضروری ہے، استاذ کے سبق سے جو باتیں مل جاتی ہیں وہ کتابوں میں نہیں ملتیں (۵۴) گھنٹے کے ختم ہونے کے پانچ منٹ پہلے سبق بند کرلو پھر ترتیل اچھے انداز سے پڑھو اس میں مشق اچھی ہونی چاہیے، پھر اچانک پڑھنے کے درمیان ان کو اشارے سے چھٹی دے دو، پھر پڑھتے ہی رہو تو طلبہ درجہ کے باہر جاکر سنیں گے اور اس طرح شوق پیدا ہوگا (۵۵) طلبۂ کرام سے جسمانی خدمت ہرگز نہ لیں (۵۶) درجہ بند کرکے کسی ایک طالب علم کو مشق نہ کرائیں بلکہ درجہ کھول دیں، ہاں اگر زیادہ طلبہ ہیں تو بند کرنے میں کوئی حرج نہیں (۵۷) ٹھنڈی چیزیں کھانے سے تین نقصان ہوتے ہیں [۱] معدہ خراب ہوتا ہے [۲] گلا خراب ہوتا ہے [۳] فضول خرچی (۵۸) درجہ میں تین طرح کے طلبہ آتے ہیں [۱] غبی۔ ان پر سختی بے جا ہے [۲] باصلاحیت باذوق۔ ان طلبہ کو اپنی نیابت دے سکتے ہو ان پر سختی کی کوئی ضرورت نہیں [۳] باصلاحیت غافل ان کو تنبیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

مسابقہ کے لئے کچھ ضروری ہدایات

(۱) مسابقہ کے دس دن پہلے سے اپنے استاذ کو پابندی سے رکوع سناتے رہو (۲) سب سے پہلے رکوع میں پختگی ہونی چاہیے، حرفوں کی ادائیگی صاف ستھری ہو، لہجے میں پختگی ہونی چاہیے (۳) جس لہجے سے اپنے استاذ کو سنایا ہے یا جس لہجے میں استاذ نے رکوع مشق کروایا ہو اسی لہجہ میں مسابقہ میں پیش کرو (۴) استاذ کے سامنے جس محل وقف پر وقف کیا ہو اسی پر وقف کریں بعض مرتبہ دوسری جگہ وقف کرنے سے معنوی خرابی لازم آتی ہے اور وقف قبیح ہوتا ہے (۵) ترتیل پڑھنے والے طلبہ جب رکوع کی ابتداء کریں تو بالکل پست آواز سے کریں پھر آہستہ آہستہ آواز بلند کریں (۶) ترتیلا تلاوت کے دوران آواز زیادہ اٹھ گئی تو جس آیت میں آواز اٹھی ہے پھر سے اسی آیت کو پست آواز میں پڑھیں لیکن حکم حضرات کو کسی چیز کا احساس نہ ہونا چاہیے اور لہجے کی پابندی سے اسی آیت کو پڑھیں (۷) تدویراً تلاوت کرنے والے طلبہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ تلاوت کی ابتداء بلند آواز سے نہ ہو ورنہ رکوع مشکل سے پورا ہوگا اور لہجہ بھی سارا ختم ہو کے رہ جائے گا (۸) غرور و تکبر کا وہم و گمان بھی نہ آنا چاہیے کہ میرا نمبر طے ہے بلکہ عاجزی و انکساری ہو، عاجزی و انکساری کا یہ مطلب نہیں کہ مسابقہ کے دوران عاجزی دکھلائیں بلکہ بڑی ہمت سے رکوع پیش کریں، اور آگے آنے کی سعی کریں (۹) تلاوت کرتے وقت ہر آیت کو اچھے انداز میں پیش کریں، اس انداز سے تلاوت نہ کریں کہ رکوع جلدی سے ختم کرلیں بلکہ ہر آیت کو لہجے کی پابندی کے ساتھ اطمینان سے پیش کریں (۱۰) مضر الصوت اشیاء سے مکمل پرہیز کریں خصوصاً مسابقہ کے کچھ دنوں تک پنکھے کے نیچے نہ سوئیں اور نہ ٹھنڈی چیز استعمال کریں (۱۱) مسابقہ کے ایک دو دن پہلے چلا چلا کر مشق نہ کریں بلکہ پست آواز میں مشق کریں (۱۲) اگر صبح مسابقہ ہے تو رات

جلدی سو جائیں، صبح ناشتہ کریں لیکن تیل والی چیز سے پرہیز کریں اور گرم چائے پی لیں (۱۳) اگر دوپہر میں مسابقہ ہے تو تو دوپہر میں کھانا کھا کر جلدی سو جائیں تاکہ تھکن وغیرہ ختم ہو جائے اور تلاوت میں دشواری پیش نہ آئے (۱۴) مسابقہ میں بیٹھنے سے پہلے استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو جائیں یا اگر کسی مساہم کو تقاضہ ہو گیا تو درمیان قراءت میں نہ اٹھے بلکہ تلاوت کے ختم ہونے تک انتظار کرے (۱۵) جرأت کے بھی نمبرات دیے جاتے ہیں لہٰذا جرأت میں کمی نہ ہو، بڑی جرأت سے تلاوت پیش کریں، حکم حضرات بھی ہماری طرح ایک انسان ہے غلطی ہونے سے کوئی تنبیہ نہیں کرے گا زیادہ سے زیادہ نمبر نہیں آئے گا (۱۶) اگر تلاوت کے دوران گھنٹی بجادی گئی تو تلاوت فوراً بند نہ کریں بلکہ اسی آیت کو پست آواز میں پڑھ کر ختم کریں صدق اللہ العظیم کہہ کر (۱۷) مائک کا صحیح استعمال کیجیے مائک سے بالکل لگ کر نہ بیٹھیں اور نہ دور بلکہ درمیان میں فاصلہ چار انگل ہونا چاہیے اگر قریب رکھ دیا ہے تو اپنے ہاتھ سے دور ہٹائیں یا خود پیچھے بیٹھ جائیں (۱۸) تلاوت کے دوران حرکت کرنے سے احتراز کریں تاکہ آواز پست و بلند نہ ہو (۱۹) اپنے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں اگر کوئی پڑھ کر آجائیں تو اس کو داد دیوے اگرچہ اس نے رکوع ٹھیک پیش نہ کیا ہو اور تلاوت کے دوران بھی داد دیوے (۲۰) مسابقہ کے دوران کسی بھی ہدایت کی ضرورت پڑی تو پرچی میں لکھ کر بھیج دیا جائے گا یہ پرچی سب ساتھیوں کو بتادی جائیں۔

التماس

ہمارے لئے بڑی خوشی وشادمانی کا موقع ہے کہ گجرات کا موقر ادارہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر (سورت) کے شیخ القراء حضرت قاری المقری محمد صدیق صاحب سانسرودی دامت برکاتہم کے علمی وفنی بیانات کے سلسہ کی ایک کڑی جلد اول کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہیں، اور آئندہ بھی اس کی اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں (انشاءاللہ) جو نہایت ہی خوش آئند اقدام ہے لہٰذا تمام قارئین سے مؤدبانہ التماس ہے کہ جس کسی کے پاس حضرت والا کا بیان ہو تو وہ ذیل میں مذکور پتہ پر بذریعہ ڈاک C.D., Emailیا کسیٹ پہونچانے کی زحمت گوارا فرمائیں---شکریہ۔

محمد عمران فلاحی ٹوکریا، مدرسہ الفضل جوہاپورہ احمد آباد، سرخیز روڈ،

9727246936-Mo

Email:imranfalahi99@gmail.com

منجانب ناشر

محمد عمران فلاحی ٹوکریا

خادم قرآن کریم مدرسہ الفضل جوہاپورہ احمد آباد

تجوید و قراءت کا پیغام خدامِ قرآن کے نام ...... ایک نظر میں

جلد اول

(۱) جامعہ حمیدیہ [illegible]

(۲) مدرسہ [illegible]

(۳) مدرسہ [illegible]

(۴) جامعہ تعلیم القرآن [illegible]

(۵) مدرسہ سعادت الدارین [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) جامعہ دار القرآن [illegible]

(۸) مدرسہ دار العلوم [illegible]

(۹) جامعہ [illegible]

(۱۰) جامعہ دار العلوم [illegible]

(۱۱) جامعہ دار العلوم [illegible]

(۱۳) جامعہ دار العلوم [illegible]

(۱۴) جامعہ [illegible]

(۱۵) جامعہ دار العلوم [illegible]

(۱۵) جامعہ فیضان القرآن

(۱۶) جامعہ تعلیم الدین [illegible]

(۱۷) مدرسہ [illegible]

(۱۸) جامعہ دار القرآن و [illegible]

اقتباس

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

حضرت قاری محمد صدیق صاحب زید فضلہ الحمد للہ اس فن پر گہری نظر رکھتے ہیں اور فن کی اہم کتابوں کا مطالعہ فرماتے رہتے ہیں اس لئے موصوف نے طلبہ کے لئے فن کے متعلق جو باتیں پیش فرمائی ہیں وہ بہت قیمتی اور لائق توجہ ہیں۔

علوم قرآن میں فن تجوید و قراءت کا مقام بہت بلند ہے اور فن قراءت اساتذہ سے محنت شاقہ اور توجہ کاملہ کے بعد ہی صحیح طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اساتذہ کے ساتھ طویل صحبت اور ان کی رہنمائی کے مطابق مشق و تمرین ہی فن میں پختگی پیدا کر سکتی ہے۔

پھر یہ فن بہت باریک ہے ایک ماہر فن ہی اس کی مشکلات کو حل کر سکتا ہے الحمد للہ محترم قاری محمد صدیق صاحب زید مجدہ کو طویل عرصے سے اس فن کے پڑھنے پڑھانے کی سعادت حاصل رہی ہے اس لئے وہ ہمیشہ طلبہ کو آسان اسلوب میں مختلف مسائل کی تفہیم فرماتے ہیں جزاہم اللہ احسن الجزاء۔